

عمران سیر بیکا اڑتیسوں شمارہ

(۵)

لئنی سٹیش ری اینڈ لائبریری
روالمنابع مٹھے گر لوز ہالی سکول نہراں

طلائع کا درجہ

ابن حبیب

اسرار سلسلہ شیخ زید کلود رو طلاہو

جلد حقوق محفوظ

اس نادل کے نام مقام، کوارڈ
کہانی سے تعلق رکھنے والے اداروں
کے نام فرضی ہیں۔

قیمت

مطبوعات:
حایت اسلام پرنس لاهور

پبلیشور:
اسرار پبلیکیشنز

بہشی سٹائیشہ دری کا نہ لایا۔ زیر دی
بہال متابلی مخفی تحریر نہ ملی۔ سکول جہرات

پلشیرس

برنگ کے سلسلے میں مگر ان کا آخری ایڈو پنچ ملا حظہ
فرمائیئے !
جی ہاں !
میں نے ایڈو پنچ کہا ہے۔
اس لیے پڑھنے سے پہلے ہی اس پر جاؤٹی کی چاپ نہ

لکھیجے و لگا۔ میں نے دعہ کیا تھا کہ یہ بوناکی آخری کہانی ہنگی
.... لہذا پڑھئے آخری کہانی..... لیکن میرا دھوئی ہے
کہ اختتام پر پہنچ کر آپ یہ سوچے بغیر نہ رہ سکیں گے، کہ
کہانی ذہن وستی ختم کی شدی ہے۔ ابھی چلتی ہی رہتی تو بہتر
تھا.... مگر کیسے چلتی رہتی.... وحدہ تھا.... آخری
کہانی کا..... اور یہ قطعی دعہ اس بنا پر کیا گیا تھا، کہ
آپ مسلسل کہانی کی اقسام کے انتظار میں یورہونے لگتے ہیں
.... جب آپ بورہوتے ہیں تو بھلا میں اس بوریت
سے کیسے محفوظ رہ سکتا ہوں....

پڑھنے اور لکھنے والے میں ”دامن و گریبان“
کا ساتھ ہوتا ہے.... محاودے میں تصرف کی وجہ دلائل
یہ ہے کہ کبھی کبھی مصنف کا گریبان اور پڑھنے والے کا
با تھ بھی ہوتا ہے۔

اس کہانی کے اختتام کے سلسلے میں میں اسی کے
امکانات پر نظر کر رہا ہوں لیکن قصور بوجہ سے زیادہ آپ کا
ہے..... نہ آپ کہانی ختم کرنے کا فنا خدا گرتے
اور نہ یہ آخری کہانی چوت۔

اس کے باوجود بھی مجھے توقع ہے، کہ کہانی
اپنے نئے پن کی وجہ سے ضرر پہنچ دکی جائے گی۔
اور پھر سب سے بڑی بات قدر کہ آپ کو
اس میں ایک ایسا کردار بھی نہ گا جسے ویکھنے کی خواہی

آپ عرصہ سے ظاہر کرتے آئتے تھے۔ اسے ایک نئے
 روپ میں دیکھئے !
 اس بار کئی احباب اپنے خطوط پر تبصرے
 کے منتظر ہوئے۔
 لیکن !
 بھائی کیا کیا جائے !
 یہ سارے صفات تو کتاب ہی کی نذر ہو
 گئے.... خیر امداد ہے !
 لیکن !
 کم از کم ایک صاحب کے ایک استخارا کا
 سچا لوب وینا ہیجہ ضروری سمجھتا ہوں۔
 وہ پوچھتے ہیں :
 * آخر آپ کی کتابوں میں عنصرت اور مرد دُور دُودھ کیوں
 رہتے ہیں ؟
 سوال بٹا ڈیڑھا ہے۔ لیکن سیدھا سچا جواب
 ملا جائے فرمائیے :

ابھی ہمارا معاشرہ ارتقا کی اس منزل میں ہے
 جیلیں خوبیت اور مرد کے درمیان کم از کم ایک چلپ کا فاصلہ
 تو ہونا ہی چاہئے !
 تفصیل اس احوال کی یہ ہے کہ اگر جو دونوں کے
 دوش بدش ترقی کی راہ پرچلتے والی کوئی محنت.... کسی

فٹ پا ہدر پر جلی جا رہی ہے اور آپ سے سہرا بھی ٹکڑا
ہو گیا تو آپ اسے دوش بد دش کی بجائے پاؤش بدست
دیکھیں گے۔

آیا خیالِ شریف میں؟
اچھا اب اجازت دیجئے!

ابنِ صوفی
ستمبر ۱۹۵۹ء

کیر و سین لمپ کی روشنی اس گھٹاٹ پ انڈھیرے میں ایسی ہی لگ بھی جیسے
گھرے سیاہ بادلوں سے ڈھکے ہوئے آسمان میں کمیں کوئی نہ خاصا ادا اس تارہ نظر آ جائے۔
ڈیزی اپنی نظر کو بھی اسی روشنی ہی تک محدود رکھنا چاہتی تھی۔ اس میں اتنی ہتھی
نہیں تھی کہ باس پڑھیے ہوئے انڈھیرے کی طرف آنکھیں بھی اٹھا سکتی۔ ان لوگوں
نے یہی ٹیکرم کیا تھا کہ اسے ایک چھوٹی ٹسی چھلداری دے دی تھی، اس پر مجبوڑ
نہیں کیا تھا کہ وہ بھی اخھیں خیروں میں سے کسی ایک میں رات گزارے بھر
باد برداروں یا خود ان کے لیے نہ۔

مگر ڈیزی سوچ رہی تھی۔ کیا اسے نیند آ سکے گی؟ اگر دشتناک خیالات ذہن
سے جھٹک بھی دئے جائیں تو یہ ساحل سے ٹکرانے والی لہروں کا شور اور دوسرا یہ جاہ
جھکل سے ہئے والی حصانک، واڑیں کب سونے دیں گی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ جس
جزیمے میں فلم کی شوٹنگ ہونے والی ہے وہ اتنا دیرین اور ڈراؤن نا ہو گا۔

سرشام ہی وہ ساحل پر اپنے تھا اور ڈینی نے ڈاکٹر کے پہنچا دیں ملایاں فرق محسوس کیا تھا۔ اب ایسا صعیم ہے تھا جیسے اس کی لودی شخصیت ہی بدل گئی ہو۔ ہیاں پیشخزے قتل اس کے لمحے میں بڑی سطھاں تھی اور ڈینی نے ندازہ لگایا تھا کہ وہ یقینی طور پر کوئی اعلیٰ تعلیمیافت اور شریعت آفی ہے۔ پورٹ مسجد میں اسی نے اس سے کار و باری گفتگو کی تھی اور اس فلم کے لیے معاونہ کیا تھا جس کی شروعاتگاں ایک قربی جزبی سے میں ہونے والی تھی۔ یہ سب کچھ ایں الگا قبیلہ طور پر ہوا تھا۔ ڈینی ایک شام شتر کے ایک پھوٹے سے کیفیت میں چائے پینے کے لیے رُک گئی تھی لیکن وہاں رُکنا اتفاق پر بنی نہیں تھا۔ رفتر سے والپی پر عکوٹا وہ شام کی چائے وہیں پیدا کرتی تھی۔

حسب معمول اس شام کو بھی وہ تھنا ہی تھی۔ شاید ہی کبھی کسی نے اس کے ساتھ کملن مرد بھی دیکھا ہو۔ وہاں کے کسی گاہک نے بھی کبھی اس سے مل بیٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ جس کی وجہ غایبا یہی ہو سکتی تھی کہ ڈینی کا رکھ رکھا و جنس مقابل کے لیے کبھی ہو جائے افراد نہیں رہا تھا۔ بڑی دلکش لڑکی تھی لیکن خدوخال میں نیکھا پین بھی تھا۔ خاموش بیٹھی ہو تو ایسا لگتا جیسے اندر ہی اندر یہ و تاب کھا رہی ہو۔ جہاں کوئی بو لا بس پھاڑ ہی کھائے گی۔ یہ اور بات ہے کہ اس سے گفتگو کرنے وقت کبھی کسی نہ لجے۔ میں تیز مرا جھی کی ہلکی سی سر بھی نہ محسوس کی ہو۔

لیکن اس شام جو کچھ بھی ہوا تھا اسے انہوں نے ہی کہنا چاہئے۔ اس نے کیفیت میں داخل ہو کر ایک خالی ہیز منتخب کی تھی اور منتظر تھی کہ وہاں کا اکلوتا ویژہ اس کی طرف بھی متوجہ ہو۔ لیکن اس سے پہلے ہی ایک اجنبی اس کی طرف بڑھا تھا۔

”مادام! کیا آپ مجھے تھوڑا سا وقت دیں گی؟“ اس نے کسی قدر بھک کا نہ تھا۔ شرقاً لمحے میں پوچھا تھا اور وہ نہ سو رو گئی تھی۔

لباس اور لمحے کی بناء پر وہ ایک شاہستہ کوئی ہی معلوم ہوا تھا۔

"نجع... جی... ملائی! یقیناً... وہ زبردستی مسکرا کر بہکلائی تھی۔ اس نے بیٹھنے سے پہلے بھی اجازت طلب کی تھی۔ اور پھر اپنا کارڈ اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔

"اوہ! ڈیزی کی آنکھیں احتمال نہ انداز میں چھپیں گئی یقین کیونکہ وہ تو معمراں ایک مقبول ترین فلم فائر کر رکھتا اور وہ خود بھی اس کے بناء پر ہوئے فلم بیجد پسند کرتی تھی۔

چھپر کچھ دیر سکی گفت گو کے بعد وہ کھلا تھا۔

"میں آج کل ایک نئے فلم کی تیاری کر رہا ہوں مادام اور اس کے شیخختے چروں کی تلاش ہے۔ آپ کو اگر فلم سے دلچسپی سے تو آپ یہ بھی جانتی ہوں گی کہ میرے لفظ کو وہ نئے چھپر سے ایک ہی فلم میں اضافہ کرنے ہیں۔"

"نجع... جی ملائی... میں جانتی ہوں۔"

"مجھے ایک ہیرہ دن کی تلاش ہے۔"

"اوہ..... تو پھر..... میں کیا کر سکتی ہوں؟" اس نے منظر مانہ انداز میں پوچھا تھا۔

"میں آپ کو کئی دنوں سے دیکھ رہا ہوں۔ محنت کیجئے گا۔ میرا خیال ہے، کہ اس فلم کے لیے آپ سے زیادہ موزوں ہیرہ دن اور کوئی نسل سکے گی۔ ایک بار پھر محنتی چاہتا ہوں اس بحارت کے لیے....."

ڈیزی کے لیے یہ ایک بڑا سفتی خیز فخر تھا کیونکہ اس کی پسندیدہ ترین تفریغ فلم بینی ہی تھی اور عام روڈ کیوں کی طرح وہ بھی اپنے ہیرہ دن بیٹھنے کے امکانات سے مغلوق ہوا تھا بنایا کرتی تھی۔

باتا خود وہ دن وہ اسے اپنی ماں کے پاس لے گئی تھی اور بوجڑی عورت نے ایک گرانقدر پیش کی عبور اپنی دھا مندی ناہر کر دی تھی۔ محکمات طے ہو گئے

تھے لیکن ڈیزی نے اسے راز ہی رکھا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ بات اس کی فرم کے اسٹینٹ میجر تک پہنچے جو اسے ہر قیمت پر فرم ہی میں دیکھتا چاہتا تھا۔ ڈیزی اس کی وجہ بھی جانتی تھی لیکن خود اسٹینٹ میجر اس وقت تک نہیں کھلا تھا۔

بڑھاں ڈیزی نے معاہدے پر مستخط کر دئے تھے اور ڈائرکٹر کے بیان کے مطابق ایک قریبی جزیرے کے سفر کی تیاری کر رہی تھی۔ یہا اور بات ہے کہ سفر کا اختتام بارہ گھنٹے کی بجائے تین دن بعد ہوا ہو۔ راستے میں اسے یہی جواب ملا تھا کہ وہ ایک غلط راہ پر آنکھے ہیں اور اب کافی گھما ڈپھراو کے بعد دُخانی کشتی جزیرے پر تک پہنچ سکے گی۔ اسے یقین نہیں آیا تھا اور دسوسمیں بتلا ہو گئی تھی۔ ڈپھرا سے یہ بات پھر ہوئی طرح کھلکھلے ہی تھی کہ میں افراد کی پارٹی میں وہ تہنا عورت ہے۔ کیا کہانی میں صرف ایک ہی عورت ہوگی۔ اس نے اس کے متعلق بھی تفاصیل کیا تھا جس کا جواب یہ تاکہ کچھ عملہ پہلے ہی جا چکا ہے جس میں چھو سات لوگوں کیاں بھی شامل ہیں۔

لیکن یہاں پہنچ گرا سے اس پارٹی کے علاوہ دور دور تک اور کافی نہیں دکھائی دیا تھا۔ وہ تو پہلے ہی سے الجھن میں بتلا تھی پھر ساحل پر اترتے ہی وہ اس پارٹی کے بارے میں کیوں نہ پوچھتی جو کچھ دن پہلے یہاں آچکی تھی۔

جواب میں ڈائرکٹر نے اسے بُری طرح جھپڑ کی دی تھی کہ وہ ستائے میں آگئی اس نے اس کے لیے میں درندگی سی محسوسی کی تھی۔ وہ اسے ایسا ہی خونخوار معلوم ہوا تھا کہ پھر وہ اس سے آنکھیں نہانے کی بھی سہمت نہ کر سکی تھی اور اب اس کی تجویز میں نہیں اڑا تھا کہ اسے کیا کرننا چاہئے۔

ساحل کی طرف سے آنے والی تیز ہوا میں جھپڈ لداری کو بری طرح جھبٹھوڑ رہی تھیں۔ یہی کبھی کا بجھ گیا ہوتا اگر اس کی ساخت معمولی قسم کی ہوتی۔ شاید وہ ڈیزی سیفی ٹیکپ کے اصولوں پر تیار کیا گیا تھا۔ مقصتی انتی مذہم تھی کہ جھپڈ لداری کی خوبیوں خدا

کے لیے بھی نام کافی معلوم ہو رہی تھی۔

یک بیک ڈیزی نے قدموں کی آہٹ سنی اور سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اس کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ پھر جیسے ہی کسی نے چھو لداری کا پروہ ہٹایا وہ غیر ادائی طور پر اٹھ گئی۔

آنے والا سرے ہی پر رُک گیا۔ یہ ہی ڈائیکٹر تھا جسے اس کے ساتھی سڑ بنا ہام کہہ کر میا طب کرتے تھے۔ کشتی ہی پر ڈیزی کو معلوم ہوا تھا کہ اس کا کمی دوسرے نام بھی ہے۔ ورنہ بیشیت فلم ڈائرکٹر دا اے یوسف گیل کے نام سے جانتی تھی۔ وہ کسی سحر زدہ کی طرح اس کے چہرے پر نظر جاتے تھے ہی۔ اس وقت وہ کتنا ڈراؤ نالگ رہا تھا..... ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے ڈیزی نے اسے پہلی بار دیکھا ہو۔

بھی چہرہ اس نے پورٹ سیجید میں بھی بارہ دیکھا تھا۔ لیکن دلماں اس پر کتنی نرمی محسوس ہوئی تھی۔ اس نے اکثر سوچا تھا کہ وہ بد صورت ضرور ہے لیکن کتنا پورا مل رکھتا ہے سینے میں۔ جس کی جھلکیاں انکھوں ہی میں دیکھی جا سکتی ہیں مگر اب وہ انکھیں کتنی بھیانک معلوم ہو رہی تھیں۔ موٹی سی بجدی ناک.... تیک پیشان بھاری جبڑے اور بائیں نشستے کے جوڑ میں ایک بڑا سا ابھرا ہوا تھی..... کتنا خوفناک چہرہ تھا.... وہ کانپ گئی۔

”کیا قمر ڈر رہی ہو؟“ بن ہام نے جھرائی ہوئی آوانہ میں پوچھا۔

ڈیزی کچھ نہ بولی۔ وہ بڑی طرح ٹانپ رہی تھی۔

”ڈر نے کی کہی وجہ نہیں۔“ وہ سکما یا۔ یہ ایڈو پھر لمحی نشیں زندگی بھر را دیتھے گا۔

”وہ دوسرا لٹکیاں کہاں ہیں؟“ ڈیزی کی نہ بان سے برقیت نکلی سکا۔

”دوسری لٹکیاں؟“ بن ہام آئے بڑھتا ہوا بولا“ کیا دوسرا لٹکیوں کی موجودگی

نکات کا دین

تمہارا خودت وور کر دے گی؟

ڈیزی چپر کچھ نہ بولی۔ جملہ اس سوال کا جواب ہی کیا ہوتا۔ بن ہام نے کہنے والے کے چھوٹے سے ذلاعگ اس طول پر بیٹھتے ہوئے کہا "تمہارے متعلق میرا قیافہ تھا کہ تم ایڈ و پر سند کرتی ہو..... بیٹھ جاؤ۔" اس نے دربار کے بھتر کی طرف اشارہ کیا۔

ڈیزی بکستور ہھڑی رہی۔

وختا ہام نے غصیل آواز میں کہا "بیٹھ جاؤ..... کیا تم نے سنائیں؟" ڈیزی چپ چاپ بیٹھ گئی۔ تین ہوا چھوٹداری کو بکستور ہھڑی کے جا رہی تھی اور جھکل کی جانب سے ڈراؤنی آواز مسلسلہ اپ بھی جاری تھا۔ "کیا تمہیں اپنا باپ گستاخ بادھے؟" ہام نے کچھ دیر بعد پوچھا۔ "بیوں؟" ڈیزی پھر پڑھی "آپ انھیں کیا جانیں..... وہ تو دس سال ہوئے....."

"ہاں میں جانتا ہوں کہ اس کی موت کو دس حال کا عرصہ گزدا۔ میر نے پوچھا تھا کیا وہ تمہیں یاد ہے؟"

"میں نہیں کچھ سکتی کہ ان کا تذکرہ بیوں تکالا ہے آپ نے پہلے تو سمجھی"

"لوگی! صرف میر سے سوالات کے جواب دو۔" ہام نے اسے جلد پورا کر کر دیا۔

یک بیک ڈیزی نے بھی چینچلا بہت محسوس کی۔ وہ سورج رہی تھی کہ آخر وہ اس قسم کے بیکے سوالات کیں کر رہا ہے۔

"میں اپنے باپ کا ذکر نہ کر سکتا پسند نہیں کرتی اور نہ ان کے ملکے میں کسی بول کا

مہنسی

پاکستانی سرگزتی سارے بھارت

صدر کو اس کے علاوہ اور کسی بات کی نظر نہیں ملی ڈنگوں کا یہ حشر ہوا ہے کیا
مونیکا نے اسے مار ڈالا ہو گا؟ ویسے وہ تو اب بھی قصرِ جمیں ہی میں مقیم تھی اور ڈنگوں
کا تمار خانہ بدستور چل رہا تھا لیکن صدر کو وہاں ان آدمیوں میں سے ایک بھی نہ
دکھائی دیا جنہوں نے ڈنگوں اور مونیکا کی صور کہ آرائیوں کے دران میں دھڑکی کی
باندیاں لکھائی تھیں۔

رات کے نوبجے تھے۔ صدر تمار خانے ہی کی ایک میز پر عمران کا انتظار کر رہا تھا۔ پچھلے تینی دنوں سے وہ بیسیں مل رہے تھے۔ صدر اب بھی اسی ہوشی میں
مقیم تھا اور آج بھی اسے علم نہیں تھا کہ عمران کا قیام کہاں ہے؟
اس کی معلومات کے مطابق جو لیا اور چوہاں والیں جا پکے تھے لیکن ان کی
والپی کی وجہ بھی عمران سے نہیں معلوم ہو سکی تھی۔

جز اور خلمات کے سفر کا مسئلہ بھی اس کے لیے الجھن کا باعث بنارہ تھا...!

خود عمران کا خیال تھا کہ اس سلسلے میں بڑی دخواہیاں پیش آئیں گی۔ ایکس ڈکٹ کے مقامی ایجنٹوں نے تو صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ سفر کے انتظامات کا ذمہ نہیں لے سکتے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ یہ جز ائمہ عالم جہاں زی راستوں سے الگ اٹھگ واقع تھے۔ بہر حال صدر کی داشت میں تو یہ سفر ناممکن ہی سا ہو کر رہ گیا تھا۔ پھر کیا عمران پیچھے بہت جائے گا؟ یہ سوال کئی بار اس کے ذہن میں اجرا تھا اور اس وقت بھی وہ اسی کے متعلق سوچ رہا تھا۔ سوانح بچے عمران اپنی تامتر حاقدتوں سمیت اب دوڑے میں نظر آیا۔ لیکن حبیم پر ایسا لباس نہیں تھا کہ اس قبی طرف خواہ غواہ نظریں اٹھتیں۔ آج کل وہ اس سلسلے میں کافی اختیار طبقت رہا تھا۔ ایسی حرکتیں نہیں کرتا تھا کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ البته اگر معمولی حالات میں چہرے پر حاقد بھی نظر نہ آئے تو پھر وہ عمران ہی کیا؟

آہستہ آہستہ چلتا ہوا عہد صدر کی میر جنگ آیا اور اس طرح سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ جیسے اپنے کسی عزیز کو وفی کرنے آیا ہو۔

”کیوں؟... خیریت؟... کیا بات ہے؟“ صدر زبر دسنی سکرایا۔

”اُم... اُم... کچھ نہیں!“ عمران نے ٹھنڈی ہافشی لی اور پھر بولا ”بھی کی سے سوچ رہا ہوں کہ مراع کی قدم کو آبشار کیوں نہیں کھتے؟“

”اور میں یہ سوچ رہا ہوں کہ یہاں ہمارے مقبرے کس نوٹے کے بنیں گے؟“

”پروادہ مست کرو۔ میں ڈیز ان تیار کر رہا ہوں۔“ عمران نے باشی انکھوں بیانی

”ہم کب تک اس طرح جنگ مارتے رہیں گے؟“

”جب تک کہ جنگ خود ہمیں ہی مارنے پر نہ آمادہ ہو جائے۔“

”تو اس سلسلے میں کسی قسم کی گفتگو بھی نہ کی جائے۔“ مدد نے غصیل آواز میں کہا۔

عزاں کی بخششی والا تھا اور ایک دیر پر چاندی کا ملٹری میں ایک فنڈر پیش کیا۔
اور دو قدم پہنچے صوبت کو مٹو بانہ کھڑا رہا۔

عزاں نکادہ چال کر کے خطا نکالنے والے تھا۔ صوفد کی اچھی سی فنر تھی پر پڑی۔
لیکن وہ خنزیر مسکن سے آگاہ نہ ہو سکا۔ البتہ اتنا نہادہ تو ہبھی کیا کر دے سکر دیں یہ
وہ کسی نہ کام لے بخاتم ہی چوں سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے چلو ।" وہ نکادہ کو فرما رہا تھا جب میں ملتوں تاہم اٹھا اور
صوفد کو بھی ساختہ کرنے کا اخراج کر کے دیر پر کھینچ گئی پڑا۔

کچھ دیر بعد وہ فنرِ عجیل کے رائٹنی سے کے ایک کرسے میں لگا۔ دیر پر
انہیں دنیا پہنچا کر جا پہنچا تھا۔

"دڑھٹک کا کیا بنا ؟" صوفد نے اہستہ سے پوچھا
"مجھے اس بیچارے کا کیا بن سکتا۔ دو بلار اپنے بھی پڑا ہوتا تو میں اسے
نائب تفصیلدار بنوادیتا۔"

"ہمیں میں اس کے بارے میں سمجھیگی سے سچ رہا ہوں۔"

"سوچے جاؤ۔ لیکن ہونیکاہی موجودگی میں بلندواز ہیں مدد سوچا دینہ ہو
سکتا ہے کہ تمہیں اپنے تاریخ پیدائش یاد آجائے۔"

پھر صوفد کے کچھ کھن سے قبل ہبھی مونیکا کرے میں داخل ہوئا اور وہ ملے
ویکھا ہی رہ گیا۔ حیم شیم پرسنکے باوجود بھی دہ بڑا و لکھ لکھ اور اس وقت تو ...
خوبیت سے اس کے سخن میں اضافہ ہو گیا تھا کیونکہ پچھے کہیں صفرتہ اسے اتنے
لچکوڑیں ہیں دیکھا تھا۔ انہیوں میں بھیب سی جگہ سخن اور ہونڑوں کے گھر
اس انداز میں کاپ لیتے تھے جیسے وہ ہنسی رونکنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اسکے
مراد پھر کی طرف موڑ گئی تھی۔

شاعر

”مگر انہیں ایسا کہنے کیمیں ہے؟ اس نے علیحدہ پڑھا
تم نے مجھے پہنچانے میں خلیل کی ہے۔ مجھے نہیں یاد پڑتا کہ جس نے مجھ کی کسی حدودت
کو بھی شاگرد بنا یا ہے۔ دیسیے کیا تم فدا ہی کام کی ہاتھی نہیں خرچ کر سکتیں؟
”ہاں.... اُل... کلام کی ہاتھیں: دے سامنے والے حوش پر پیش کیجیں، اُل لیں جوں
”یہاں کا کرنی جھانڈاں اسی سفر کے لیے آمادو نہیں ہو سکا۔
”جس کا ہے گا؟“

- اب ایک اخو ہے مگر دیکھتے ہے اگر اس ہیں بھی ناکامی پہنچ پڑے تو چھپ کر پھیل دے ہوئے ہے۔
- کیا کام کی بھی جی دے ہوئے ہے لا؟
- کیا یہ سکھے لا؟ مر تیکاتے ہے پہنچ دائی سے شانوں کو جیش دی۔
- انتقام کی لاگ عذر لی پائی۔ مر ان نے ملزی لے چکی میں کہا۔
- تم خطا کرے۔ وہ اب کہتے ہے بھی زیادہ تیری سے چڑک لیٹھی ہے۔
- وچھے! اگر ان رخت اخواں کو دو۔ میرا بھائیک اسی بنار پر سیل دکا رہا، کہ تم سوچ کے اسکلا مانگ کا ذریعہ ہے۔

لے گئے۔ میں کچھ بھی لینے مدرسی صورت میں تھا لیکہ اکتھر
یہ صد پر چھڑا میں سچھنہ پر بھی تین سو میل انگلشی نکار
سے دوڑ سکتا ہوں؟
خوش اس سلطنت می قم بالکل بے برو نظر اڑاگے ”بوزنگانے
کا سامنہ ناکر کرے

لئے آخری لمحہ کی طبقہ کوئی بھی تجھماں ...
کیاں ... آں ... تھیں اس وقت بلانے کا مقصود یہی تھا کہ اس پر جی ٹولکیا
چالے اس سلسلے میں جو کوئی سالقہ پڑپے گا وہ بہت چالاک ہے نایر ڈیگز بھی

ذیارہ ! لیکن وہ گھنٹی میں رنگی بس کرو رہا ہے۔ کوئی جیسی بات تاکہ اس کی کئی مالی بیان
و خانی کشتبیاں غیرہ کافی طور پر اس کے نیچے لا کھول کر قی ہیں۔"

"اچھا تو پھر ؟"
پھر کیا ؟ میں دیکھ دیں کہ تم کس طرح اے آلمعمر تے ہو ؟
سوال یہ ہے کہ تم اس کے کیسے کیا ؟ صحنہ بولا "اصل مقدمہ تو
ظاہر کرنے سے رہے۔"

"اوہ ! شاید تم سے مجری قراقرن کے دفینیں کا ذکرہ بھی کیا تھا ؟"
میران نے حوزہ کلکا سے پڑھا

"ہاں ... آں ... مشہود بھی ہے کہ ان جدا اُری دفعیتے بھی ہیں اخوند
میر سے باپ بولپرستہ بھی بخارہ اُری مقدمہ کے عتیق، سفر کیا تھا اور مجھے ملہے
کر دے کسی جزو یہ سکے ساتھ پڑا تھا ؟"

"انجام کیا ہوا تھا اس سفر کا ؟" صحنہ نے پوچھا
۰ "آٹھ اُدھیوں کی پارٹی بھی سے صرف ہوتی ہی زندہ دلیں اُسکا تھا۔ لیکن
اس نے بھے قصیری کبھی نہیں بتائی۔ بھی کہتا رہا تھا کہ وہ اس مقام تک پہنچے، ہی
نہیں سکا جہاں دفینوں کے مکان کا اسکلان تھا۔"

میران چیز نہ کہا بلکہ پھاڑ رہا تھا اور اس کی آنکھیں سوچ میں ڈوبیں ہیں
تھیں دھنڈا اس تھے کہا "میر نہیں لفظیں ہے کہ وہ بعد فماجی کی تلاش میں گیا جگہا ؟"
"بھے بھتیں ہے۔"

"آخرگیں بناؤ پر اس نے یہ خطرہ حول بیا ہو گا؟"
"وہ بھی استھنم کی آگ میں بھٹن رہا تھا۔"
"لوہر ! کیا بھوڑا نے پراؤ دامت نے کوئی تکلیف پہنچائی تھی ؟"

”اس نے اس کے درجنے بھائیوں کو صفت کیے گئے تھے اور ریاست اور بالآخر اس کی حوصلہ کا باعث بھی تھا۔ جو پی اتنا پچھا بینیں تھا کہ وہ ان کا خداوند کا سرو دل کی طاقت ہے کرتا۔ وہ پہنچا جن کے قابل کو فوجت ہیں کو سکتا تھا یہ ٹھنڈی بھجوں تھی کہ ملکیتی تھیں لیکن اسی پارٹی کی تلویح میں نہ تھا۔“

مگر انہیں پوچھا گیا کہیں سوال صفت کے ذمیں اسی بھی کلمہ اڑھے تھے ”یہیں ان لوگوں میں سے ایک بھی خوبی و کھلی دیتا۔ بخود رفعت تھا۔ بخدا کا ساتھ یا تھا؛“ صدر اکتوبر پر ہی جشا۔

”وہ سبھی یقین ہیں ہیں۔“ بونیکا مکانی ”اس جگہ کیسے کا علم صرف اپنی کو تھا جنہوں نے اس میں حصہ لیا تھا۔ وہ صورت کھل بھی ہیں جانتے لہذا اپنی راستھے ٹھانے لای پڑا۔ لیکن وہ بھی خوبی جانتے کہ اُنہوں کی کامیابی پر اکابر کو دیکھو تو آخری حرکت تھا، اسی سراجام و بیجی کی کوشش کی تھی۔ اور اب...“

”خوبی خاصوں ہو کر پھر صکانی اور بولی آپ دوسری کو یہ باور کرایا گیا ہے کہ دلخواہی ناہ کیسی جایاں گیا ہے۔ اکثر وہ جایاں کا خفر کرنا تھا تھا۔“

”کیا کچھ بھی تم نے اسے مار دا لا؟“

”انتقامگوں کو مار دال سعادت کی سرماج کھلاتا چھلکھلے قوی طریقے زندہ رکھنا پڑھے کہ وہ صرفی پر نہ چھوپیں گے۔ پھر چیخ کر کے کوئی بھے اور داؤ دھقا مگر ان نے صفت کی خود کر دیکھا۔ شاید وہ اسی سروضی پر مزید کھستگوں سے باز رکھنا چاہتا تھا۔“

صحت نے پھر کرنی سوال بیکار کیا۔

”خواہی کی بات کرد۔“ عروں نے کھو دی جو منیکا ہے کہ

”یہاں سے ہم ساقہ میں جائیں گے۔ تم مدون باہر چھپ جب تیس کو ہی گلی

مل جائے گی تھی، وہ بھرپور کاروباری وکٹ کر سکتی تھی تم داؤں چب پیپر سیکھ پڑھا اور
”ٹھیک ہے۔“ عمران سر جا کر بولا۔ تم خوبی نہیں تھا یا کہ اس آدمی سے دروازہ
کر سکے سلسلے ہی کس متنہ کی دشواری میں پہنچنی اُسلکی ہی۔“
”وہ بھی پہنچا تاہے۔ یعنی اس بھرپور کاروباری دشواری ہے۔“
”تو پھر یہی دشواری اپنے ساتھ کھینچ لے جائیں۔“ عمران نے کہا اور
مونیکا سکرانی

”تمہارا جاکر دلچسپ۔ تم عمارت میں داخل بھی نہ ہو سکو گئے۔ وہ الجھے اور بہ
تے ملنا ہی نہیں بھیجا تاہم ہو۔“

”اور تمہیں جو کھمڑ پہنچا تاہم اس لیے کہ میں بعد از کر سکتا گا۔ یعنی اسی
کی وجہ جانا پہنچتا ہوں۔“

”ڈنگو!“
”میں نہیں سمجھی۔“

”وہ ڈنگو سے لفڑت کرتا ہے۔ کاہر ہے کہ میں اسی کی لفڑت کیجیے بھی
”لیکن وہ تم سے مل سکتا ہے۔“ عرفت تم ہے یعنی بلکہ اگر تمہارے ساتھ
کچھ اپنچھا ہوں تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔“

”بھرا خیال ہے کہ ایسا ہو سکے گا۔ تم داؤں میرے ساتھ اندر جا چکرے۔“

”اگر تم اس کمپی طرح یقین دلا سکو کہ ڈنگو سے تھارا تھیگڑا اپنوجا ہے
 تو کیا صورت ہوگی؟“

”وہ کبھی یقین نہیں کر سکتا۔ یعنی کچھ کام میں کسی متنہ کا فراؤ کرنا چاہئی ہو۔“

”بھرا من کا خیال ہے کہ توک کر دینا چاہئے۔“ عمران اس سے ٹوٹنے دا لی
تفہمن سے دلیکھتا ہوا بولا۔

"اسی لیے تیر سا چھٹے جاری ہوں کہ تایم گول رہ نکال سکو۔"

"اگر وہ کوئی اچھا طریقہ نہیں تو نامور نہ چھٹے قوی نامکن بھی نہیں ہے۔ میں یہ بھی کھو رہی تاہل احتاد نہیں۔ ابھی شریعت کی طرح لکھنا شکر کر رہا ہوں۔ بھی کہ مولیٰ کب کتوں کی طرح ببر نکھل سکو۔"

"میں اس کی ایک خاص بخوبی سے بھی آگاہ نہ ہوں گی۔ مروکم اس سے کیا نامہ اٹھائے ہو۔ اس کا ایک پاہنچاں کے لیے صدر بیک کو لے لیا ہے وہ اس سے یہ چیز چڑاؤ چاہتا ہے۔ میں اس پر اس کی گرفت مشغول ہوں گے اسی دہ دینا پڑتا ہے۔"

"وونک کے نام بتاؤ۔"

"جی کے پاس ہمچل ہے۔ جی دا سکر کھاتا ہے اور پاہنچاں کا نام ہے بنام۔ بنام بہت چالاک اور ہے جاسکے طرح گناہ جی بھی ہے وونک کا مشترک سلطنت کا اختیار کر سکتا ہے جی سرایہ جاسکتا ہے۔ جتنے بنام کی۔ میکون بنام شاید پستے ہے بند منی پر غایبی ہو جانے کے خواب دیکھتا ہے۔ جی پر جیز جاسکر کو حصہ کی ہے اور وہ ہر قیمت پر اس کا خالق کردا یا چاہتا ہے۔"

"اوہ قریب بنام جیسا سے داقت ہی ہو گا۔ لالا ہر بہت جی بتا دیتے ہو۔"

"ٹیک ہے۔ اگر وہ نہ جانتا ہو تو کس کا علم ہو چکا ہوتا۔"

"ہوں میکون تماری داشت جی اس کی اس بخوبی سے کیسے خانہ اٹھایا جاسکتا ہے؟"

"اپ یہ بھی میہری بتاؤ۔"

"مکون بتاؤ کیوں نکر دقت کر سکے۔ میکون دھن بیل بخیش شر ناچاہا۔ بخوبی

کوئی نہ کھانے بیخوں گلاؤس کے ہے ان دلوں کو قریب سے دیکھا پڑے گا
جانتی پر کسی کو قریب سے دیکھنے کا مشکل ہے کتنے دنوں بوجو تھیہ ترب
کے دیکھنا ہوں :

”ونیکا پنچھی انکھوں ہیں شیڈاپن پیدا کر کے کملائے ملکوں اندھیں بڑایا
یا والوں صاحبِ عربت ابا جان؟“

”کیا...؟“ منیکا چوکی پڑی
”کچھ نہیں۔ میں نہ اپنے سامنے سے ششہ طلب کرنا تھا، ہم اپنے ہی پھر
دیا میں۔“ غملاں کے لئے ہی ”مران نے چاہ بیا۔“

”چوکی میں احمد اپا بڑا فیراٹھو جی ہا سکھے فردہ ٹھا پڑے۔“
”ہاں، چوکی میں احمد اپا کی ٹھا بڑی ہیں تو یہی خوبی زبان ہی کیا ہے
”نہیں۔ لیکے دلخت ہوئے ایسی زبان میں کہجے ہیں، لیکے دلکش اتنا میری
ہو جائیں احمد اپا بڑا فیراٹھو جی ہا سکھے فردہ ٹھا پڑے۔“

”عندہ میں وہ ہاں سے کی طرف مرتضیٰ ہوئے تھا سارہ بنایا تھا۔
اپنے اک اس سند کا، جا رہے ساتھ جانے جی کیا براہم تھی؟“
”چوکی میں احمد اپا فرمائی،“ مران بڑا ”خاچیوں پر کھا اپنی میں پوچھتے عالی کھینچیں۔
”کیوں... کیوں؟“

”بودھہ نہ کر دے... لیکے دلکش؟“
”خدا اپنے بڑھ کیا۔ انکھوں کے پر کھکھ کے قریب ہی ایک بیوی ملکہ۔

اجی وہ بیٹھے جی نہیں پاس کرتے اور مونیکالی جی کے پیارے نہیں
خوبی دیتا تو کوئی حق

اُسی کا لئے کچھ کچھ چلپا۔ مگر ان نے دیکھ دیا کہ
بیکار کی دغدھ نہیں ملے اس کی وجہ سے اسی دعوت کے بعد میکلی رہی۔
بچھ دیو بچھ دھرنے کا آپ ہم بھائی کوئی بڑی خواہی نہیں۔ میری دعوت
بیکار مونیکالا کا ایں انتہا نہیں ہے۔

مگر ان کی دل بوجا۔ معدود دفعہ اپنی بات بخاری کی۔ اس دعوت کی بیکار پا
اکتم بیکار کہیں نہیں آئی۔

اُسی لیے تجھ کو ... اور ... اور ... اور ... یہ قرایبِ عزم پڑھے
جیسے ہم کھڈار مل کا بستی میں سفر کر رہے ہیں۔

چاروں طرف شکستہ مانگی نظر اور ہمیشہ کوئی بھی دلچسپی دیجے رہتے ہو چکا
رہی ہی کہے سڑک تو کی طرف جی نہیں کوچھ کہا سکتا تھا۔

کامیابی کے سبب ٹیکپڑی دیکھاں گے۔ جسے دیکھے دیکھاں روشنی کیاں۔

دفعہ ایک جگہ مونیکالی کا لئے کافی تھے سفر بندھی جان لے
وہ بکر دو۔ مگر ان تے دیا چوڑیے مانگنیکالی کی کامیابی کی رفتار بھی
کم ہو گئی۔ اندازِ رُکھتے ہی کا ساتھ۔

عد دو چونیں لیکیں جسے اُتر آئے اسلام۔ خدا کا ایسا اور استحکام اور فلاح کا
کہا۔ اُنکم اس طرف دیوار مل کے تھے مگر سوچ زہاری والی کامیابی کا تھوڑا تباہ
والچھ کامیاب تھا۔ اسے قائمہ منڈا بھر بول کا۔

”خوبی جذاب آؤ دیا تجھ کا لمبے اچھا ہنسی تو۔ مسندِ خدا کی دعوت اسی کی
لکھ رہی تھی کہ جھلکیں دلچسپی میں جس کے اور دلچسپی کا لکھ رہی

卷之三

کلاد شماری ہے ۲ کلو نیوٹون
پس خاپ ڈالا ہے کافی گھنٹے ایک
کام اور ایک دوسرے کام کے لئے ۷۵٪

۱۰) کسی دوست ہے میرا نہ استھے پوچھا لیکن اس کو آواز اپنی
لکھ دیں وہ کہے گئی۔ دُڑا خیر بھائی پیک کر رہا تھا۔

بھی میراں نے جو پڑا کہ شاہزادی تھیں وہی
کھاؤ کر دوسرا بھروسہ کر اگئے پڑھ لئی۔ اور تم صندھ نے دیکھا کہ مونیکا
انھیں اگھیت اور کارہنگی کا طور پر بچھ لیتی ہے۔
چنانی بات تھی تو وہ اسی پاس سمجھ رہے ہوئے کھنڈریں کا سکوت
پر اپنے اصرار لگ سکا تھا۔

”چلے اتم تو کوئی نہیں کرتے۔“ نوینیکا قریب مارکیز کے سامنے پہنچیں
جی پھر اپنے بیٹے کا۔ اُنکے راستھم ایسا نہیں ہے کہ کافی تھا اگر اسکے
دھان سکر کی جا نہ ہوئی۔ اُن کا قدم تو نہیں ہے ہے ۹۔ مرانہتے آلو دل

بھی فوج دیوبند کے بھائے
آؤ .. یہ بھی .. بھی نہ اصل آنکھے ... ملا! تم کے
ثابروہ ان کھنڈوں میں رختا ہے۔

چلو! ہر انداز اپنے کرو
حضر اسی انداز میں حکما را خواہیں کہ کتنا خاتما ہوں گئے ہر ان دے
اس کا انداز پاردا رہا۔

میں کا اسکے متعلق اعدیع دو لفڑی اس کے پیشگوئی چلی رہی ہے۔

رات شکن حق مُدراست بھی نہیں کہ عمران کی سردوی کی کئے ہوئے چیز کی طرف کا پہنچ لگتا۔ اس کے حق سے ایسی بی آدازیں تکلیفی بھی جیتے وہ دافت پر وافت چائے رکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔

”بیکوں کیا ہو گیا ہے ماقبلی؟“ عورتی کا نے چوتھے چھپے رک رک کا

”س... سردوی...“ دل بری کا ہے۔ عمران نے کافی پوسٹ جوایا یا ”سردوی؟“ موئیکا کے لئے میں یہ رفتہ حق ”سردوی کھلان ہے... اے...“ اس نے قختہ لکھا یا پھر بولی ”شاہین تم ڈر رہے ہو۔“

”ہو... ہو... ہو پا!“

”اگر ان کھلے ہوں سے ڈر رہے ہو تو پھر فلمات میں تما را کیا حال ہو گا؟“ ”وہاں سیسیں... سردوی تو نہیں ہوتی۔“ عمران نے دافت لکھا کے ”اے! چلو!“ موئیکا نے اس کا شامہ دبپر کر کر اگے بڑھایا کچھ ہی دیر بعد وہ اپنے بھتی میں داخل ہوئے۔ نے مفعلی دفعے کے پھرٹے بڑے مکانات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

موئیکا نے فلمات نہیں کہا تھا کہ ٹھاٹھی لبشقی میں خدا خلی جو کھلگی۔ اس وقت اپنے تھجی اگر ہے گذشتہ سقید اور موئیکا نے تاچ روشن کیلی ہی وہ موئیکا نے قبول کی اگر دا زیں نہ ہے۔ داں تو قبرستان کا حاصلہ کوت طاری تھا۔

کچھ دیر بعد موئیکا اپنے ٹھارٹ کے صافہ دل گئی لیکن اب وہ گل سے بکل اسکے بیان درودیہ مکانوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔

موئیکا نے دروازے پر دلکشی ای احمد یحییٰ بیک وہ تینوں تیزیں کم کی روشنی میں تلاٹ گئے۔ صندنے پر کھلا کر اپر دیکھا اور اس کی آگئیں چڑھیا سی گئیں کافی قوت والی صریح لامپ سے سابقہ پڑا تھا۔

مونیکا بارہوں تک دیئے جا رہی تھی۔ کچھ بیرونی مخفی قاب پر گئی انسداد کا پتھر سے بھرا انہیں سزا آواز آئی۔ ایسی مونیکا! مگر تباہ ساخت دو اجنبی بھی ہیں.... غائب فیض حکی....

“ہاں... ہاں... ہم درستاد خطا میں لفتگی کریں گے۔ ہر پی کی بھی دبای میں بولا کرنی۔

ٹھیک سکھی ذریوں کی نہیں ہے۔ آواز آئی اور ہر کسی کی جھوٹ پاہٹ کے ساتھ دروداڑہ کھلا۔ مگر انہوں نے بھیرا احتد۔ پیدھے چھپے جائے۔ آواز آئی۔ باعثِ جذب روشنی نظر کے لیے وہیں بھڑکا۔ مونیکا اور بھنی مران نے صندل کو کھلا دیا۔ اور وہ بادلِ خداستہ آگے بڑھا راہداری میں داخل چکر بی اذانہ پوکھا کہ دہلوں گمرا اندر چیرا نہیں تھا، بھر جال ایک بعد سر لے پر نظر کو سکھتے تھے۔ کچھ بڑوں پلے کو مونیکا بامیں جات بڑھتی۔

ساتھ ہی دروداڑہ نظر ایسا ہی جھتر ہوں سے تیز قدم کی روشنی پھٹ پھٹ رہی تھی۔ خوش کا دید۔ ہو پلکا ہی۔ مدد و نفع کی پاشت صبحو ہی آواز آئی جس نے مجھے باہر ان کا انتباہ کیا تھا لیکن اس پر صفرستے لمحے میں بڑی سختی تھوڑیں کی تھی۔ دروداڑہ کھلا احمد اشیوں ایک بیجی بھنی کی شکل و کھنائی دی۔ پہنچا نظر میں بھی انہوں کو نہ دیکھا۔ اسی نظر کو کوئی عجت ہے یا مرد۔ بیاس برواد۔ ماں تھوڑیں چکوار کئے۔ برس کتبی دخواز تھا کہ وہ کوئی عجت ہے یا مرد۔ بیاس برواد۔ میرچاں سینہ سے کم نہ بھی ہوں گے۔ اچھے ہی اسے جیب، لفڑت بناؤ پیش کر تھا۔ سیوں کو دہ داڑھی اور دو تھوڑیں تھے میرچوں میں تھا۔ میرے دعویدگی ہی نہیں ہیں تھی۔ ہونٹ پھٹے اور دیوار پر تیز سنا سب جو تک بڑا تھا۔ اسی چھوٹی کی خوفناک بھرپوری کا القوت تھی۔ کمل تھیں۔ بھر جال وہ جھوٹ و خفاذ کیتیاں کا حال تھا۔

"نادہ تھر۔ وہ کوئی میں کی وجہ برد و خوب ناچڑھا کر مانپ کر لے، پچھلے کو را۔
صھر اور دلکشان نہ مونیکا یعنی کی تائید کی اور جب دھیلے پکھے اس نہ مونیکا
کھلپھالا تھا تو اس تھوڑے دہ سخن کو کس دل بانی میں خاصب کروں؟"

"وہ کوئی مخابہ کرے باشندے ہیں یعنی انکو جانتے ہیں۔ مونیکا نہ کہ
لیتھا، یعنی اس کو کامکو بخوبی خیلان نہ کوئم کو سمجھتے ہے اکٹھی بیکھان
ہی۔ جنکر نے اس پھر اران سے پوچھا "کیا تم دو فندی سمع ہو؟"

عفیستہ قمری کی لیکیوں کے سے ہے موہن ریکارڈی سے کوئی اپنے ہے تا۔
بادو دستیاری سے پہنچتے کامکب اسی ہی مولانا تھا کہ مونیکا نے اسی
دھکا کا دیا ہے۔ اسی نہ مونیکا کی طرف دیکھ جس کے پھر سے بتقہ قدر
ہو گئی تھی۔ اسکے جزوی تر گئی۔

دوسری بھٹکت گران کے چرسے پر لیٹھا اُندر ٹھیک ہے اسی کا قدم ہی نکلا جلا
ہے اسی نہ ابھی تک کھانکرنے کے سوال کا جواب بھی نہیں دیا تھا۔

"کیا تم بڑھتے ہو؟" لکھ پکھا کا سکرٹریزا۔ اصلیں کیا آگئیں پکھے
گئیں یادوں خونیں کے حلم ہوئے گئیں

"ای موہن بھی اسی سے کہا چاہا ہے جی کہ صاف ہم اُنہیں ہیں۔" صندھ
خیلی جھٹکے ہوئے ہے میں کی۔

"وہ تھانکت تھنچ کیجی خوشی جانتی۔" کامکو کا جواب تھا اور اسی جواب
کے صندھ کو پیغور دلا دیا کامکو کی جیسا خوشی کی جمال یعنی چمندنے والی تھے۔
کم از کم صندھ تو نہ سکھ کی تھا۔ گران کے تھنچ خوبی کو سکنا تھا اور
کہ کہاں نہیں ہے بولا۔

"بیوی، صونیکا؟" کامکو نہ اگارتے کہ کہا۔ ان کی جاگر تھا خوبی تو۔"

اب ہند کو اس کے انتہا پر دیا رہی، نظریاً۔ جس سے اس لمحے کو کھینچ کر دکھاننا۔

”کھوٹے ہو جاؤ!“ مونیکا نے مرد لبھے میں کہا۔

”یہ تشریف ہے تمہاری؟“ صدر خانے پاگل موچاڑا ہتا۔

مونیکا نے عوام ٹینڈے کے بجائے ٹنپی سے ہوتے بیٹھ یاد کی جیسیں
شوعل مری ہتھی۔ شہزاد نے تو اب کافپا لگی تفریغ کر دیا تھا۔ ورنقاً وہ ذات
کشنا تھیا بولا۔ ”خدا کے لیے رحم کر د... وہ پریم کام کا پیکیٹ ہے۔“

”مران صاحب ہوش میں آئے۔“ صدر خراپا یا۔ زبان اور دوستی۔

ہر ان کپھے نہ بول۔ مونیکا ان کی بعض شلوٹ کر ہٹ گئی تھی۔ صدر سوچ رہا تھا کہ
اب وہ اس طرح ان سے بوناوارے کا خداوت و حصل کرنا چاہتا ہے۔

”او!“ ایک بیکے گا سکرنسے بلند آواز جس کی کو خا طلب کیا اور دوسروے ہی
لئے پڑا اُسی مختلف صد و ازوں سے داخل ہوئے۔

”اچھی نارو۔“ گا سکر نے صدر اور شہزاد کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”اوے... زیادہ زد سے زد مارنا۔“ مران ٹکیا یا۔ یہ سے والہن سوت
ٹریب ہیں۔ اگر کچھ ٹوٹ جھوٹ بھی ہو گئی تو دوبارہ میری مرتت ذکر اسکیں غیر
صدر ان سے پہنچ لے کر یہ پیtra بدل رہا تھا تین مونیکا کی ہنسنی کی اوڑ
اس کے لا غول لگ پہنچ ہی گئی تھی۔ اس لیے جھٹا کر بولا۔ تم لوگ اپنی مدت کو
مدت سے دے رہے ہے۔“

اس پر گا سکر بھی ہنس پڑا تھا اور صدر کا حل چادر رہا تھا کہ سب کے پہنچ
خیزی پوڑیاں ندیع ڈلے اگر مران جسائیں اُدی بیٹھی کیسے اپھنسا۔ اسے اچھی طرح یاد
تھا کہ قیر جیل سے نکلنے کے بعد اس نے کسی نہ بھی بھنس جلتے کا نذریش فاہر کیا تھا پھر

ہی سکے باوجوں بھی اپنا

وہ لوگ ہیں کی خود بوجوں بھی سمجھنے کرمان اور اشناک اور لا تاجر بچوں بیٹے
سماں کو سعادت کر دو۔ ابھی حل بھی جو اس کے باپ سکی شادی ہوئی ہے بہت ہادیت
تم اسکے بیٹے جادو درنہ نہ تسلی نہ فوجان باب پ کا اعلیٰ دراثت جائے گا۔
کام لکھنے والے بھی کامی طرف بیکھا۔ انہر اس مقام پر رہتا۔

صادر جھٹا ہٹ میں تو جنکھا تھا ہی۔ اس نے بھی کہا۔ اپنی بات ہے اگر یہ
لوگ اسی پر آنکھوں قریبے کریں افسڑا اسی بھی نہ ہو گا۔ جب تم ملکوں کے
اس کے بعد عجھوں چاکر، باب پنچے کیا کرنا چاہئے؟
سمجھو اور دوکے ہو۔ میرزا سر خاکر بولتا۔ اب تم دیکھو گئے کہ فوجان باب
قیمت کے ڈھیر میں کیسے بندی ہو سکتے ہے؟

صادر جھٹا تھا کہ میرزا سے اندازہ کی فلیٹ شاذ و نادہ بھی ہوتی ہے اور
یقیناً ان چہہ آدمیں پر بھاری بھی ہے گا۔ گوہیہ صدر دی نہیں تھا کہ اس کا وہ
میں سرف پھر ہی اور نہیں تھا۔

وہ پہلے پاپ کمر سے کے الیک گھر میں کھکھلے لے یہ جی تو دیکھا
تھا کہ اس سخنوں پر کام و لگن پور کیا رہ جو تھا۔

چل جی کی! اس تھا اسکی آواز من اور اس کے طرف رکھیے گا!
وہ خدا اس سے خاطر پختا نہیں دیکھ سکتا۔ میکن اپنے جگہ سے حرکت ہیں
کرو گے۔ بیوالدی ہی پوسٹے راڑھو ہو گدیں!

پھر وہ سب یک بیک میرزا پر ڈوٹ پیٹے۔ کرہ اتنا کٹھا فزار میرزا
انچے کمالات کا مظاہرہ کرتا۔ اس کے حق سے ڈوبی ڈبی سی آوازیں نکل رہی
تھیں، لیکن حملہ اور میں کے بھوش بھی شکانتے آتے جا رہے تھے۔

دوسنٹ کے اندر ہے اور بیٹھا رہی بلکہ اچھے کر رہے ہے۔ وہاں وقت لئے
بیٹھنے کے اختیار رہتا۔ جو دبیر آئا تو پہنچ کر سوتا پہاڑ جسے جاتا ہے
تمہارا نہ ادازہ میں پہنچیں جسکے لئے اتنا اور موڑیکا بالکل اسی ادازہ میں مکاری
تھی جسے کھلے اسکے پسند آیا ہے۔

روجتے روزتے ایک بانگلوں نے کام کر کے داشتہ احتقر جسکے دروازہ
ریواں اور اصولی طرح اچھی کو صدر میں چاہئے کیا جیسے اس کے پر لگ کے ہیں
ضد خدا کے انتہا ہی پر رکھا۔

”کھینچ ڈو۔ دو اپنی کمر کتا ہوادھاڑ۔

”خنی۔ پھنسنے ڈو۔“ گران کھر رہا تھا۔ یہ بے چارے بھی بست دلخ
کے... گمراہ خنید... کو... ترسی دیتے ہی۔

”کام کر لودھونیکا! تم اپنی ٹکرے ہے جتنے کی بہت نہ کرنا۔“ خنید فریج پر
اٹھلی رکھتا ہوا الجلا۔ میں اس نے کام کر اور بونیکا دو فونی بھی کسے اندازی
کا پرواہی موس کی جانب کام کر جو مکار ہاتھ۔

انھیں رہیں پوچھا ہیں۔ بقیہ انسان اب اس طرح کر رہے تھے جیسا کہ
بھی دیکھنے کیا پسند نہ کرتے ہیں۔ دھنٹا مر نیکا بھلی۔ تم خلاہ ہوا، ایسا
لکھ رہا بادر رہے ہو کام کر...“

”جسیں اُدھر بھول ہیں جو نہیں ہیں کچھ بیٹھا یا۔ چڑا ھٹا ٹھاکر جو خلی نہ ادا
کو ڈالا...“ گران ڈاؤ۔ شد نامنہ خنید بوجائی۔

”اچھی تو سی فاصلی ہی جیل رہا ہے ذیر؟ یہ گران کا ادازہ تھی۔ اب اگر
چاہے جو قریب پر نا رسمی کر رکھتے ہو۔“

”میں! بھی تھیں ہے میں کہو۔ تم یقیناً کام کے اور ہو۔ مجھے میری نیکا

کے بیان پر تینوں بھیں آیا تھا۔ یہ سب کچھ قلمبی دوستارہ فنا میں ہوا ہے۔

"بھروسے جد کرو۔" صدر نے دیوار کو ٹھپنی دستے کر کیا۔ "بھیں اتنا حق ہی
ذکر ہے۔۔۔ تراز صاحب۔۔۔ جلد ہی کچھ۔۔۔"

ٹھیک اسی وقت دو فری کا گردبھی عران کی گرفتہ میں ہی گئی، اور ان کے سر
ایک دوسرے سے من طریق ٹھراٹ کے کمرے کی درود غصہ گزین کر، جی اس کو بیٹھ
پی دو فری کی جگہ میں ٹھلاں لیں گے۔ احمد ٹھواڑ کی اولاد بھی۔ باکھر وہ بھی گرفتہ
کے بے جان دو ختر دوں کی طرح فرش پر ڈھیر ہو گئے۔

عران نے دلخیں ہاتھ جھائے اور جیب سے چینی کا چکٹ نکالا ہوا بولا
"اگو بیلیں دھرت پھر ہی سخت تر چھپتے ہو تو ہمی ہے گا اسکا۔"

لیکن گما سکر اس کی بات اڑا کر مونیکا سے بولا۔ "یقیناً میرے یہ چیز اُنھیں
ساتھ پر بھاری سخت۔۔۔ لیکن۔۔۔ لیکن۔۔۔"

وہ خاموش ہو کر عران کو گھومنے لگا۔

کیا ان میں سے کوئی سر بھی گیا ہے؟ اس نے پوچھا۔

"اگر لیڈی مرنیکا پر نظر ڈالی ہوگی تو ہمودھری ہو گا۔" عران نے احتفار ادا کیا
ہے کہ یو شکریہ بالکل بزرگتی کی طرح ٹھکرانی ہیں اور تو پہ کی راہ یکی ہے۔" جلتی ہی۔"

"لے تھم میرا خفک کیجید اڑا رہے ہے۔" مونیکا غشیل اور یہ بولی
عران اس کی بات کا جواب دے کر بغیر صدر کی طرف درا کر بولا۔ اڑیا وہ
والپی کر دو۔ کیونکہ وہ غالی ہے۔

"تم کیا جاؤ۔" گما سکر نے بوکھارے چوتھے لپجھے میں کام۔

"دلخیں پڑا رہے۔۔۔ خفہ بہتر اور نصف بدتر۔" عران سکرا یا
 مختلف ہمکر نکے وزن کا اندازہ ہے کئے؟"

صفر نے دیوالو کے حمیرز چک کیے۔ ایک میں بھی کام تو نہ دکھائی دیا۔
چھرو دگا سکر سے بولا۔ کچھ بھی ہو۔ میں قم دونوں کونڈوں پر چھوڑوں گا۔ ”
”ارسے جانے دو۔“ عران ہاتھ پلا کر بولا۔ یہ سو نیکا کی تھوڑی کام تو
ابھی عالم اور احکام کی طرف پڑا ذکر جانے کے موڑ میں نہیں ہے۔ ... اب ہمیں اپنے
چلنی چاہئے۔“

”اجن نہ بنو۔“ سو نیکا نے کہا۔ بیٹھ جاؤ۔ کام سکر نہ کرا انتہا لینا چاہتا تھا۔
میں پہلے ہی اس سے معاشرات طے کرچکی ہوں۔ میں نے تمہارے متعلق جو کچھ بتایا
تھا اس پر اسے لیقین نہیں آپا تھا۔ ... اب ہم کام کی باقی کریں گے۔ ...
بن کام کے بارے میں بہت کچھ پہلے ہی بتا چکی ہوں۔“

صفر نے مخراز انداز میں پلکیں مجھ پا لیں۔
گام سکر اپنے آدمیوں کو الٹ پلٹ رہا تھا۔

کچھ دیر بعد اس نے سراٹھا کو عران سے پوچھا۔ یہ مرتو نہ جائیں گے۔
”اگر ائندہ ایسی حرکت کریں گے تو ضرور مر جائیں گے۔ فی الحال اس کا
کوئی امکان نہیں ہے۔“

”او۔ ... تو چلیں۔ ... کسی دوسرے کرے میں بیٹھیں گے۔ ...
انداز اکتنی دیر بجرا نہیں ہوش آئے گا۔“

”عادات پر مکھری پہنچا۔ اگر فرش میں کھشل ہوں گے تو یہ ابھی ہر کش میں
اکے جاتے ہیں ورنہ صبح تک چین سے سوئیں گے۔“

وہ دوسرے کرے میں آئے جو نیکا چھوٹا اور کسی حد تک اُرستہ بھی
تھا۔ سو نیکا نے جلدی سفلے کی بات شروع کر دی۔

”بڑا کام کل اسی جزویت کا صفر کرنے والا ہے جہاں ہم چانے والے ہیں۔“

ظلالات کا دلیل

"جنہا مردگی بات کر بری ہو یا کسی شخص سے جزو ہے کی ؟ میران نے پوچھا۔
میں اس کے چرے پر ٹھکن کے آثار بھی نہیں دیکھتا۔ لیکن سکر قبیل پڑا۔ وہ میران کو ایسا
ہی نظر دیتے دیکھ رہا تھا جیسے وہ کہا "عجوب ہے۔"

"پیروز نے میران کا تھا کہ جلا۔ میرے پاس وقت کم ہے غیر مغلوق بائیں نہ چھڑو۔
میں اسی فحصہ پر جزرے تذکرہ کر دیا ہوں جہاں سے ہوئی بے نیل درامہ واپس
آیا تھا۔ اس کے سب سے اوپر پہاڑ کی چوٹی کی مدد سے کچھیلے اور سارے منہ سے
خابہ ہے اور دوہ اسی معاشرت سے کو کوڈا ایشل آئی لینڈ کھلا گا ہے۔"

"بن ہام وہاں کیوں جا رہا ہے ؟" میران نے پوچھا۔

مرنیکا نے ٹھاکر کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اب تم ہی بناو۔"

"میں جانتا ہوں کہ بن ہام کو فزاری سے بھاگ دیکھی نہیں رہی۔ لیکن وہ یہ بیک
فلہم پر دڑپرین بیٹھا ہے اس سلسلے میں ہرات اخونی ہی معلم ہوتا ہے فلم
بنانا... وہ بھی کہاں... ظلالات میں ؟... جہاں کے تھوڑے سے بھل رفتہ کوٹھے
ہو جاتے ہیں۔"

"اچھا تو پھر ।"

"اس کے مانند جانے والوں میں بھی میرے لیے اجنبی ہیں۔ صورت کا اسرار دکر
ہی ایسے آدمیوں میں سے ہو گا۔ نقیشہ خود بھرتی کرے کا۔ یعنی کائنات کے سطھے
یہی سے صرف اس طریقہ کر پہنچا ہو گا۔ مانعت سب سے ہوں گے۔ اس چال کا اقصد
یکچھے یا نہیں ।"

"وہ بھی سمجھے مانعت بھالتے چڑھے ! وقت کم ہے۔"

"وے ذکر ہے کہ اگر یوڑا عبد ایسا ہو اجس پر میری بھی گفتہ ہے۔ تو وہ
تیر سے ہری میں رہ جائے گا اور کشتی والیں اچھائی لے گی۔ البتہ تھدا اس طریقہ کا پیغام

”ٹھیک ہے۔“ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے سر کو جنبش دی۔
 ”اسے بسی آدمی بھرتی کرنے ہیں۔ سونہ ہو چکے ہیں لیکن ابھی چارہ نہیں ملے۔“
 ”میں خدا سے دعا کروں گا کہ وہ بھی مل جائیں۔“ عمران نے بڑے خلوص سے کہا
 ”سنو! اِ مفہوم کہ خوبی باقی نہ کرو۔“ ٹھاکر سکھ جھنگلا گیا ”جس آدمی کے ذریعہ وہ بھرتی
 کر رہا ہے اس پر میرا بھی کچھ اثر ہے۔ اگر میں چاہوں تو وہ تم لوگوں کو ان بیس
 آدمیوں میں کھپا سکتا ہے۔“

”ہم صرف تمیں ہیں۔“ عمران نے کہا
 ”لیڈی مونیکا بھی جانا چاہتی ہیں۔“ ٹھاکر کہ بولا
 ”لیکن واپسی پر یہ کسی چڑیا گھر میں نظر آئیں گی۔“
 ”بکواس مت کرو۔“ مونیکا بولی لیڈی۔ اگر میں نہ کوئی تو قم بھی نہ جا سکو گے۔
 ”کیا بن لام ممتحین نہیں ہیچا تنا؟“ عمران نے پوچھا
 ”پچا نہ تا ہے!“

”چھر کیا وہ تمہیں سے جانا پسند کرے گا۔“
 ”اوہ..... ابھی تم کل ہی تو کہہ رہے تھے کہ میرا ساتھی میک اپ کا ماہر
 ہے۔“ مونیکا نے صدر سے کہا۔
 ”میک اپ!“ عمران نے حرمت سے کہا ”سوال تو یہ ہے کہ وہ کسی مورث
 کو سے جانا پسند ہی کرے گا یا نہیں۔“
 ”ٹھیک ہے لیڈی مونیکا۔“ ٹھاکر کہ بولا ”رب استھ صرف بار بوجاری کے
 مزدود قل کی ضرورت ہے۔“

مونیکا کچھ نہ کہلی۔
 عمران مختوڑی دیر تک خاموش رہ کر بولا ”اچھی بات ہے مونیکا۔ میں

تمہیں مزدور بنا دوں گا۔ مگر تمہیں اپنے بال کٹانے پڑی گے۔
”تمہست کرو۔ یہ بھی ہو جائے گا۔“

”اوہ۔ لیڈی مونیکا تم آخو کیوں جانا چاہتی ہو وہاں۔“ گاسکر بولا
”میں تمہیں پہلے بھی بتا چکل، ہوں گے کہ یہ رے باپ کے قتل کا اس یورپ رے سے
کچھ نہ کچھ تعلق صردا رہے۔“

”خیر بھا اس بحث سے کیا سرد کار۔“ گاسکر بڑا بڑا یا۔ پھر عمران کو گھوڑتا سوا
بڑا۔ غور میں اس پر آنادہ کیوں ہوا ہوئی۔ بھلا لجھے اس سے کیا دھپی ہو سکتی
ہے کہ مونیکا کے باپ کے قتل کا سلسلہ اس خوبی سے جاتا ہے۔

”اس سوال کا جواب بھی خود ہی دے ڈالو۔ ظاہر ہے کہ میں اس عتمد کی
ارتخمیٹ میں بالکل کچھ ہوں۔“

”میں بن نام کی والپی نہیں چاہتا۔“ گاسکر نے سرد لجھے میں کہا۔ ”تمہیں اسے
ہر حال میں قتل کر دیتا ہو گا۔“

”اوہ! بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔“ عمران پھیل بجا کر بولا
”میں اتنا ہی چاہتا ہوں۔ میں اسٹرڈ کر کو سمجھا دوں گا جب تک تم اسے
ذلت چاہو تو گر کار ہے گا اور تمہیں والپیں لے کری آئے گا۔“
وہ سب خاموش ہو گئے۔

سر ایک کچھ نہ کچھ سوچ رہا تھا۔

ایک صدر اس کے علاوہ اور کیا سوچتا کہ اس وقت حالات نے مونیکا
کی ایکیم چوپٹ کر دی تھی اب وہ کمی دوسرے جال بچپانے کی کوششی کر
رہی ہے۔ وہ صرف چاہتی رہا کچھ برلا نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اب
وہ بدنفاوادائی کیس سے پرستی کر رہا ہے کیا تھا۔ اس کی کھجور آنکھا

کے اس کا اختتام کب اونہ کہاں ہو گا۔

“ماں تو تمہیں بیقین نہیں ہے کہ بن نام فلم کی شروعنگ ہی کئے گئے وہاں جا رہا ہے۔” عمران نے گاسکر سے پوچھا۔

”مجھے لیفٹنن ہنیں ہے۔“

”پھر کیا خیال ہے مہارا۔“

”خدا نے کاچکر۔“ گاسکرنے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔ طلبات کے جزو اور اسیوں یہ خصوصیت سے مشہور ہیں ورنہ ان میں اور کیا رکھا ہے اور میں تو بیان نہ کر سکتے کہنے کو تیار نہیں کہ تم لوگ بھی اسی چکر میں جا رہے ہو۔

”ارسے داہ!“ عمران نے چینڈا سا تھقہ لگایا۔ یہ تو سمجھ گیا۔

”اچھی بات ہے۔“ گاسکر اٹھا ہوا ادا۔ اب تم لوگ جاؤ۔ بلی شاصم کے دوڑ دوڑ ہو گئے۔

ڈیڑھی کو بڑی مشکل سے نیز اگئی لگتی۔ بارہ بارہ لوگوں کی اور پھر نکل پڑتی۔ بھی ایسا
محسوس ہوتا جیسے کوئی جیکل درد نہ جھپٹ پڑا ہو۔ کبھی محسوس ہوتا جیسے کشتنی ڈوب
رہی۔ اس کبھی بین نام کا خوفناک پھرہ جھپٹتا ہوا محسوس ہوتا۔
لیکن آڑ کار سے بہت سے فرن پر تکن غائب آہی گئی۔ اور اسی سنتے اسے
خواب کے تاریک جنید ویں عین دھکیل دیا۔
مگر پھر وہ پتختہ ہی کے ساتھ جاگی ٹھنی ایسا محسوس ہوا تھا جیسے کوئی ٹکلا گھونٹ
رکا ہو۔ اسی نے ایقانی کو شتشی کی اور تباہی اسے احساس ہوا کہ وہ خواب
نہیں تھا۔ حقیقتاً کسی کے لاملا اس کی گرفتار پرستے۔
ایک چیخ پھر فرنا میں بلند ہوئی۔

«کون ہے؟ کیا ہے؟ کسی سنبھالے باہر سے چیخ کر کما اور اعلیٰ انتہی
کی گردان پر سے ہٹ گئے جھوٹداری میں اندر ہیرا تھا۔ لیکن اسے اندازہ ہو گیا کہ

گردن و بلند والا اتنی سے پار ہنگل گیا ہے۔ وہ بھر جائے گی۔

کیا ہے۔ کیا بات ہے؟ کسی نے چھپلواری کا پردہ جھپٹوڑا۔ اور چھپردہ
ثارج کی روشنی میں رانگی آنے والیں نام تھا۔ دینی بھی طرح تاپ بھی تھی اسے ایسا

ضوسی ہو دیا اسی وجہ پر وہ نامعلوم اپنے اس بھی اسی کام کا گاموٹ دے رہے ہوں۔
لیکن وجہ اس کام کو اپنا چیز اور عین طرفت سنتے آوازیں آئنے لگیں تا پیدا و مدرسے کی جگہ

- 4 -

”خاتم علی رحمة و حاضر نہ اندر رکے کہا اور دو دینی کو مکھوتا ہوا پول اکیا بات تھی۔“

لک، کوئی مسماٹ کا گھوٹ رہا تھا۔ وہ گرم ملائی ہوئی بہر قوت بھل۔

اده / تم سنه خاصه و يجيها موسمها

نهی... خواب نهیں آ ستے کما۔ چیر کیک بیک اچل بڑی اور بڑیاں

انداز من حیثیت میراکٹ و میراکٹ ...

بن لام سے غرض سے دیکھ لائیا اور اس کے ہر فضیل ہوتے تھے۔

ردِ ختنی کا درامہ اب پھری ڈینی ہی پڑھنا۔

میرا لکھ ملکام؟ دوہری لاکھتے گیا ہے۔ تو یعنی نئے کسی طبقے ان

شہزادی ختم کو بسخواں ہی قابو برپا تھے جو ہمکے کہا۔

”کون سے گیا ہے؟“
”میں کیا جانں۔ مجھے ایس معلوم ہوا تھا جیسے کوئی گلا گھونٹ ریا ہو۔ لیکن وہ

اس نئے گروں یہ ہاتھ پھیر کر سسکاری لی اور انگلیوں میں چھپا سٹھنی گھومنے لے۔

۱۰ دیگر اخوند - بن هام بولای گوئنکه ڈیزی کا ٹھہرا بھی روشنی میں بجا ہوئے

بھی بُدا سامنہ چل کئے ہوئے خون آ لودا نگلیں کو دیکھے ہی حقی۔

بن نام اگے بڑھا۔ ڈینی کی گرون پر ایک لمبی ہی خواش تھی جس سے خون ریں ہاتھا۔
کیا دیکھ رہے ہو؟ ڈینی نے سکنی میرا لاکٹ مجھے دے دو۔ خدا کے لیے
ورنہ وہ تم سب پر تباہی لائے گا۔

مجھ سے مانگ رہی ہو لاکٹ۔ میں کیا جانوں۔ مگر۔ یہ کیا۔ جبلا کوئی لاکٹ
ہم پر کیسے تباہی لاسکتا ہے۔ بن نام نے کہا اور پھر خاموش ہو کر شاید باہر کی
آوازیں سننے لگا تھا۔

جاو۔ تم سب خمیں میں جاؤ۔ اس نے کوئی بھی آواز میں کہا اور پھر دلماں سنتا
چاہیا۔ صرف قد معلیٰ کی آوازیں فستا ہیں ارتعاش پیدا کر رہی تھیں۔

بن نام پھر رُک کی طرف مردا اور جیپ سے دیا سلانی کی ڈبی کھال کر اس کے
ساتھ پھیکتا ہوا بولا۔ یہی روشن کر دو۔ تم نے اسے بھجا یا ہر کیوں نہ تھا۔

میں نے نہیں بھجا یا تھا۔ بھجا ہی نہیں سکتی تھی۔ اتنے مضبوط دل والی نہیں ہوں
کہ ایسے ڈراوٹے ماحول میں چڑاغ بھجا کر سوئی۔ ڈینی نے کہا اور اکٹوں بیٹھ کر یہی
روشن کرنے لگی سا بھر ہی وہ بڑا تھا جسی جارہی تھی۔ میرا لاکٹ مجھے واسیں ہنا پاہنے ورنہ
میں خود کشی کر دیں گی آخر تھا لوگ مجھے یہاں کیوں لائے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ لاکٹ نہمارے
ہی پاس ہے۔

شاپیتم پاکی ہو گئی ہو۔ میں کوئی ایسا بیڈی ہوتا طریقہ کیوں اختیا رکھتا۔
یا خدا کیا یعنی پاکلوں میں آپشوں ہوں۔ اس نے دو ہوں ہاتھوں سے سر قائم
لیا۔ وہ یہی روشن کر جلی تھی۔

ادھر دیکھو۔ نام کو خصر اگی۔ تم کیا اُوٹ پاگک بک رہی ہو۔

مجھے یہاں کیوں لائے کیوں لائے ہو۔

میرا بات کا جواب دو۔ آخر تم کس پناپ کہ دیجی ہو کہ لاکٹ میرے ہی پاس ہوگا۔

نہات کا دیوتا

”تم نے جزاً نظمات اور صیرے باب کا حوالہ کیوں دیا تھا۔“

”آہا.... تو کیا وہ لاکٹ اسی سلسلے کی کوئی کڑی تھی؟“ نام کا بھجہ متبرانہ ہونے کے ساتھ ہی ساخت پر اشتیاق بھی تھا۔

ڈیزی جواب دینے کی بجائے چھوٹ بھپٹ کر رونے لگی۔ نام کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ انداز سے ایسا ہبھی معلوم ہوتا تھا کہ اسے بڑی کے رونے کی ذرہ برابر بھی پہاڑ ہے۔

”اوہ سمجھا۔ وہ لکھوڑی دیوبند بڑا یا دھوکا۔“

پھر سخت سے ہونٹ بھینچ لیجے۔ شاید غصہ دہانے کی کوشش کر رہا تھا۔

بڑے نیچے میں وہ سب اکٹھا تھے اور بن نام ایک ایک کو اس طرح گھوڑا تھا جیسے کچا ہی جباجائے گا۔

”بتاؤ! وہ کافی بھیر کون ہے جی نئے لاکی کے لگھے سے لاک اتلا تھا۔“ بن نام گرجا

اس سے کوئی جواب نہ ملا۔ پھر کیک بیک اس سے ایک آدمی کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا

”مودن! تم جواب دو۔“

یہ گھشیلے جسم کا ایک وجہہ آدمی تھا۔ قد میں نام سے کچھ ہی کم رہا ہو گا۔۔۔
آنکھوں سے مکاری مترشح تھی۔

”پتہ نہیں کہ ہوا ذہن میں اڈر ہے ہو.... ٹھم!“ اس نے متبرانہ لمحے میں کہا۔ ”میسا لاکٹ؟“

”بڑی کے باسے میں کس نے معلومات فراہم کی تھیں؟“ نام کا بھجہ نیچے تھا۔

”میں نے!“ مودن نے جواب دیا
”لیکن کوئی بات چھپائی تھی؟“
”احمق نہ بتو!“

”ادوہ ای جو ات!“ بن ہام نے کبھی مکال کر دیا، لیکن تم مجھے نہیں جانتے۔
”بن ہام! پھر کہوں گا کہ الحمق نہ بتو۔ تم اس پارٹی میں ایک غیر ضروری اور
فیکر ہم شخصیت ہو۔“ مودن نے کہا۔

”بن ہام نے تھوڑہ لگایا اور دیکھا۔ ضرور تھا را دکانع جل گیا ہے۔“
”تم خود کو پارٹی کا لیڈر کہ کر رہے ہو ہام حالانکہ یہ بخوبی اس ہے۔
”کیا مطلب ہے؟“

”الگ ان لوگوں میں سے کوئی بھی تمہارا حکم ختنے پر تباہ ہو جائے تو مجھے ضرور تھیں کہ اُنہوں
بن ہام نے پھریں جیسا کہ تھا۔ اس نئیم سکھیجنے کی عصبو طلبی کی پناہ پر کیجئے جاتے ہیں
اسے سوچنا پڑتا۔“

مودن بڑی لاپرواٹی سے دیکھ رہا تھا۔ پیڑو و مکس لیہب کی روشنی میں
بصیرہ دیگوں کے وحشت زدہ چہرے جو یہ سے لگ رہے تھے۔

مودن ہام کو خاموش دیکھ کر دیکھا۔ سڑک پھریں لیڈر بنانے پر فیر ہم شخص نہ مال
کر سکتے۔ کیا سمجھے؟“

”تو لاکٹ تھا رسمی پاس ہے۔“

”میں بھی جانش کر قسم اس لاکٹ کا تذکرہ کر دے ہے ہو۔“

”لاؤ کی سودہ ہی بھی۔ کسی سند اس کے لئے ہے زبردستی اسی کا لاکٹ کھینچ دیا
اس کی گروں پر بڑی سی خراش ہے۔“

”یہ بخوبی کہتی احتیاط ہی کہ اسے الگ چھوڑ داری میں رکھا جائے۔“ مودن نصیل امیر

انداز میں مسکرا۔

”وہ خوفزدہ تھی۔ بن ہام نے کہا پھر کیک بیک دانت پیسی کر بولا“ اعہ کیا بھروس ہے
میں تو پچھے اسی انداز میں گفتگو کر رہا ہوں جیسے تم ہی لیڈر ہو۔
”ھنم دستے کر دیکھو کسی کو۔“ موردن نے تھقہ لگایا اور ڈبیزی آنکھوں حکم بولی۔ اگر
وکٹ تھارے پاس ہے تو مجھے والپیں کر دو۔ عینہ وہ تم پر تباہی لائے گا۔“

”بھروس بند کرو۔“ معدن نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ پھر ہام سے بولا۔ یہ سب کچھ ہجھے
کے باوجود جھی نہیں چاہتا تھا کہ ہام سے درصیان کسی قسم کا جھگڑا ہو۔ گلاب نہیں ایک
قیری کی ہیئت سے رہنا پڑتے گا۔ نہیں جیب میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہ کرو۔“
”لے ھش رو!“ دفعتاً ایک لمبا تر لگا جھشی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ایسا معلوم تھا
تھا جیسے وہ کچھ سخت احمد بھٹے کی کوشش کر رہا ہو۔

”ستا۔؟“ وہ انگلی اٹھا کر بولا۔

”لماں! اس کی پرندے کی آواز تھی۔“ معدن بولا۔ تم کیا کہتا چاہتے ہو؟“

”نہیں یہ کسی پرندے کی آواز نہیں تھی۔ میں جنگلوں کا کپڑا ہوں۔“

”پھر تم اسے کیا تجھے ہو؟“

”بہت قریب سے ہماری نگرانی کی جا رہی ہے اور یہ آداز... یہ کسی کیلئے
کوئی قسم کا پیغام تھا۔“

بیک بیک ہام نے موردن پر چیلانگ لگائی اور دلوں اچھا خاصہ بن گا میر پا ہو
گیا۔ پھر چار آدمیوں کے علاوہ جسی ان پر جگ پڑے۔ ان چاروں میں یہ جھشی
بھی شامل تھا۔ ایک طرف ڈبیزی کھڑی کا نپ رہی تھی۔ پھر وہ بھی کھسک کر اپنی
کے قریب آگئی۔

”یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ کیا پا گئی ہے۔ کیا یہ اسے مار دالیں گے۔ اس نے

کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"نہیں پسیار کر کے چھوڑ دیں گے۔ اس ادمی نے کہا جو صورت ہی سنتے احمد
صلح ہوتا تھا۔ اس لائٹ میں کیا تھا؟"

"دنیا کا ہلک ترین جادو۔ یہ سب مر جائیں گے... میرے خدا۔"

"اپ کیا خیال ہے ... نوکر ادمی نے احمد سے پوچھا، کیا اسے
بچانے کی کوشش کی جائے؟"

"خود کو بچانے کی کوشش کرو... جستی بولما" وہ آواز الیجی ہی تھی
.... کم... کم... ہوئی فادر..."

وہ چھل پڑا۔ اور بوکھلائے ہوئے بچے میں احمد سے بوا "ہم گھیریے
گئے ہیں یاس! ... وہ بہت قریب ہیں۔"

احمد کچھ کہنے ہی وادا تھا کہ ہام کی ٹھیکی سی چینی سنائی دینے لگیں اسے کیا
تم سب نکھرام ہو۔ کوئی بھی صیری مدد نہیں کرے گا۔"

بیک بیک احمد کے دو ہوناں ہاتھوں میں دیوار نظر آئے اور اس نے چینی رکھا۔

"بیٹ جاؤ۔ مسٹر ہام کو چھوڑ دو۔ درد نہ کوئی بھی نہ رکھ رکھتا ہو۔ بولدا ہام کے مغلبے
کیا کمر دے ہو۔ نوکر ادمی اس کے شناسے پر ہاتھ رکھتا ہو۔ بولدا ہام کے مغلبے

میں ہمارا کیا نقصان ہے۔"

لیکن احمد بستور ان لوگوں کی طرف روایا دلت نہ رہا۔ وہ ہام کو چھوڑ کر بیٹا گئے تھے۔
کیا نہارا دماغ خواب ہو گیا ہے: مودن اپنے دو ہوناں ہاتھ اور پا اٹھائے
ہوئے دنارا۔ تمہیں کس نے ملزم رکھا تھا؟

"راس نے۔ احمد نے اپنے قریب کھڑے ہوئے نوکر ادمی کی طرف اشارہ کیا۔

ہام زمین پر بیٹھا ہاپڑا تھا۔ اس کے پیڑے کی جگہ سے چھٹ گئے تھے اور پھر کچھ

لبی لمبی نہون آلو دخرا شنیں تھیں۔

• یہ کون ہے؟ مورن نے نوکر آدمی کو گھوستے ہوئے پوچھا۔

• پارٹی کال لیڈر؟

• کیا بجواس ہے؟

• یہی جلد کچھ دیر پہلے مشرکا م نے بھی دسرا لامقا اس لیے میں برائیں مانوں گاویے تمہاری اطلاع کے بیجے عزم ہے کہ تم سب جسم دسید ہو چکے ہیں جنگلیوں تھے ہمیں چاہیں طرف سے گھیر لیا ہے۔ کلام آدمی چھوٹ نہیں بولتا۔

لاما لامہ اور بالکل پاگلوں کے سے انداز میں مورن کی طرف بڑھنے لگا اس کے لامقا اس طرح پھیلے ہو سختے ہیے مورن کا گا گھونٹنا چاہتا ہوا۔

• مشرکا م! گولی مار دوں گا اگر تم نے مورن کو ہاتھ بھی لکھا۔ احمد نے اسے لکھا۔ اور ہام کے قدم رک گئے۔ پھر وہ اس کی طرف مڑا۔ ہام کی ان تھیں خونخوار تھیں۔ اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔ لیکن وہ جسم سوال نظر آ رہا تھا۔

• مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں ہے مشرکا م۔ میں تو پارٹی کے لیڈر کے حق میں بول رہا ہوں۔ احمد نے کہا۔

• تم معدن سے بھی نہ یادہ پاگلوں معلوم ہوتے ہو۔

• احمد نے کوئی جواب دینے کی بجائے جہشی سے بولا۔ کیا تم باہر ملک کر اپنے شہر کی تصدیق کر سکتے ہو؟

• میں اندر چیرے میں ہر زاپنڈ نہیں کرتا پاس۔ سرم صحیح تھک۔ اسی صورت میں یعنی طارہ ملکے ہیں کہ خیجے سے باہر قدم نہ نکالیں۔ وہ ہمیں گھیر چکے ہیں لیکن صحیح سے پہلے جملہ نہیں کریں گے۔ احمد نظر میں دیتیکے کچھ جو چارہ اچھا کام ہے یہ ہو۔ تم تمہاری لیڈر شپ تسلیم کر دیں گے۔ الگ اس وقت خیجے سے باہر نکلنا کی تہمت کر لے گو۔ اور نہیں مشرک مورن اُنہم یا تمہارے

آدمی مجھے کبھی غافل نہیں پا سکتے۔ اپنی جگہ سے ایک قدم بھی ہٹ کر دیکھو کھوپڑی کا سوراخ سیٹیاں بجائے گا۔ ”

”تو اس طرح تم ہمیں ان جنگلیوں کے حوالے کرنا چاہتے ہو جو تمہارے بیان کے صطایق ہمیں گھیر رہے ہیں۔“ موردن غفران آیا۔

”کہا؟“ احمد نے قتنقہ لگایا۔ مگر مسٹر موردن تمہارے دو آدمی اسی وقت بھی کم ہیں۔ کیا تمہیں اس کے بارے میں تشویشیں نہیں ہے؟“

”کیا مطلب؟“

”کچھ بھی نہیں۔“ احمد کا الجھ سخت تھا۔ جوزت اور صفرہ! تم ان لوگوں کو جلد از جلد میزرسلح کر دو۔“

بہتھول نے احمد کو گاہیاں دینا شروع کر دیا تھا لیکن صفرہ اور جوزت نے ان کی چھوٹا سا لئے کر میزرسلح کر دیئے ہیں ویرہنی لگائی۔

”مسٹر نام کس خوشی میں چھوڑ دیئے گئے ہیں۔“ احمد نے کہا۔ اس کے ساتھیوں نے نام کی جاہد تھامی نہیں لیتھ۔

”یہ نہیں ہو سکتا۔“ نام دانت پسی کر غفران آیا۔

”لماں خود تم سے تو نہیں ہو سکے گا اس لیے دوسرے ہی تکلیف برداشت کو ہی گئے۔۔۔ جوزت ا۔۔۔“

جسھوئے نام کو الجھی ٹوٹ لانا شروع کر دیا اور اس کی جیب سے صرف ایک بڑا نکاری چاقو میرا در کر سکا۔

”اب جاؤ!“ احمد کچھ دیر بحد نا تھا اٹھا کر بلا۔ ان درجنوں کو تلاش کرو جو ہنہیں نے تھیں اس دہم میں بنتا کیا تھا کہ جنگلی ہمارے گورنگھیراڑاں رہے ہیں۔

”میں نہیں لے سکتا باس!“

ہم سڑھومن کیا تم اس کا مل عقل والے کو سمجھانے کی کوشش نہیں کر دے گے۔ احمد بولا
”تم اپنی صحت کو آواز دے رہے ہو۔ اسے یاد رکھنا۔“ محدث نے ”جھیں نکالیں
”میری بیارداشت بہت کمزور ہے اس لیے فوت کر لوں گا۔ جزو ت صدر بارہ جاؤ
وہ وہ فتنہ تھیں اس پاس کی جاڑیوں میں ضرور ملیں گے۔ اب تھیں انہاں تو ہوئی گیا بھاڑکا
کو بچل کون ”تجھوٹیں ہے؟“

صندوق ستر کو خفیت سی جنہیں ہے کہ جو نعمت کو باہر بچانے کا اشارہ کیا۔
امن کے دو فن مانعوں میں اب بھی دیوالہ مسجد ملتہ اور دکشی کی طرف سفر
بھی نہیں تھا۔ جو نعمت اور صدقہ باہر بچانے تھے۔ احمد محدث سے کہہ رہا تھا۔ ”تاریخ ایکیم ہے
حق کو یہ جو شکاری دوسروں لوگوں میں حواس پھیلانے کا باعث ہے۔“ تھیں یقین تقاریب
اوائیں میں کو جنگلیوں کے جنگلے ہی کی پیشیں گئی کہے گا وہ جانتا ہے کہ جب کئی ٹولیاں
کی شکافیں تلاش یہی نکلتی ہیں تو ایک شل دوسرا یہ کو اپنی کامیابی کی اطلاع دیتے کے
یہ پرندوں کی آوازوں ہی کا سہارا لیتی ہے لیکن تم حواس کیبلے پھیلانا چاہتے ہے تو
وہ خاموشی پوکر مورن کو گھوڑتے لگا۔

”پختہ رہو۔“ محدث بھترانی ہوئی آواز میں بولا۔

”ٹھیک ہے۔ میں اس کا جواب بھی رکھتا ہوں۔“ احمد سر ہلاک بولا۔ ”تم جانش تھے
کہ کہد کے سلسلے میں نہ کامن ضرور بپاہو گا اور یا مل یقینی طور پر تھیں ہی جنم تھے گا۔
کیونکہ اس کی دجوہات پہلے ہی سے موجود تھیں۔ لہذا تم نے یہ ایکیم پانی کو ڈھکیا ہی
وقت جب لاکٹ کا قفسیہ حصہ ہو۔ جنگلیوں کی آمد کا ملہٹ ہر جا سے اوس افرانگری
سے فائدہ اٹھا کر تم پہنچنے مخصوص ساختیوں کیست کسی طرف نکل جاؤ۔ کیوں کیا میں
خدا کہہ دیا ہوں۔“

”تم بخواہی کر رہے ہو۔“

تو پھر بھی درست ہو گا کہ تم محل بھائی کے لیے یہ بہنگا مرد بہ پانہیں کرنا ناجائز ہے تھے بلکہ مقصود یہ تھا کہ افراطی کے دوران ہام اور اس کے خصوصی ساختیوں کو چن چن کر مارڈا لو۔۔۔ آہا۔۔۔ یہی ہو سکتا ہے۔۔۔ درست لاکٹ حاصل کرنیشے کے بعد تم خیلے کی طرف والپس ہی کیوں آتے؟

مورن کچھ نہ بولا۔ وہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔

دفتا صدر اور جوز دادا بیویوں کو دھکیتے ہوئے اندر لائے۔

اگذ ہے احمد سکرایا۔ یہ ہیں وہ جنگلی جنہوں نے ہمارا ماحصرہ کیا تھا۔ مورن لاکٹ نکالو۔ درست سبک وقت دو گولیاں نہ تاری کھوڑتی میں ہو سستہ ہو جائیں گی۔

مورن کچھ نہ بولا۔ ہام کی انہوں میں دھشیا نے جنگل نظر اہمیتی۔ اس نے احمد سے پوچھا۔ اور میر اکیا حشر ہو گا؟

”اس کا فیصلہ یہ لڑکی کرے گی۔“ احمد نے ڈینی کی طرف اشارہ کیا۔

”نہیں نہیں۔“ ڈینی مفسطر بانہ انداز میں بولی۔ میں کسی کی ادائش دیکھتا

کہ نہ تارا لاکٹ ان دو گوں پر تباہی ہزروں نامے گا۔

”ہمیں ہمیں۔ میں سست دخون دیکھنے کی ہمت نہیں رکھتی۔“

”اس سہے چاری کو ہیاں کھینچ لانے کا کیا مقصود تھا ہام؟“

”یہ سوئ بتائے گا۔“ ہام نے مورن کی طرف دیکھ کر کہا۔ اسی نے مجھے اسی کا پتہ بتایا تھا۔ اور یہاں لائے کی التکیم بنائی تھی۔

”آخر کیسیں؟ لاکٹ تو تم دیاں بھی چھپیں سیکھتے رہتے؟“

”تجھے کسی ایسے لاکٹ کے وجود کا علم ہی نہیں تھا جو مورن کی دل چسپ کا باعث ہیں سکتا۔ وہاں اس نے مجھے سے صرف یہی بتایا تھا کہ یہ لڑکی بزری سے میں رفیعوں کی نشاندہ بی

لے لے دینے والے دینوں کے متعلق بہت کچھ تلاچا ہے۔
یہ راپ بھری قراق نہیں تھا اس نے مجھے کبھی دینوں کے متعلق
کچھ نہیں بتایا۔ بس وہ میری ماں سے خطا تھا اس لیے ہمارے ساتھ نہیں رہتا تھا۔
باور کو بخنا بہت مشکل کام ہے جتنی کہ بالپیں کے باپ بھی ایک درسے کو نہیں بخھا سکتے
گھر یہ لاکٹ۔ کیا تماری دامت میں اس کی کوئی اہمیت ہے؟

بہت زیادہ بکریوں کو وہ ایک مرتبے پر کا تقدیر تھا۔ ڈنیزی نے ٹھنڈی سائنسی
چند سچے خاموشی بھرپوری سلسلے اداز میں بدلی۔ وہ ہمارے ساتھ نہیں رہتا تھا۔ میری ماں تو
اس کی مشکل سبک دیکھتا۔ وادا وہ نہیں بھتی لیکن اس نے کبھی مجھے اس کی وجہ نہیں بتاتی۔ سخت ترین
تاریک حقیقتی کیمی، راپ سکھنے والوں یا ان مجھے اسی سے بڑی محبت حقیقتی میں افراد کے گھر جاتی رہتی
حقیقتی کو یہ بات بھی ملزم نہ ہونے پائی۔ ایک بار وہ بہت بیمار ہو گیا جیسے کی کوئی احمد نہ ہو
اسی نظر میں اس نے مجھے وہ لاکٹ دیا تھا اور استدعا کی حقیقتی کہ میں ماں سے ملے
ذکر کوں۔ لاکٹ کے لیے اس کی ہدایت حقیقتی کر میں اس وقت تک اسے دکھولن جب تک
کہ میری قادی نہ ہو جائے اس کے ساتھ ہی اس نے زور دیا تھا کہ میں کسی ایسے دوستی سے
شادی کروں جو اچھا جہاڑاں اور بامہمت ہو۔ یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں نے شادی سے پہلے
اس سکھوڑا یا کسی کو دیا تو وہ لاکٹ دو فن پر تباہی لائے گا۔ اس سے زیادہ میں اس
لاکٹ کے بارے میں اور کچھ نہیں جانتا۔

ڈنیزی خاموش ہو گئی۔ اور رحمتی مورن کو گھومتے رہا۔

”مجھے جواب دو مورن۔“ اس نے کہا۔ لیٹ کی کو تم بیان کیوں لائے تھے؟“
”تم میری زبان سے کچھ بھی درسن سکو گے کاش میں نے سب سے پہلے نہیں ہی تھکلتے لگایا تو“
”نہیں یہ کبھی نہ ہو سکتا میر مورن۔ لوگ ٹوٹا تھے اچھے تجھ کو صفات کو دیا کرتے ہیں۔“
”تم کون ہو؟“ نام نے بھرا ہوئی آفیزیں پوچھا۔

میں اس بھی کام خوب رہیں جو غائب کیجیا تھا پس اب میں... اصل اگر میران بھی بھی تو
سرپر ما انقدر کار در سے اگی زندگی بھر ۔

محمدی کچھ بھی نہیں اگر اتنا کہ اب یہ حورت ہوگی۔ میران کام کا ساتھ دے گا یا
مخدن کا؟ پوپٹ سیور سے روائی اسی شرعاً پر ہونا حقیقت کہ وہ لوگ جزیرہ نماں میں پہنچ
کر مل کر کوئی کار در سے اگنے لگائیں سمجھ گریخلا میران کو اس شرعاً سے کیا دل پسپی پہنچی۔ وہ تو صرف
ناپاہتا تھا۔

توہ مو سیکلکے بھی اس پر زد بھیں دیا تھا کہ شرعاً پوپٹی بھی کی جائے۔ ویسیکھنی کا
اعتراف کر پوپٹی طرح ان کے قبیلے میں تھا۔ ہو سکتے ہے اسے علم ہی درہ ہا ہو کہما ملکرنے
کی شرعاً اظہر پڑا تھا؛ ان کا تابع فرمان رہنے کی بدایتی دی تھی۔ بحال صدر جائما
لتفاً کروہ مونیکا کے علاوہ اول کسی کی کوئی بات نہیں مانتے گا۔

مگر یہ تو بعد کی باتیں تھیں۔ فی الحال اس نئی الجھن سے عمودہ برآ پہنچا مشکل نظر
اُر بات تھا۔ پارٹی ڈیزی کمیت باشیں افراد پر مشتمل تھیں لیکن اس وقت متبرہ آدمی اپنے کام
اٹھاتے کھڑے تھے اور میران کے نام تھا جیسی روایا اور تھے۔ ان متبوہ افراد کو اس طرح
قابلیں دکھنا کہ وہ اُنہوں ان کے پیسے کام بھی کرتے رہیں قریب قریب ناٹھن ہی
تھا۔ اب صندھی سوچ رہا تھا کہ دیکھنے سے میران کی الیکٹو پوپٹی کیا تکلیف کھلا تی ہے۔
دھستاً مونیکا نے کہا ”مورن کو اس فرادری کی مناصب ملنی چاہئے۔“

فلات کا دیرتا

- ”تم کا خوب کون ہے؟“ مورن حقن پھاؤ کر دیا۔
 ”اگر میں خود کو ظاہر کر دوں تو تمہارا دم نکل جائے گا۔“
 ”میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ دم کیسے نکلتا ہے۔“
 ”یہ دیکھنا ہے تو پاپیخ چھوپھول کے باپ بن جاؤ۔“ عمران بول پڑا
 ”کھل ختم ہونا چاہتے ہے۔“ مونیکا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا ”میں نام کے حق میں چلا۔“
 ”تب پھر ہمیں صرف چھوٹے آدمیوں سے پہنچا پڑے گا۔ پاپیخ ہی مورن کے خاص
 آدمیوں میں سے ہیں۔ لبقیہ مرغوب ہو گئے تھے لیکن نام کو اس کی اجازت نہیں
 ہو گئی تھی کہ وہ ان چھوٹے آدمیوں کو کسی قسم کا لفظان پہنچائے۔“
 ”مجھے تم لوگوں کی برقرار ر منظر ہے۔ نام سر طالکر بولا۔ لیکن لاکٹ اسے والپس کرنا پڑے گا۔“
 ”لاکٹ اس وقت اس کے پاس نہیں ہے۔“ عمران بولا۔ فکر نہ کرو۔ وہ بھی مل ہی جائے گا
 اچھا دوست مورن۔ اب تم ہمارے قیدی ہو۔“
 مورن کچھ نہ بولا۔ عمران کے اشارے پر صدر اور جوزف نے چھوٹے آدمیوں کے
 لئے باندھ دیے۔
 ”خدا کے لیے مجھے والپس بھجوادو۔ اب کیا ہو گا۔“ ڈریزی سکیاں سے بھی تھی۔
 کوئی کچھ فرزو لا۔ جتنی کہ مورن اور اس کے ماں تھی بھی خاموش تھے کچھ دیر بعد نام
 نے پھر لاکٹ کا تذکرہ جھپڑیا۔
 ”مجھے علم ہے کہ لاکٹ اس نے کہاں چھپایا ہے۔“ عمران نے کہا۔
 ”ہم خرچتھیں ان سب باقوں کا علم کیسے ہوا تھا۔“ نام نے پوچھا
 ”مورن کا خیال تھا کہ اس پارٹی میں جرمن زبان کسی کو بھی نہیں آتی اس لیے وہ اپنے
 ان دو آدمیوں سے جرم میں گفت گو کیا کرتا تھا۔ اس نے بیان پختہ ہی لاکٹ اڑانکی
 اسکیم بتائی تھی۔ ان دونوں آدمیوں پر اسے شاید پورا پورا اعتماد ہے۔“

اب مجھے پاؤ پڑتا ہے کہ یہ پانچ مورن ہی نے ہبھا کیے تھے۔ نام بولا تیرے خدا۔ اتنا بڑا فراڈ۔ گویا میری حیثیت اس سے زیادہ نہیں تھی کہ میں ان لوگوں کے یہ تھنی نمیا کر دیں۔ مودن نے مجھے اسی لیئے ساختی بنایا تھا ورنہ انہیں کشتنی کہاں مل ملکیں؟“

”تو مدن ہی نے تھنیں اس بھرپور آمادہ کیا تھا۔“
”قطیع۔ عذر میں قرآن و رکتوں کو حماقت کھھاتا تھا۔ اسی کے خیال دلا۔ سچ پر میں نہ گھپکے مسلسل چجان بینیں کی تھیں اور مجھے معلوم ہوا تھا کہ وہ کسی نسل میں بھرپور قرار تھا۔“
”گھپکے کہاں؟“

”ڈینی کے باپ پاک نام گھپکھا۔“

”خیر خشم کرو۔ اسی لئے کر۔ کیا تم بقیہ اور میں پر اعتماد کر سکتے ہو؟“ گران نے پہنچ آواز میں کہا۔ غاباً مقصود ہمی تھا کہ سب سن لیں۔

وہ آدمی جو کے انتہا نہیں باندھے گئے تھے گڑا گڑا نے لگے انہوں نے کہا کہ وہ کچھ بھروسہ نہیں سکتے تھے۔ ان کے لیے فیصلہ کرنا دشوار تھا کہ وہ کسی کا ساختہ رہیں۔ حقیقتاً وہ یہیں اسی دیریت میں جمگڑا۔ انہیں کرنا چاہتے تھے انہوں نے وہ کیا کہ اب وہ نام اپنی کو نہیں کھجھیں گے انہوں نے یہ بھی کہا کہ انہیں ایسے جمگڑوں سے عزیز ہی کیا۔ وہ تو محتشوں معاشرے کی لاپوں میں بیان چلے گئے تھے۔

”نہیں۔ میں نہیں نہیں بتتا چاہتا۔ میں تو اب وہ اپنی ہی میں سبھ کی بہتری دیکھتا ہو۔“
 مجھے بحید اشتوں ہے کہ میں نے مدن کے جمال میں بھنسی کر اس بچے چارہ میں روکی کو درفلایا۔ پہنچنے کا کیا مقصود تھا۔

وہ خاموش تھا کہ مورن کو گھوڑے سخن لگا۔ پھر لوٹا۔ تم وہ لا کر کی کسی نہ کوی طرح وہاں بھی واصل کر سکتے تھے۔ خود اسے بیان ساختہ مانش کی کیا صرفوت تھی۔“

”سوچتے رہو!“ مودن دھشائی سے سکرا یا۔ میری زبان سے اس کے متعلق تم ایک

لفظ بھی نہ سن سکو گے۔"

پھر اس نے مران سے کہا "تم نے اس سورپ اعتماد کر لیا ہے۔ ذرا لاکٹ اس کے ہاتھ گئے دو۔ پھر وہ بیکھنا۔"

"لاکٹ یہ کیا ہے؟" مران نے پوچھا

"میں کہہ چکا ہوں کہ کچھ بھی نہ بتاؤں گا۔ تم خابا جانتے ہی ہو کر وہ کہاں ہے خود دیکھو لینا۔"

مران نے لاپ دائی سے شانوں کو جنبش دی اور مو نیکا کی طرف صڑکیا۔ وہ مردانہ بامی میں تھی اور سرپرہ پرستے کا خود اس طرح منڈھا ہوا تھا کہ بال جھپٹ کئے تھے یہ تو بہر مران نے اسی لیے کہتی کہ مو نیکا کے بال نہ کاشنے پڑیں۔ وہ نہ پہنچتا تو اس نے کہا تھا اگر اسی ملک اپ کے لیے باں تر شوانا ضروری ہو جائے گا۔ مو نیکا نے اس پر کما دگی بھی خاڑی کی تھی۔ تکھ پھر شاید مران کو اس پر رحم ہی آگیا تھا۔

مران نے تو انہی دلنشت میں بجلائی ہی کی تھی لیکن اسے کیا کہا جائے کہ مو نیکا تو دہی بالوں سے تیک اقٹی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ چھڑے کا خود چڑھنے سے تو یہی بہتر تھا کہ بال کشوادیے جاتے۔ پر اب فشکا یت کرتی رہتی تھی کہ سورہ دے پھٹا جا رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بالوں کی جڑوں میں سوئیاں چھبڑی ہیں۔ اس وقت اس نے مران اور صدر کو الگ بیجا کر کہا۔ اگر اپ میں خود کو ظاہر کر دوں تو حالات بدلتے ہیں۔"

"کیسے حالات؟" مران نے پوچھا۔

"ہام کی طرف سے اطمینان ہو جائے گا۔ خدا شہ باقی نہ رہے گا کہ وہ ہمیں دھوکا بھی دے سکتا ہے۔"

"اگر خس بنا دے پہ؟"

”اگر اس سے میری اصلاحیت معلوم ہو جائے تو وہ کسی دفاوار کرنے کی طرح میے پیچے دم ہلاتا پھرے گا۔“

”پیچے ہی کیوں ہمیں بتایا تھا کہ تمکے پیچے دم بھی ہے۔“ قرآن نے تشویش کر لجئے میں کہ ”ضنوں بجواس مست کرو۔“ مونیکا جنگلہ کی۔

قرآن چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ ”پھر اس سے صراحت کار نہیں ہے کہ تم کیا کرو گی۔ بہر حال یہ سفر بوناکے لیے عادی رہنا چاہئے نہ کہ کسی خدا نے کے لیے۔“ پھر خدا نے سے کیا سرد کار؟

”ہم چار ادھی یہ سفر جاری نہ رکھ سکیں گے۔ اس پیچے ضروری ہے کہ ان تمام لوگوں کو ساقر رکھا جائے۔ ہمیں پارہ داروں کی ضرورت پیش آئے الیں ایسے لوگ ہدکار ہوں گے جو جنگل میں راستے بن سکیں۔ یہ پارہ پورے انتقامات کے ملا جائیں گی۔“

”لیکن عذر و دعویٰ۔“ مونیکا کچھ سوچتا ہوئی بولی ”اہمی قابو میں رکھنا احسان کام نہ ہو گا۔“ انہی راذ ظاہر ہو گیا کہ ہم کسی دوسرو سے مقدمہ کے تحت سفر کر رہے ہیں۔

”انہیں حکوم کیجئے ہو گا کہ ہم کسی دوسرو سے مقدمہ کے تحت سفر کر رہے ہیں۔“

”کیا یہ ضروری سمجھے کہ ان کی اور بھاری را ہمیں ایک بھی ہوں۔“

”ان سے بھارت کی ایسی کوئی راہ ہی نہیں سمجھے۔“ قرآن نے مالو حادث انہاڑ میں کہا ”کیوں یہ کچھ کہا جا سکتا ہے؟“

”اگر جو تلوہون جلد بازی سے کام نہ لیتا۔ کام کو اس سے ہی بتایا تھا کہ جو یہ سے جی پہنچ کر لڈ کی خدا نے کی تشا اندر ہی کو سکے کی نہیں حقیقتاً اسے لا ک کی اندر بھی کیوں کہ شاید لا کٹ ہو، اس سلسلے میں رہنا ہی کر سکے گا۔“

“تم جانتے ہو اس نے لاکٹ کھاں چھپا نیہے ؟
 ” وہ اس وقت میری جیب میں ہے۔
 ” کیا عتیقی ہے کہ موردن نئے اسے کھول کر دیکھانے ہو گا ؟
 ” موقر ہی نہیں مل سکتا تھا اسے اس نے لاکٹ کھینچنا تھا لڑکی چیخی میں ادھام
 اٹھ کر بجا کا تھا۔ یہی پھر سکھا ہے کہ موردن اچاک اسے دیکھ کر زور دس ہو گیا۔ یہی
 وہ خدا سے ختم کر دینے کی ایکیم تو پھیلے ہی سے بناد کھی تھی۔ بہر حال یام کو دیکھ کر
 اس نے لاکٹ ایک جگہ چھپا دیا تھا۔
 ” اور تم نے شروع ہی سے اس پر نظر رکھی تھی ؟
 ” زور کھی ہوتی تو اس وقت حالات درسرے ہوتے۔ عمران نے کہا اور
 کھو سوچ میں پڑ گیا۔

لبقیہ دات بخیر و خوبی گز ری ہتھی نیکن ان میں سے شاید ہی کوئی صویا ہو۔
ایسی اجرے میں دھند لائہٹ کی ہلکی سی آہمیت رشا باقی ہتھی۔ صفرہ خیجے تے باہر نکلا تو
اسے ایسا محسوس ہوا جیسے ساری تھکن کیک بیک غائب ہو گئی ہو۔ ہوا خوشگوار
ہتھی اور افتن میں پھیلنے والی ہلکی سی سرخی بڑی بھلی لگ رہی ہتھی۔
وہ چنان کے سرے نک چلا آیا۔ خیجے ساحل سے بلندی پر نصب کیے گئے
مقصید غالباً پھی تھا کہ گرد و پیش پر نظر رکھی جا سکے۔
صفرہ نے ایک سگٹ سکٹ ڈالا یا اور چنان کے سرے پر بھیٹ گیا۔
اس کی سمجھ میں نہیں اُرنا تھا کہ عمران آخر اس سچوشن کو کس طرح کنٹرول کرے گا
ہام اور ہوریں دلوں ہی خطرناک بنتے۔ دو دس سکھے پر اس سے گفتگو کرنا چاہتا تھا ملکن
اجھی نک کوئی ایسا وقہ ناٹھ نہیں اُسکا تھا جب موئیکا اجھی مالکوں ہوتے۔ اردو میر جی گفتگو ہوئکن
ہتھی نیکن موئیکا جان کو آجائی۔ جیسے ہی اردو میں گفتگو شروع کرتے وہ چینیتے لگتی۔

ظہرات کا دیرہ

"یقیناً تم لوگ میرے خلاف کوئی سازش کرو گے۔" بس بات جہاں تھاں رہ جاتی۔ صدر نے ایک طویل سانس لی اور سگرٹ کے بلے پہنچ لینے لگا۔ اجائے کام لگبھپاں دور ہوتا جا رہا تھا اور افتنگ کی سرخی پچھے سے زیادہ گردنا ہو گئی تھی۔ دفتار خیول کی جانب سے شورستاں دیا۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے سب بیک وقت بولنے لگے ہوں۔ پھر جزو دکھائی دیا جو تیری سے صدر ہی کی ٹھٹ آ رہا تھا۔ قریب پہنچ کر اس نے فوجیوں کے سے انداز میں ایڈیلیں بجائی تھیں اور سیدھا کھڑا ہو گیا تھا۔

"کیا بات ہے؟" صدر نے پوچھا

"عورت! جزو نے بسوار نے کے سے انداز میں منہ بنایا
کیا مطلب ہے؟"

"اس عورت نے بیان بھی سمجھا نہ چھوڑا جیسے میں ما سڑ ٹوٹی کہتا تھا۔
اوہاں! کیا وہ عورت بن گیا۔؟"

"میں اسے سپند نہیں کرتا مسرط صدر۔ لیکن باس کو کون سمجھاتے۔ آخر اس منحوس عورت کو بیان لانے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کی روپیہ کی ہڈی سستتری کی حکملکی پیٹی ہوئی ہے۔ ایسی عورت نی منحوس ہوتی ہیں مسرط صدر۔ تباہی لائے گی وہ۔ سولہویں کا چاند ہونے والے خود دیکھ لینا۔ وہ چمکا دڑ جھپٹے گی اس پر جو ادھی کال اور آدمی سعید ہوتی ہے..... ہوں گا در....."

اس نے انھیلوں سے کراس بنایا اور ہٹوٹوں ہی ہٹوٹوں میں کچھ پڑبڑا تارہ۔ صدر نے سگرٹ کے آخری کش لیے اور اسے اچھا نہ سوا بولا۔ "کیا وہ ان سب کے سامنے آگئی ہے؟"

"اگئے اور وہ اس طرح خوش ہو رہے ہیں جیسے اس سے ناچنے کو کہیں گے۔"

کام اس کے گرد نایج رہا ہے اور مورن کہتا ہے کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں ہی سے قفل کر دے۔ یہ سکتے کے پلے خود کو مرد کہتے ہیں۔

"تمہارا باس کیا کر رہا ہے؟" صفر نے پوچھا

"وہ عبادت میں مشغول ہو گیا ہے۔" جوزف نے بڑی عقیدت سے کہا

عبادت کا مطلب یہی تھا کہ گران سر کے بیل کھڑا ہو گیا ہو گا۔

"جو پھر بھی ہو رہا ہے بہت بڑا ہے۔" جوزف نے خود بڑی دیر بحد کہا۔ مورن نے مورن اور اس کے ساتھیوں کے لائقہ خلوادیہ ہیں۔ مورن اور ہام نے سمجھوئے کہ رہا ہے۔

"یہ اچھا نہیں ہوا۔" صفر نے ہٹتا ہوا بولا

"کوئی نہیں جانتا کہ ان جھگلوں کے بیچے کیا ہے۔" جوزف نے دوسری طرف گاؤخ اٹھا کر کہا۔ باس نے اگر دھوکا کھایا تو ہماری بڑی بندگی پتہ نہیں چلے گا۔"

صفر بھجوں کی جانب چل پڑا تھا۔ جوزف کہتا رہا "نہیں کہا جا سکتا کہ ادھر کیسے لوگ ملیں گے۔ فبھے اس جھکل سے خون ہی خون کی بوآری ہے پھری رات وہ آدھر سن کر توہینیں یہی کچھ تھا کہ میں ان لوگوں کو سمجھ سکوں گا۔ مگر وہ توہورن کا فرازو تھا... ادھر... مگر لاکٹ کا کیا لفظ تھا میر صفر؟"

"بھی نہیں جانتا۔ اس نے مجھے نہیں بتایا تھا۔" صفر نے جواب دیا

جیسے میں بھخ کر اس نے مومنکا کو اپنے اصلی روپ میں دیکھا اور وہ سب بھر خوش نظر آئے۔ البتہ گران ایک بُر شے میں بُر اس منہ بُرائے بیٹھا تھا اور دُربَری بھی اسکے قریب ہی بھی اب معلوم ہوا تھا جیسے یہ دُر لیں دوسروں سے بیزار ہو گر امگ جا بیٹھے ہوں۔ "اڈا اڈا۔" تم لوگ کہاں تھے لیڈی مومنکا کے غصوں ساتھیوں اور مورن کا لھذا اٹھا کر بولا۔

"تم اب جان سے بھی زیادہ پیار سے ہو۔"

صفر نے مومنکا کی طرف دیکھا جو ایسے ہی انداز میں کھڑی ہیں جیسے وہ

سب اس کے غلام ہوں۔

چپر صدر عمران کی طرف پڑھ گیا۔ اس نے مورن کی گرم جبوشی پر سر کو خنیف سی جنیق دی تھی۔ بجود فہم تھا وہیں کھڑا رہا۔

ڈیزی عمران سے آہستہ آہستہ پوچھ پڑی تھی۔ بتاؤ یہ عورت کون ہے کیا وہاں نوں کیا چولپڑت سعید میں بڑی شہرت دلخت تھی۔

”خدا جانتے۔“ عمران بڑا پڑا یا۔ اگر کچھ ڈیزی بجد میں جبی عورت ہو گیا تو دنیا کا لفڑ
بدل جائے گا۔“

”تم نہیں جانتے تھے کہ یہ کوئی عورت ہے۔“

”جاننا تو مرہی گیا ہوتا۔“

”کیوں؟“

”عورتوں سے درست ہتھیا ہے مجھے۔“ عمران ایک طرف لکھتا ہوا بولا پھر صدر کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

”بھیٹھو بھیٹھو۔ تم یہاں بھیٹھو۔ میں ذرا اپنی یادداشت درست کراؤ۔“
ڈیزی اس سے جانتے و بخیخت رہی جب وہ باہر نکل گیا تو اس نے صدر سے پوچھا۔ ”تم اسی کے ساتھیوں میں سے ہو؟“

”ہوں!“ صدر نے لاپرواں سے جواب دیا

”یہ کیا آدمی ہے؟“

”اسی سے پوچھنا۔ میں نہیں جانتا... لیکن کیوں؟“
کچھ نہیں۔ اس کی یادیں عجیب ہوتی ہیں۔ میری کچھ میں نہیں آتیں اب وہ اپنی یادداشت درست کرنے گیا ہے۔ تیکا مطلب ہوا اس کا۔“

”موسویو صدر!“ نوں کیا نہیں لئے آواز دی اور وہ ڈیزی کی بات کا جواب

دستے بپر اس کی طرف درڑ گیا۔

”قریب آؤ۔ مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔“

صفر آگے بڑھ گیا۔ مونیکا چند لمحے اسے مخذل سے دیکھتی رہی پھر بولی
اُسے سمجھاؤ۔“

”کسے سمجھاؤ؟“

”اپنے ساختی کو۔ کبھی وہ ہوش کی باتیں کرتا ہے کبھی پاگلوں کی سی۔“

”میرا خیال ہے کہ تم خود ہی بہتر طور پر سمجھا سکو گے۔ اب یہی دیکھو وہ جو
رات ایک دوسرے کے خون کے پیاس سے ہور سے تھے اس وقت ...“
مشش! میں اس کی بات کر دی ہوں۔ کیا مجھے اس کے متعلق کچھ بتا سکو گے؟“

”کیا پوچھنا چاہتا تھا ہو؟“

”کیا تمہیں اس کی لیڈر شپ پر پورا پورا اعتماد ہے؟“

”قطیعی فیر ضروری سوال ہے۔“

”موسیو صدر میں الحجہ میں ہوں۔“

”خفتگو اتنی آسنگلی سے ہو رہی تھی کہ دوسرے نکاوازوں کے سچنے کا امکان نہ تھا
وہ دوسروں کو الحجہ میں مبتکار لختے کا عادی ہے اس کی اصلاح ناممکن ہے
وہ جو کچھ بھی کرتا ہے اسے سمجھنے نہیں تیار ہے کچھ کر گزتا ہے تو بات کچھ میں آتی
ہے۔ ختماً شاید الحجہ اس نے تم سے یہی نو کہا تھا کہ وہ اپنی یادداشت درست
کرنے جا رہا ہے۔ اسی کا مطلب سمجھادو مجھے۔“

”مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ تم سکھوں کی یادداشت درست کر کے نہ رکھے۔“

”کیا مطلب؟“ مونیکا نے کہا اور پھر میک بیک اچھل بڑی یہ آوانہ
کیسی ... اودہ!“

اور پھر صفر نے اسے تیزی سے آگ کے پڑھ کر باہر نکلتے دیکھا۔ اس کے بعد جی بائی پر
آگئے مونیکا اس چنان کی طرف دوڑی جا رہی تھی جہاں سے ساحل نظر آتا تھا۔

"اوہ۔ یہ کیا؟" الفاظ جیخ ہی کی شکل میں زبان سے نکلتے تھے۔

چنان کے سرے پر دک تر وہ دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے جیخ رہی تھی۔ "اوہ، یوں نے یہ کیا ہو رہا ہے؟"

درخانی کشتنی سوزن رکا سینہ حیرتی ہوئی آگے پڑھتی جا رہی تھی پھر وہ جیخ نے لگے
صفر دو چکدیا تھا میکن پھر جی آٹا ہوش تو تھا ہی کہ وہ اپنی اور جوزف کی مسلمانی
کی فکر کر رکھتا۔ وہ صب حلنچاڑی پیارا ڈکر جیخ دیکھتے تھے صفر نے جوزف کا ہاتھ پکڑ
کر جیخ کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ وہ ان کے سنبھلنے سے پہلے ہی اسلام
کے ذمہ سے پوچھنے کر لینا چاہتا تھا۔

پتہ نہیں عمران کو کیا سوچی تھی۔ غور طور پر صدر کی سمجھی میں نہ اسکا۔ اسے تقاضا
بچاؤ کی فکر تھی۔ وہ جانتا تھا کہ ابھی یہ لوگ پاکی ہو جائیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ مونیکا بھی
انہیں کام ساختھے۔ عمران سے حکمت ہی ایسی سرزد ہوئی تھی۔

جیسے ہی پہنچ کر انہوں نے اسلام کے ذمہ سے پوچھنے کر لیا صفر نے ایک ٹایکن
اٹھائی اور جوزف سے کہا "تم ہمیں بھڑو۔ میں انہیں جیخ سے سے دُرہی رکھوں گا۔"
"مگر صدر صدر یہ سو اکیا ہے؟"

"تمہارا یا من کشتنے کے بھاگا۔ اب وہ ہمارے خون کچھ پیا سے ہو جائیں گے۔"

"مگر باس نے ایسا کیا ہی کیا؟"

"اوہ ختم کرو۔ انہیں اصل جس سے دُرہی رکھا ہے۔ پوشتیار رہنا۔ صدر
نے کہا اور باہر نکل آیا۔

وہ سور چاٹتے واپس ہو رہے تھے۔ صدر پر لفڑی پڑتے ہی انکے جوش خود کا

میں اور خدا فر ہو گیا۔

”ھھرو!“ صدر نے ٹانی گن کو جنتش دی۔

وہ تو رک گئے لیکن ان کی زبانیں نہ رکیں۔ حلق پھار پھر سختے گا یاں وہ رہے تھے۔ وقتاً مونیکا اگے بڑھ کر جسی: یہ کیا، ہیوو گی ہے.... ایسا کہیں ہوا....؟“
”انہیں چپ کراؤ۔ میں تمہیں تمہانے کی کوشش کروں گا۔“ صدر نے چیخ کر کہا۔
چینا بیوں پڑا تھا کہ اس شور میں اس کی آواز مونیکا تک پہنچ سکے۔

”بمشکل تمام وہ خاموش ہوئے اور مونیکا پھر صدر کی طرف مرڑی۔

”وہ اپنی یاد و اشت درست کرنے لگا ہے۔“ صدر نے کہا۔

”کیا مجکہ اس ہے؟“

”اس نے یہی کہا تھا تم خود بھی سن چکی ہوئے تم دونوں کہاں چلے۔ اپنی جگہ پر بھرو۔“

وہ دونوں آدمی دک گئے جو بھیرے کٹ کر کیا اور طرف نکل جانا چلتا تھا۔

”کیا تم یہی اسی کی طرح پاکیں ہو گئے ہو۔ ٹانی گن زمین پر ڈال دو۔“ مونیکا نے نرم لمحے میں کہا۔

”اس سے زیادہ غلطمندی مجھ سے پچھے کبھی نہیں بہر زد ہوئی۔“ صدر مسکرا یا۔“ اگر

تم اسی بھی خفتہ کرتا تو یہ بھرپریے پل بھر میں ہماری تکھا بولی کر ڈالتے۔“

”آخر مقصد کیا ہے اس کا؟“

”وہ ہمیں یہاں چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ والپس آئے گا۔ کہیں لگایا ہے؟ اس سے آنا ہی لام جی بھی ہوں جتنی کہ تم موسکتی ہو۔ ان لوگوں کو بھاڑ اور قابو میں رکھو۔ وہ

والپس آئے گا۔ اور ہم نے جو پچھلی بھی کیا ہے ذاتی تحفظ کے لیے کیا ہے۔“

”اگر کوئی اسکیم ہتھی تو اس نے مجھے اس کاہ کیوں نہیں کیا۔“

”تم سے پہلے مجھے اس کاہ کرنا چاہئے تھا۔“ صدر بولا۔

”نیز ختم کرو۔ مجھے بھی یقین ہے کہ وہ کم انک مجبے دھوکا دینے کی کوشش نہیں کر لے گا
تمامی گن زمین پر ڈال دو۔“

”اس کی والپی سے پہلے نامہکن ہے مونیکا۔“

”تم مجھے حکم دو مونیکا۔ میں اسی سے گن چھیننے لیتا ہوں۔“ مونیکا بڑھ کر بولا

”اپنی شامت نہ بلاو۔۔۔ تجھے ہٹو۔“ صندر غرتا ایسا۔

”نہیں ہے مونیکا نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔“ اس کی ہڑورت نہیں ہے۔ مجھے یقین
ہے کہ وہ دالپس آئے گا۔ اور اسے بھی اپنا دشمن نہ کھجو۔ اس نے مجبوراً ایسا
کیا ہے۔ خود مجھے اس فتنت سے غصہ آایا تھا کہ ان دونوں کی وحجمیاں اڑا
دیتی۔“

کوئی کچھ نہ بولا۔

صندر نے انہیں اس نیچے میں جانے کو کہا۔ جہاں صرف کھلنے پہنچنے کا
سامان تھا۔

اس نے انہیں تو کسی حد تک مطلعن کر دیا تھا لیکن خود عمل ہی دل ہیں گمراں کو
بڑا بھلا کھنار ہے تھا۔ اس حققت کی بھی سند نہیں تھی۔ خود بھی خطرے میں پڑا تھا
اور انہیں بھی خطرے میں ڈال گیا تھا۔ مقصد کچھ بھی رہا ہو ستر لین کا صدر کی
دانست میں لخوتا۔

کچھ دیر بعد مونیکا بھر تھیے سے برآمد ہوئی۔ وہ تہنا تھی۔ صندر ایسی جگہ
کھڑا ایسے کی گمراں کر رہا تھا جہاں سے چاروں طرف نظر رکھ سکتا۔ وہ اچھی طرح
جانا تھا کہ ذرا سی بھی غلطت جنم ہی میں پہنچا دے گی۔

”دیکھو صدر! یہ بہت برا ہو رہا ہے۔“ مونیکا نے کہا

”پھر تباو میں کیا کرو۔ وہ قوائی قسم کا آدمی ہے۔“

"اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ تم دونوں کی زندگیاں خطر سے میں پڑھائیں گی۔"

"وہ خود خطرات کا کیڑا ہے اور اپنے ساھنیوں کو بھی ایسا ہی دیکھنا چاہتا ہے۔ اسے تم سمجھتا تو نکھلاؤ پاؤ گی لیکن اس کے ساھنیوں کو اسی طرح جاذب رہتا پڑتا ہے جیسے تلوار کی دھار پر چل رہے ہوں۔ آہا... نٹھرو... قریب آؤ... میں تھنڈیں بتاؤں۔"

صہر نے خوس کیا کہ مونیکا پچھا رہی ہے۔

دروازه موسی

بُحُومٰت ... می ڈریں گے ہے مونٹکارنے چھپھل کر کھا اور اس کی طرف

مشهدتی حلی آن

"دیکھو! کیا یہ ضروری ہے کہ تم اسی جگہ انسے ہوش جہاں سے ہمیں سفر شروع کرنا ہے؟" صدرتے آہستہ سے کہا۔

”یقین کے ساتھ ہنس کہا جا سکتا۔“

” یہ لوگ اپنی ماہ کا تعین بھی نہیں کر سکتے ہی کیونکہ اس کا انحصار لاکٹ پر تھا۔ ”

二

”ہمارا سماحتی جانتا ہے کہ سفر کیاں سے شروع کرنا ہے۔ یکروز نہ تھا میرے
کامنڈ اسٹ میں راء کی شنازندگی موجود ہے لیکن وہ بیان اترنے سے پہلے انہیں مشورہ
پہنچنے کے سکتا تھا۔“

"ماں جیلو... یہ بھی درست ہے۔"

"اب اسے یہ ظاہر کرتا ہے کہ اکٹ والے نقشے کے مطابق سفر چاری ہے اس لیے کیا یہ حضوری نہیں ہے کہ پیغمبرؐ سے درجگہ دریافت کریں جائے جہاں

سے صفر قدر و سر اور ادا و نلا ہر کوتا تو مورن اور ہام بھی ساختہ جاتے پر بعد ہوتے اور انہیں کبھی طرح بھی نہ رکھا جاسکتا۔ لیکن ان کی موجودگی میں بھلا تھا اس کا خذالت کیجیے تکالے جا سکتے۔ ان کا خذالت میں راہ کی شاندیہ کسی تقشہ کی شکل میں نہیں کی گئی بلکہ اس کو بیان ایک سفر نامے کی صورت میں کئی صفات پر مشتمل ہے پھر تباو اپنیں کیجیے یقینی دلایا جا سکتا۔ کہ اتنے صفات اس شخچے سے لاکٹ سے برآمد ہے ہوں گے بات صحیحہ رہی ہونا میری ؟ ”

مونیکا نے ایک طویل سالسہ لی۔

”حقوقی دریتک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔

”ایسا آدمی آج تک میری نظر وہ سے نہیں گزرا۔ تم ٹھیک کرنے والی بات ہو گی۔ مگر پھر وہ اتنا احتی کیجیں نظر آتا ہے۔ یہی خود شہ رہتا ہے کہ کہیں کھلے بڑی حماقت نہ کر سکتے۔“

”احتن بھی ہے۔ صندل سکرایا

”اس کی حرکتیں مجھے غصہ دلاتی ہیں۔“

”ان کی طرف دھیان ہی نہ دو اوہاں ...، ھڑرو ... کیا تمہیں یقین ہے کہ مورن اور ہام تمہیں دھوکا نہ دیں گے؟“

”یہ صحیح پڑھوڑ دو۔“ مونیکا مسکراتی۔ ”مرکش تو یہ مرد بھی ان قدموں پر جک جاتے ہیں۔“

”تب تو میرا ساختی یقینی طور پر تمہارے یہے کافی تکلیف ہے ثابت ہو دہا ہو گا۔“

”میں اسے آدمی ہی نہیں سمجھتی۔“ مونیکا نے بڑا سامنہ بنایا کہ کہا۔

”صندل خاموش ہو گیا تھا۔ مونیکا بھی پچ پچاپ کھڑی کچھ سوچتی رہی۔

”یک بیک اس نے مسکرا کر کہا ”تم خواہ جزاہ نہ پیشان سرو ہے ہو۔ اگر ہمیں نے اشارہ بھی کرو دیا ہوتا تو وہ تمہیں اس حال میں بھی زندہ نہ چھوڑتے۔ نجیگے کے اندر ایک رائفل موجود ہے کچھ راؤ مذہبی پیس۔ موردن بعدن تھا کہ تمہیں گورنی مارنے کے لئے گھر میں نے روک دیا۔“

”اُنہیں میں ٹامی گن تمہارے حوالے کر دوں۔“ صندر مسکا یا۔
”اور تم شاید جھوٹے نیچھے ہو۔“ مونیکا نے جھلائے ہوئے لیجھے ہیں کہا اور پھر موردن کو آواز دے کر کہا کہ وہ رائفل سمیت باہر آجائے۔
موردن نے دیر نہیں لگاتی۔

پچھے اس کے ٹاخوں میں رائفل بخی
مونیکا نے کہا کہ وہ ایک ہوائی فائر کر کے اسے دکھائے۔
صندر اتنا احتیح نہیں تھا کہ ہوائی فائر کا منفرد بیچھے کے لیے ہمہ تن قوچہ
پوچاتا۔ اسے لیقین نہ کا کہ موردن اسی پر فائز کرے گا۔
مگر ایسا نہیں ہوا۔

وہ پچھے پچھے ہوائی فائر ہی تھا اور فائر کرنے کے بعد رائفل کی نال جھکادی
گئی بخی۔

ٹھیک، اسی وقت دوسرے نجیے سے جزوٹ کی آواز گئی ”مش صندر ہوشیار
ہوشیار... میں گوریلوں کی آوازیں سن رہا ہوں۔“

”گردیجے!“ موردن اچھل پڑا۔ اور صندر نے ٹامی گن مونیکا کی طرف بڑھا دی۔
”میں نے تو کسی مقسم کی آواز نہیں سنی۔“ مونیکا بڑھ رہا۔

صندر نے جزوٹ کو آواز دی اور وہ نجیے سے نکل کر عوامی تباہی کی طرف

"گو ریلے ... گو ریلے ... وہ نہ پہنچا ہوا بولا۔

"تم نے کب سے نہیں لی۔" صدر نے پوچھا

"ادہ ... میں خلط نہیں کہا رہا۔"

"ہم نے تو کسی قسم کی بھی آواز نہیں سنی۔" مونیکا بولی۔

"ابھی وہ بہت دور ہیں ... اور وہ دیکھو ... سنا ..."

پوکے جھونکے کے ساتھ ہلکے سے سورکی آواز آئی تھی۔ مونیکا صدر کی

طرف دیکھنے لگی۔

"میں نہیں سمجھ سکتا۔" صدر نے شاخوں کو جوش دی۔ البتہ اسے جگلوں کا تجھے ہے۔

"اگر وہ گو ریلے نہ ہوں تو مجھ پر آسمانی بلاین نازل ہوں۔" جوزف جھنجھلا گیا۔

"پھر ہیں کیا کرنا چاہئے؟" مونیکا اس سے پوچھا

"بس ہوشیار رہو۔ شاید ان کا رخ اسی طرف ہو جائے۔"

پھر بڑی عجلہ میں اسلامی تقسیم کیا گیا اور وہ سب سہی افتاد کے لیے تیار ہو گئے۔

آوازیں کچھی دوسرک معلوم ہوتیں اور کچھی قربیں کی ... جوزف سمت کا تھیں کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

جبکہ انہوں نے نیچے نصب کیے تھے دہان سے تقریباً دو یا ڈھانی سو گز کے فاصلے پر ایک خشک نالا تھا اور اس کے بعد ہی سے پھر ڈھانی شروع ہو گئی تھی اور جنگل بتدریج گھنٹا ہوتا چلا گیا تھا۔

وہ نیکوں کے گرد پھیل گئے۔ ذیزی بڑی طرح بلکہ رہی تھی۔ مونیکا خالوں تھی ہوٹ بھیجے ہوئے تھے لیکن چہرے سے خوف نہیں ظاہر ہوتا تھا۔

چوڑت ٹھانی گن لے کر ایک درخت پر چڑھو گیا تھا۔

یکہ بیک اس نہ جنگل کی جانب فائزہ نگہ شروع کر دی بیکن وہ صرفے بھی
لمبے میں پاری کا ایک آدمی چینی مار کر ڈھیر ہو گیا۔

”کور... کور...“ صحندر چینا۔ بیکن جنتی دیریں وہ صحندر ایک اور گوا۔
چھر تو جنگل پنج گئی اور صحندر نے چینی کر کہا ”احمق! ادھر سے بھی کوئی فائزہ
کر رہا ہے۔“

مگر کون سنتا۔ وہ سب دوسری طرف نقشیں میں اترنے چلے گئے۔ چوڑت نے
درخت پر سے فائزہ نہ کر دی جاتی۔

مورن بھی جہاں مکلا تھا۔ صرف ہام اور سو نیکا والے دہ گئے۔ صحندر اب بھی
اسی جانب فائز کر رہا تھا جو صحر سے آئی ہوئی گولیوں نے پاری کے دو افراد کو
ٹھکانے لگا دیا تھا۔

”وہ کون ہو سکتا ہے؟“ منکار کا بڑا بڑا۔

اتھے میں صحندر نے چوڑت کو درخت سے اترنے دیجما۔ اہ نہایت الطیبان
سے نیچے آیا اہدان کے قریب پہنچ کر بولا۔ وہ کوئی بھی رہا ہو۔ میں نے اسے
مار دیا ہے۔“

”مگر کون... بیان اس دیرا نے میں؟“ منکار حیرت سے آنکھیں بچاڑ کر بڑا
”پتہ نہیں! اس جو زندگی دوسری طرف نا تھا تھا کر بولا۔“ ادھر جھاڑیوں میں کھلے چین
ہوتی ہوئی نظر آئی تھی۔ میں کچھا شاید اب وہ چپ چاپ آگے بڑھا۔ ہے ہیں...
مگر... اوہ... یہ دلوں... ...؟

وہ بڑی تیزی سے ان دونوں کی طرف جھپٹا تھا جو اب غالباً خندہ سے ہو چک
تھے اس نے جھک کر انہیں دیکھا اور پھر سیدھے کھڑے ہو کر ہاتھوں سے سینے پکارا۔

"یہ بہت برا سوا۔" اسی نے کچھ دیر بعد بھرائی ہدفی اور اسی کا ٹھہری سے دو کم ہو گئے۔ پھر یام سے بولا۔ اپنے آدمیوں کو جھاؤ۔ یہ بھل ہے اگر اسی طرح ... بھروسہ ہو کر جھاٹکہ رہے تو ایک بھی زندہ نہ بچو گا۔"

"اُخودہ کون ہو سکتا ہے؟" مونیکا نالے کے پار والی جھاڑیوں کو گھوٹی ہمیں بولا۔ "جاوہر" صدر نے یام کو حفاظت کیا۔ کہیں وہ لہو کھلا ہٹ میں مکندا۔ ہمیں پھیلانگیں لگانا مشروع نہ کر دیں۔"

"ان کے لیے یہی بہتر ہو گا۔ یام نے بارہ سو ڈناؤ کر کھا۔"

"جاوہر! ہم ادھر دیکھتے ہیں۔" صدر بوجلا

یام دوسری طرف مڑ گیا۔

"تم یہیں بھڑو مونیکا کے پاس۔" صدر نے جو زفت سے کہا تھا میں ادھر چاہیا ہو۔ "شکریہ! میں اپنی حفاظت خود ہی کر سکتی ہوں۔ دیسے میں بھی چل رہی ہوں تھاں سے صاف ہو۔"

بالآخر وہ قیود ہی تارے میں اتر گئے۔ لیکن دوسری طرف پہنچنے کے لیے انہیں کچھ دور ناٹے ہی میں چلنا پڑا۔ نالا کافی گھرا تھا۔ اگر خشک نہ ہوتا تو وہ دوسری طرف پہنچ ہی نہ سکتے۔ کیونکہ اس کی جوڑائی بھی آنکھ بیادس فرش سکم نہیں تھی۔ جھاڑیوں کے قریب پہنچ کر وہ رک گئے۔ چاروں طرف سناؤ تھا۔

"یہاں۔ اس جگہ۔ میں نے یہاں کوئی چیز رکھی تھی۔" جو زت نے جھاڑیوں کی طرف لام تھا کر کھا۔

پھر صدر نے دو ٹک بھاڑیاں جھان ماریں۔ لیکن نہ تو کوئی لاش دکھانی دی اور نہ اسی کا اندازہ ہو سکا کہ دہان کچھ دیر پہلے کوئی سچاہدہ ہا ہو گا۔

"ادھر!" صدر یک ٹک بچک کر بڑ بڑا یا۔ کہیں ہم وحکما کا کھاٹکے ہوں؟"

ظلامات کا دیوتا

کیا مطلب ہے مونینکا اچل کر جیچے سنتی ہوئی بولی۔

و اپنی پلوٹ۔ صفرہ نالے کی طرفہ ووڑتا ہوا بولنا۔ مونینکا اور جوزف بھی اس کے جیچے بھاگ رہے تھے۔ ناکا پار کو کے صفرہ رک گیا۔ وہ اس نئی کو لگوڑا ہاتھا۔ جس میں کچھ دیر پہلے نام اور نام کے ساچیوں کو روکے رکھا تھا۔

کیا بات ہے یہ مونینکا نے آہستہ سے پوچھا۔

کوئی نئی کے اندر گیا ہے لیکن وہ ہمارے جیہے اور میں پی سے نہیں تھا کیونکہ اس کے جسم پر صیخڑے جھول رہے تھے۔

تم لوگ یہیں ٹھہرو۔ میں دیکھنا ہوں۔ جوزف آگے بڑھتا ہوا بولا۔

وہ نامی گن سنچلاتے ہوئے بہت احتیاط سے آگے بڑھنے لگا۔ صدر اور نونینکا وہی کھڑے رہے۔

جیسے کے در کا پردہ گرا ہوا تھا۔

جیسے ہی جوزف قریب پہنچا اندر سے آواز آئی۔ خبر! اگر کوئی اندر آیا تو گول بار دوں گا۔

جملہ انگریزی میں ادا کیا گیا تھا اور اواز سے زیادہ دہ کمی دندے کی غریب ہشت ہی معلوم ہوئی تھی۔

بچا غجاو۔۔۔ جاؤ! پھر کہا گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے بولنے والا جلدی جلدی حل سے کچھ اتر رہا ہو۔

صفرہ اور مونینکا آہستہ آہستہ فریب آگئے تھے انہوں نے انہیں بولنے والے کی آواز بھی سنبھلی۔ صفرہ نے جوزف کو اشارہ کیا کہ وہ وہی ٹھہرے اور خود پہنچن کے بل پلتا ہوا جیسے کی پشت پر آیا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ سینے کے بین زمین پر آتھا۔

نکات کا دینیتا

تفہمات کا نچلا حصہ اور پاٹھانے میں وغتواری نہ ہوئی۔ اس نے اسے صاف دیکھا۔ پشت صفحہ ہی کی طرف خلی۔ وہ دوزاں ملبوظا جلدی جلدی کچھ کھارہ لے گا۔ قریب ہی رائفل پیٹی ہوئی تھی۔ صفحہ پر آہستگی اندر دینگ گیا۔

وہ اتنا محو تھا کہ شاید کپڑوں کی سرسر اہٹ بھی نہ سن سکا۔ لیکن بیک صفحہ نے اس پر چھپ لائی۔ اور وہ کسی کٹلختہ کشمکش کی طرح خڑا کر پڑا۔ اگر صفحہ نے اس کی ناک پر گھوشنہ رسیدہ نہ کرو دیا ہوتا تو اسے سہتوں اپنے واہنے مٹانے کو رونا پڑتا۔ شکستہ حال جنبی شے ایسے ہی خوفخوار انداز میں اس کے شانے پر منہ ماوا رکھا۔

وہ بالکل درندوں ہی کی طرح غزرتا تا اور روانہ تارہ لیکن اس کا منہ اب بھی چلن رہا تھا۔ زارہ اتنا بڑا تھا کہ دونوں گھامی پھر سے ہوئے تھے۔ انتہے میں جزو ف اور مو نیکا بھی اندر گھسی آئئے۔ اور وہ وہشت نوہ اُنی جلد ہی قابو میں کر لیا گیا۔

لیکن کیا وہ ہوشی میں تھا۔

صفرہ میں مختراز انداز میں دیکھ رہا تھا۔

اب اس وقت پونڈریشن یہ نہیں کہ جزو ف نے اسے دونوں ٹاٹھوں سے جلوہ رکھا تھا لیکن وہ اس سے پتھے کی بجکتے ہی بجکتے ان روٹیوں پر ٹاٹھہ مارنے کے لیے زور کرو رہا تھا جو اپنے کھانے کے لیے اس نے باسکٹ سے نکالی تھیں۔

”او چو! بھوکا ہے۔“ مو نیکا بولی ”چھوڑ دو! کھائیں دو۔“

”چھوڑ دو!... کھائیں دو!“ جزو ف آنکھیں نکال کر رہا تھا۔

”چھوڑ دو!“ صفحہ نے مو نیکا کی تائید کی۔

جو زندگی کی گرفت و حیلی پر گئی اور وہ خود کو چھپڑا کر مدینہ پر لے چکا
مونیکا سے محبت سے دیکھ رہی تھی۔ وہ یہ بین ہی تھا لیکن رنگتھے ٹھیکی ہی
ہو کر رہ گئی تھی۔ سر اور ڈادھ کے بال بھے تماشہ برداشت ہے ہوتے تھے۔ بامس
کو اگر چھپتھر دن کا ڈھیر کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

وہ اس طرح رونگو گرد نہیں ہے مگر اس سے پہنچ کر مذکورے ہاتھا ہے
خدا شہ ہو کر آئیں وہ چھپٹ کر ہوا ہیں نہ اٹھا جائے۔

مونیکا نے اسے سالٹ میٹ کے بھی کچھ لکھتے دئے جو شکریہ اور
کیے بغیر اس کے ہاتھ سے چھپٹ لیے گئے تھے۔

وہ تینیوں ہی اسے تحریر میز محل چھپ کے سالٹ و سچنے رہے۔ وہی کو
شاپر اسی کی بھی پروارہ بھی تھی کہ وہ کچھ بھی دیکھ لے جائے ان کے درد سماں تینیوں کو
موت کے گھاث اتار چکا ہے!

کشتنی کچھ دوڑتک تو اسی طرح چلتی رہی کہ امڑد کو اسے واپسی ہی کا سفر بھجا یعنی وہ ہر طبق
جزو پر سے سے دور ہوتی جا رہی تھی لیکن پھر ایک بیک مگر ان نے کہا "اب پھر داہمی جواب
مولو لپیارے"

"کیوں؟" اسرار و کر کے لجھے بیسی حیرت ٹھی۔

"ابھی کام ختم نہیں ہوا" مگر ان نے جواب دیا
"اوہ تو کیا کام ابھی نہ رہا ہے؟"

"فی الحال اسے زندہ رکھنا ہی پڑے گا۔ کیا گا سکرنے تھیں تفصیل سے نہیں بتایا
تھا۔۔۔ مگر کیوں بتاتا۔۔۔ ضرورت ہی کیا تھی؟"

"تمہاری باتیں میری کچھ میں نہیں آتیں" اسرار و کر بولا

"اپنی باتیں اکثر خود میری ہی کچھ میں نہیں آتیں لہذا تم اس کی پرواہ نہ کرو۔ ابھی تو
کام کو بے سی کر کے گا سکر کے حق تھیں اس لئے ایک تحریر لیتی ہے۔"

”دیکھو وہ لوگ شور کیوں چا رہے ہیں؟“

غمراں ساحل کی طرفہ مردا۔ اور اس کے ہوٹوں پر ایک شریری مسلک ابھٹ نظر آئی وہ ناٹھ ہلا ہلا کر جینے ہے۔ سچے۔ عمران بھی ناٹھ بلکہ چینا تھا۔ ہاں۔ ہاں۔ میں چونیم کے پیکیٹ پورٹ سعید بیس ہجول آیا ہوں۔ ذرا دوڑ کر لیتا اُول۔“

”کیا بات ہوئی؟“ اسٹروکر نے چیرت سے کہا

”لو!“ عمران جیسے سے چونیم کا پیکیٹ نکال کر اس کی طرف پڑھاتا ہوا بولا۔ میں تو یونہی مذاق کر رہا تھا۔ اور ہا پیکیٹ بھی وہاں ہمیں چھوڑا تھا۔ ہاں ٹھیک ہے کنارے پہنچ کر کنارے ہی کنارے چلتے رہو۔“

”آخر مقصد کیا ہے؟“

”کیا نہیں علم ہے کہ نام بیاں کیوں آیا ہے؟“

”فلہم کی خوشگل کے یہے؟“

”آہا! یہ تم صرف اس لیے کہ رہے ہو کہ تم نے داتہ کشی ہی پر ببر کی بھتی اور ہنگامہ کی آوازیں بھی تم تک انہیں پہنچی تھیں۔“

”کیسا ہنگامہ... میں ہمیں سمجھا۔“

غمراں نے پھلی رات کی کہانی دہراتی جسے دھیرا نہ آواز میں سخرا رہا۔ پھر بولا۔

”وہ لاکٹ کیا تھا؟“

”شاپید اس کی عتیت کروڑوں نہک جا سکتے۔ لڑکی کا یا یہ ان فراقتی میں ہے تھا جو افریقی کے سواحل پر لوٹ دار کیا کرتے تھے مکروہوں کی قیمت کا مال انہوں نے اسی جزیرہ سے میں دفن کیا تھا۔ اس لاکٹ میں ایسے ہی ایک دینے کا لفڑھے اور یہ لاکٹ نڑکی کو اپنے باپ سے ملا تھا۔“

”اوہ تو وہ غلم کا قصہ یہ کبواس تھا؟“

”سو فیصلہ بھواس ... پیار سے دوست !“

”تو اب وہ لاکٹھ ہام کے پاس رہے یا مورن ہی کے قبضہ میں ہے۔“

”وہ میرے پاس رہے اور اب وہ لوگ لیڈی مونیکا کے تحت کام کریں گے۔“

”لیڈی مونیکا !“ اسرار و کرنے جیرت سے کہا ”کیا کہہ رہے ہو ؟“

”ہا ہا - تم مذاق سمجھتے ہو۔ ہم چاروں میں ایک وہ بھی تھی۔“

”غزوہ تم نے میں ہو۔“ اسرار و کرنے مختصر لکھا یا۔

”والپھی پر دیکھ لینا۔ کیا لمتھیں وہ نوجوان لڑکا یا وہ نہیں چور وقت اپنی کھوڑی پر چھڑے کاغذ منڈھے رہتا تھا۔ حتیٰ کہ سوتے وقت بھاگم نے وہ خود اس کے سر پر چاہی پر دیکھا ہو گا۔“

”ارے ہاں ! میں نے ایک بار مسے ٹوکا بھی تھا۔“

”وہ لیڈی مونیکا ہی تھی۔“

”اوہ تو کیا مجھے مونیکا کی خشک بھی یا وہ نہیں۔ وہ دہی سے سہی لیکن میں نے اسے سیکھ لیا یاد دیکھا ہے۔“

”وہ میک اپ میں تھی۔ والپھی پر چور دیکھ لینا اب میں نے خود کو ظاہر کر دیا ہے۔“

”اوہ اوہ مجھے کتنی تمنا تھی کہ اسے قریب سے دیکھوں لیکن اگر یہ

چھوٹ نکلا تو اچھا نہ ہو گا۔“

”جو ماشیت کی سزا وہ مری سزا۔“

”ہائے۔ کتنے اس کے شفقت میں بیٹکا ہیں ! اسرار و کرنے ٹھنڈی سامنی می۔“

”وہ سب بیاں میرا میں بیٹکا ہو جا میں گے۔ مجھے یقین ہے اوہ

دیکھو.... بائیں جانب !“

”کیا اس دراڑیں ؟“ اسرار و کرنے جیرت سے کہا۔

” ہاں - دیکھو کیا یہ کشتنی نما نہیں ہے ؟
” ہے تو !

” یہ پھر نکشی کے ملابیں یہیں سے سفر شروع کرتا ہے۔ ہم ہاں سے تقریباً
تین چار میل آگے حضور مخلص ائمہ ہوں گے ؟ ”

اسڑو کرنے کی وجہ بذ دیا۔ وہ کشتنی کو دراڑ میں صورت نام تھا۔ دراڑ اپنی کشادہ
نکتی کہ اس جیسی تین کشتمیاں برا بار سے چل سکتی تھیں لیکن آگئے چل کر وہ بتدریج تنگ
ہوتے ہوتے بالآخر کشتنی کی شکل اختیار کر گئی تھی جس کے بعد راستہ صدر تھا۔ ویسے
ڈھنڈاں الجی نکتی کا سچے طبقہ کر کے اور پہنچا جا سکتا تھا۔

عمران سے کاغذات کا تھیلا کھول ڈالا تھا۔ کبھی کاغذات پر نظر ڈالتا اور
کبھی چار میں طرف دیکھتے تھے۔

دراڑو بیڑھائی فرلاں گے الجی حضور ہی ہو گی۔ کشتنی آگے بڑھتی ہی جا رہی نکتی کر
لیکے پیکے باہمی ٹھاکب ایک دراڑ پھر نظر آئی اور کشتنی کو پانی کے روپیہ سے بچانے
کے لیے واہنی جانب مٹا پڑا۔ ستایہ یہ کسی دریا کا دہانہ تھا۔
” یہی راستہ ہے۔ عمران سے پرست لجئے میں کمالیں کشتنی تو آگے بڑھ گئی
نکتی۔ ”

اسڑو کرنے کیا یہ بھی تو دیکھو کہ بما دلتنا نیز ہے۔ میرا خیال ہے کہ کشتنی
بھاؤ پر نہ چڑھ سکے گی۔ ”

” قب پھر یہی مجبوراً اور چڑھ کر پیدا ہی جانا پڑے گا۔ بہر حال یہ دریا ہی منہاں
کر سکتا ہے دھلان کے قریب رونکا۔ اور جا کر دیکھوں کا کہ دریا اکس سخت سے ڈایا ہے۔
لگنہ راستی میں دخواری چوگی ہیں۔ اسڑو کرنے کو تشوییغ کن لجئے میں کہا
و کچھ بھی ہے۔ یہ کام تو کہنا ہی ہے۔ ”

جیسے ہی کشتنی دراڑ کے سرے سے نکلائی تھران نے چلانگ لگادی اور پانی میں گرتے گرتے بچا۔ کاندھ سے ٹانگی کن بھی لٹک رہی تھتی۔ اسے سنپھاننا دشوار ہو گیا تھا۔ لیکن برعکل وہ ٹانگی کن سمجھت خشکی پر پہنچ گیا تھا۔

پانی کی سطح سے دراڑ کی اوپنچائی کم اذکم بیس فٹ ضرور ہی ہو گی اس جگہ کے علاوہ اور کہیں سے اور پہنچا ملکن بھی نہ ہوتا۔ یہی ڈھلان دراڑ کو کشتنی کا بناتی تھتی یعنی یہ ڈھلان کشتن کے سرے سے بہت مشابہ تھی۔

عمران اور پرچھ چھتا چلا گیا۔

دفتار اس نے اسٹرود کر کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔ میں کشتنی کو دراڑ کے باہر لے جاؤ رہا ہوں۔ یہاں لگنگہ نہیں ڈالا جاسکتا۔ والپسی پر آواز دے لینا۔

«جاو... جاو... جاو...» عمران مرٹے سے بغیر ہاتھ ہلاک بولا۔

وہ روٹیاں ختم کر چکا تھا اور اس کی انگوھیں کی وجہت بھی کسی حد تک دوسرے ٹھیٹھی۔ میں ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے مددہ پر ہو جانے کے بھروسی پر عنزوں گی طاری ہو رہی تھتی۔

ہام اپنے جملے ہوئے ساختیوں کو والپس لایا تھا۔ اونچو گیکا ان پر بھس رہی تھتی۔ بندوں پر نظریں کر رہی تھیں اور کہہ رہی تھتی کہ وہ عورتوں سے بھی بدتر ہیں۔

میں اسے زندہ نہیں چھوڑ دیں گا۔ موسیٰ اجنبی کی طرف ہاتھ اختاکر دیا۔ مگر مارڈا لئے سپلے بھے تھوڑی سی پیادو۔ اجنبی نے ٹھنڈی سانس لی۔

میں پر گئے ایک ایک قطور سے کو ترس رہا ہوں۔

"تم نے ہمارے وہ آدمیوں کو ارادا کا ہے۔" ہام نے بھی انگھیں مکالیں۔
"لماں لیکن میں اب تمہیں جو بات بتاؤں گا وہ بزرگ بنازوں سے بھی زیادہ تینی ہو گی۔
اوہ... کیا تم مجھے ختوٹھی سی مشراپ نہ دو گے؟"
مونیکا نے جوڑت کو اشارہ کیا کہ اسی کی بیخواہش بھی پوری کی جائے۔ جوڑت
نے چک میں رم انڈلی کر اس کی طرف بڑھائی۔

"ما... خدا تمہیں خوش رکھے۔" اجنبی نے کہا اور جگہ اس کے پاس سے لے یا
پیروں اونیکا نے زم بچھے میں کہا۔ پھر ہام اور مورن کو اس طرح گھوڑے نے بھی بیسے
انہیں اس طرز تھا طلب سے باز رکھنا چاہتی ہو جو اجنبی کے لیے اختیار کیا گیا تھا۔
وہ دو فوٹ پھر کچھ نہیں بوئے۔ اجنبی رم کے بڑے بڑے گھوڑے کے رہا تھا ایسا
معلوم ہو رہا تھا جیسے خدید مرین پیاس کے عالم میں فیر متوقع طور پر ٹھنڈا پانی پاس
اگیا ہو۔ سمجھوں کے موٹ بندھتے اور نظری اجنبی پر تھیں جگ خالی کر کے اس نے ایک
طرف روک دیا۔ کچھ دیر بکھر سر کی طے بھیجا رہا پھر مونیکا کی طرف دیکھنے لگا۔

"تم ہیاں کیا کر رہے آئی ہو خوبصورت ہوت ہے اس نے آہستہ سے پوچھا
بھی ہیں تم سے ملی پر چودکھتی ہوں ظاہر ہے کہ تم ہیاں کے باشندے نہیں ہو سکتے۔
میری بدنی سبی لائی تھی: وہ بھرا لی ہوئی آواز میں بولا۔ لیکن میں تمہیں واپس چلنے
کا مشورہ دوں گا۔ مجھے لیتھیں ہے کہ دفنیوں کا چکر ہی تمہیں ہیاں کھینچا آیا ہے۔"
میں نے تمہارے اس خالی کی نہدید نہیں کروں گا۔" ہام بولا۔

"والپیں جاؤ۔ یوشیان کا جزو یہ ہے پاٹکل ہو کر مر جاؤ گے میں تین ماہ سے جاؤں گا
اور پہندوں کا کچا گورنٹ کھارہا ہوں آج تم لوگ نظر آگئے اور میں نے اپنے
آخری دو کارتوس بھی صاف کر دیئے۔"

"مگر تم نے گولی چکلی ہی کیوں؟ مونیکا بولی۔" تم ہم سے پاس اگر کھانا مانگ سکتے تھے"

• میں نے اپل بھنیں کی لفظی۔ میں تو صرف ان جھاڑیوں میں چھپ کر تمہیں دیکھ دتا تھا کہ
مجھ پر گویاں برسنے لئے تھیں نہیں کس طرح میں خود کو چایا تھا میرے خدا، شناخت وہ
ٹھانوں کی تھی۔ میں پھر غیر ارادی طور پر میں نے بھی اپنے دو خون کا رقص صدای کو دیے
تھے۔ نشانہ بھی بھنیں لیا تھا۔ یہ میری بد نصیبی ہی ہے کہ دو آئندی مر گئے اور مجھے
ٹھانی گھن بھی نہ چاہٹ سکی۔

• تم کون ہو۔ اعدیاں کیوں ائمہ ہو؟
”میں دنیا کا سب سے بڑا احمد ہوں۔ اور دفینوں کی تلاش میں بیان آیا تھا اُنہوں
کی پارٹی تھی۔ میں بھنیں جانتا کہ لفظیہ سات پر کیا گذری۔ ولیے میں تو
نکل جائے گئے میں کامیاب ہو گیا تھا۔“

”کہاں سے؟“
”یہ پڑھو۔ تم یقین نہ کرو گی کیونکہ ہندب و نسا سے اُنی ہو جاؤ تو ہم یقینی اُستہ
اُستہ سامنی ترقیات کی تجھیٹ چڑھتی جا رہی ہے مگر مجھ سے پوچھو۔ میں نے بشے
حیرت اُنگلیہ مناظر دیکھے ہیں اگر واب کوئی مجھ سے یہ کہ کہ شیخاں اور بھوت مخفی و تم
ہی تو میں اس کا خون پی لیتے ہے بھی گریز نہ کر دیں گا۔“

• تم بڑی سببیت پاتیں کر دے ہو۔ مومنیکا نے مخیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

”ٹھیک ہے تم یقین بھنیں کرو گی۔“ اجنبی نے سر ملا کر کہا
”بھنیں تم اپنا بیان جاری رکھو مجھے بھو توں سے بڑی تھیت ہے۔ صفحہ سکرایا
۔“ نہیں۔ نہیں سر صفحہ! جو زفت سکلایا ایسی بائیں نہ کرو۔ اگر تمہیں بھو توں
سے عقیقت ہے تو ہم کوئی جہنم میں جائیں گی؟“
”کیا تم یقین کرو گئے کہ خونوار جنگلیوں کی فربی بیٹھوا ایک سفید قام عورت ہے جو
کہتی ہے کہ میں آسمان سے نہیں ہوں جہاں گئو یعنی جو من ضریب اور مالکوی زبانی پڑی اور انی

فلکات کا دیوتا

سے بول سکتی ہے اور جھلکیوں سے انھیں کی زبان میں گھشتگو کرتی ہے۔

”اس کا چکر دوبارہ لبر پر کر دو۔“ مودن سفہ ہنس کر کہا۔ تاکہ یہ ہمیں اسی سے بھوڑ دیا وہ دل چسپ کہانی سنائے۔ کیوں دوست ؟ ”جہنم میں جاؤ.... خود بھانز لے !“

”تم ہیاں آئے کیسے تھے۔ پہلے یہ بتاؤ۔“ غلام رہے کہ انھیں پوچھیا ہے طرد پر کسی بڑی کشتوں کا انتہا ام کرنا پڑا ہوگا۔ پھر وہ کشتوں کہاں ہوئی۔

”اس کے پر نچے اڑ لگئے تھے وہ عرق ہو گئی تھی۔ اس دائرہ کو بھی تم کہاں ہی مجھوں“ اجنبی ہانتی ہوا بولا اور منیکا کی طرف دیکھنے لگا۔

”تم لوگ کچھ دیر کے لیے اپنی زبانیں بند ہی رکھو تو بتھ رہے۔“ منیکا نے کہا کوئی کچھ نہ بولا۔ مودن نے البتہ بہ سامنہ بنا کر کہا۔ ”تم وقت صدائے کرنا چاہتی ہو۔ ... کرو۔“ پھر وہ انھی سے باہر چلا گیا۔ منیکا نے اجنبی سے کہا۔ ”میں تماری باتیں غور سمجھنے رہی ہوں۔“

اسی نے حوزف کو اخبارہ کیا تھا کہ وہ اس کے جگ میں تھوڑی اور اندر ملے۔ اجنبی کچھ دیتے تک خالوش رہا۔ پھر بولا۔ ”سم ساحل پر اترے تھے۔“ پاچھوڑا سفیرہ نصب کیا تھا۔ رشتی لٹکانا نداز تھی۔ کچھ رات لگئے ایک بہت بڑا روشنی کا درد پانی کی سطح پر اپھرا تھا اور کشتوں سے ٹکرا کر اس کے پر نچے اڑا دیے تھے۔“

”روشن گولہ بھلا دہ کتنا بڑا رہا سوگا؟“ ہام نے منکھے اڑانے والے انداز میں پوچھا۔ ”اس کا قطر آٹھ بیارہیں قٹھ ضرور رہا ہوگا۔ پھر وہ فتنا میں بلند ہو گیا تھا۔“

”خدا آئی پناہ：“ ہام نے کما اور صفر دے علاوہ سبھی ہنس پڑے۔ ”بڑی سنجیدگی سے اس کی کہانی سن رہا تھا۔“ منیکا کے ہونٹوں پر خصیف سی سکراہیں نظر آئی تھی۔ ”اوہ۔ اجنبی دانت پسیں گر لے لے۔“ جہنم میں جادہ مت لیفین کر دیں میں بھاگا ہوں کہ تم ابھی

بچے مارڈا لوگے کیوں نکلے ہیں تو اُنھوں نے تھا اسے دو آدمی مارے گئے ہیں۔"

"هزوری ہنسی ہے۔" صدر نے سمجھ دی سے کہا۔ "اگر میں تمہیں مارنا چاہتا تو اسی وقت لگھا گھونٹ مریتا جبکہ عالم کیا تھا۔"

اجنبی نے اس کی طرف دیکھا چند لمحے خاموشی رہا۔ پھر بولا۔ "ماں تم طاقتور ہو۔" ایسا کہ سکتے تھے مگر مجھے بتاؤ۔ آخر میں جھوٹ کیوں بول دیں گا۔"

"ماں! ماں نے قاتھہ لکھا۔ ان تین ٹینا د فیخی ہی کی تلاش میں آئے تھے لیکن تمہارے دوسرا سے ساختی شاید تمہیں ہیں بھوڑ کر کسی دوسری طرف نکل گئے۔ اب تم واپس جانا چاہتے ہو۔ ہم فرواد ہیں اہم اتم ہیں ڈر اک بھارے ہی سماڑ و اپنے جانے کی فکر میں ہو۔"

"اس کے باوجود بھی میں ہماری کہانی سننا پسند کروں گا۔" صدر نے اجنبی سے کہا
ماں نے پا سامنہ بنائے کرتے تھے کوئی جذبیت دی اور جیسے سے سکارنکال کرو اس کا
گوشہ قوڑتھے لگا۔

اجنبی نے حونیکا کی طرف دیکھ کر کہا۔ "آخر تم عمر میں یہاں کیا کرو گی۔ تمہیں یہاں آنے کا مشکلہ کس نے دیا تھا۔ اما شاید تم میں کوئی بخوبی کار آدمی بھی موجود ہے۔ ایسا آدمی جو کبھی یہاں سے بچ لے کر ہو۔"

"ہم میں کوئی الیسا آدمی نہیں ہے۔" صدر بولا۔

"نہیں ہے تو تم اس تھیٹے کے متلوق هزور جانتے ہو گے جو سفید فام عمر تھا
کاگوشت بڑی رفتہ سے کھاتا ہے۔"

"نہیں! اُ ڈری ڈی جیخ پڑی

اجنبی کی سہنی میں بیدرسی تھی وہ بخوبی دیریک منشار پا پھر بولا۔ اگر ہالے
ماٹھے بھی کوئی طورت ہوتی تو وہ جنگلی میں منزل مقصور تک پہنچا رہتے۔"

"میں نہیں سمجھا۔" صدر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

بیان سے عرف چار میل کے فاصلے پر وہ قبیلہ آباد ہے جو کہ لوگ پہلے بھی دنیوں تک تلاش میں بیان آت رہے ہیں اسی لیے انہیں علم ہو گیا ہے کہ ان کے آنے کا مقدمہ کیا ہوتا ہے اب وہ آئے والوں کو پوچھتے ہیں اور اشاروں میں کہتے ہیں کہ انہی بھی جیسی کوئی سفید فراہم ہوت لاؤ تب آگے جائے دیں گے۔

” خاموشی رہو۔ عورتوں کو خوفزدہ نہ کرو۔“ فراہم غیر ایسا۔

” اور تو کیا تم ہی ان عورتوں کو نہائے مو؟“

” بخواست کرو۔ میں کہتا ہوں آخر اس کی بے سرو پا کہا نیاں سنتے سے غاء دو۔“

” ہمارے لیے ایسی معلومات ضروری ہیں۔ مونیکا نے خشک لجھے ہیں کہا“ تھیں الحسن

مشی ماں اور ڈنی کو بیان لانے کا کیا مقصد تھا۔ وہ بھروسہ مونیکا کیا؟“

” ہام چند لمحے کچھ سوچتا رہ پھر خیس سے نکل گیا۔ مونیکا نے اجنبی سے کہا کہ وہ اپنا بیان جاری رکھ۔

” یہ تھیں یہ بتارہ تھا کہ وہ لوگ ہوت عورتوں کی حد تک احمد خوری مددوں کا گوشت نہیں کھاتے ہو سکتا ہے پہلے ہرث کا لی عورتیں کھاتے رہے ہوں۔ پھر اتفاقاً دفین کے متلاشیوں کے ذریعے کبھی کوئی سفید عورت بھی لا تھی لگ گئی ہو۔“

” تو تمہارے ساتھ بھی کوئی عورت نہیں؟“ صدر نے پوچھا۔

” نہیں تھی اسی لیے تو ہم پر تباہی نازل ہوئی ہے۔ اجنبی نے کہا ان سے ٹھیڑ ہوئی اور انہوں نے ہمیں آگے نہیں بڑھنے دیا۔ ہمارے نقطے کے مطابق آرہ امہری سے تھی جہاں وہ قبیلہ بادی ہے۔ ہمیں اس لیے زبردستی ساحل کی طرف دھکیل دیا کہ میر کی پشمانتہ عدیتیں لا میں نہ ہیں نہ صرف آگے بڑھنے میں گے بلکہ ماں ہمکر بخانے کی کوشش کیں گے جہاں دفینے ہیں۔“

” پھر اسی قبیلہ ہے۔“ مونیکا پڑ بڑا اس کی انکھوں میں بے اخباری صاف پڑھی

طلبات کا دینا

چا سکتی تھی۔

• ہماری کشی تو پہنچے ہی تباہ مولکی تھی اس لیے والپی کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا تھا۔ اب اس کے علاوہ چارہ ہی کیا تھا کہ ادھر ادھر بھٹکتے پھریں۔

• تم نے ان کا مقابلہ نہیں کیا تھا؟ صدر نے پوچھا
• اس کا لفڑ رجھی وحشت ناک تھا۔ ہم ٹھادیوں کی بساط ہی کیا۔ وہ ہم چاروں طرف سے گھیر کر ماد لئتے۔ نہیں اس جنگل کا اندازہ نہیں ہے۔ کچھ آگے بڑھتے تب معلوم ہو گا۔ صرف پارچ جنگل تم سمجھن کے لیے کافی ہوں گے حالانکہ تمہارے پاس ٹھامی نہیں بھی ہیں۔ تمہیں پتہ ہیا تھے گا کہ وہ کب آئے اور کہ حرب سے آئے بید کے ذہر لیے تیرتھا رے پہ پڑیں گے۔ اور تم گرتے ہی ٹھنڈے ہو جاؤ گے!

• بید کے ذہر لیے تیر۔ صدر نے حیرت مند ہرا یا۔

• ماں بید کی نوکدار جھپڑیاں کما نوں میں رکھ کر کھینتے ہیں۔ لبیں جنم کے کسی حصے پر ان سے تھوی سی خداش بھی آ جائے تو آدمی کو ختم ہی پکھو۔ پتہ نہیں کہ سرخی الاٹر زہر میں ان کی نوکیں ٹربوئی جاتی ہیں۔

• الفیں جنگلیوں کی نہ سی پیشووا کوئی سفید فام عورت ہے؟ منیکا نے پوچھا
• نہیں! وہ دوسرا قبیلہ ہے ہم جنگل میں بھٹکتے پھریتے تھے کہ اپا نہ ہم پر جلد کر کے ہیں کچھ لیا گیا۔ سرگاد می سے دو تین چھٹیوں تھے۔ جملہ اتنی اسٹگی سے ہوا تھا کہ ہم قبیل اذوقت ہوشیار نہ ہو سکے تھے۔ جملہ اور جنگلی ہی تھے سپلے توہم ہی بھیجیے کہ وہ وہی آدمیوں ہوں گے جنہوں نے سفید فام عورت کی فرمائش کی تھی۔ لیکن....

• اور یہ خود کیا؟ وفا مونیکا ہاتھ اٹھا کر بولی اور جنگی بھی خاموش ہو کر منٹھنے لگا۔ دولت تھے ہوئے قدموں کی آوازیں صدر نجی سن رہا تھا وہ جیپٹ کرنیجے سے باہر نکلا

محمد دعوہ تا ہوا اسی طرف آ رہا تھا ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کہی درندستہ پیچا کیا ہے۔

”ہم تباہ ہو گئے... تباہ ہو گئے“ صدر کو دیکھ کر اس نے چینیا شور جو دیا... دیکھ کر اور دوسروں سے لوگ بھی خیسے سے باصرہ گئے تھے۔

”مشق تباہ ہو گئی“ وہ قریب پیغام کو چھنا۔

چھر بیک وقت سمجھی کی زبانی سے کپھن کپھن ضرور نکلا تھا۔

مورن لانپھا ہوا کہ رہا تھا ”مارڈالو“ اس سود کو مارڈالو۔ یہ کسی فتنہ کی حادثہ پھر... پتہ نہیں وہ کون ہے... کہاں گیا ہے؟“

”ہمیں بیجا دشمنی کیے تباہ ہو گئی“ موئیکا نے سخت لہجے میں کہا۔ ”شیخی اور ہر بھی اُرہی لفظ کی ایک چیکلار گولہ سطح پر ابھرا اور اس سے نکلا گیا۔ پھر اڑ گئے۔ میں کتنا ہوں اسے مارڈالو“

”خدا اس اعلاء پر بوکھلا گیا پھر ٹھیک اسی وقت ایک فائرنگ ہوا۔ اور پھر اس کے پیچے لگا۔ وہ خیسے کے درکے قریب ہی کھڑا تھا۔“

صادر نے مورن کے مخصوص ساختیوں پر سے ایک کے ہاتھ میں ریواںہ دیکھا۔ اسے اتنا ہوش کہ باز پر من کرتا۔ وہ تو بے تھانہ ساحل کی طرف پڑھا۔ چند لپڑا تھا اور اس کے پیچے جو زن بھی بھاگ رہا تھا۔

بھر اسے خیال آیا۔ کہیں یہ مورن کی چال نہ رہی ہو۔ اس نے پیچے بھی تو پھر اس کی لفظی کہ اجنبی کو مارڈالے۔ اس نے مرکر کر دیکھا۔ سبھی بھاگے پیچے کر رہے تھے۔ صدر رک گیا۔

”قریب پیغام کو محمد نے ایک جانب ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا“ دہاں؟“ کیا ثابت ہے تمہارے پاس؟“ صادر نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں؟"
 "اوہ ختم کرو، مومنیکا ہاتھ اٹھا کر بولی، کشتی پر کون تھا؟"
 "یہ میں نے نہیں دیکھا۔ بس کشتی کے ٹکڑے اڑتے دیکھے تھے۔
 اپنے کیا ہو گا.... لاکٹ بھی گیا۔"
 "لیکن لاکٹ والی تو موجود ہے... تلاش کر دان اور مخدودوں کو!"
 صفر دئے 2 ہر سلیکے لجھے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" مورن اسکھوڑتا ہوا بولنا
 "اوہ بامی! مورن کے ایک خاص آدمی نے کہا، اسی وقتی جسی نے ایسے
 اور مخوردی کی کافی مناسبتی جو صندوق امام عورتوں کا گوشہ بڑی دعوت سے کھالتی ہے۔
 ڈینزی بھی دہی موجود ہلتی تھیں اسکے دیکھ کر ایسا گوسی ہر تاخاچی
 اسی کے جسم سے عادا خون بخوبی لیا گیا۔
 مورن صفر کو گھوڑتار پا پھردا فتیں کر بولا، تم لوگ پتہ نہیں کیا چاہئے ہو۔
 "مورن خود کو تار پیس رکھو۔" مومنیکا نے حکما نے لجھی گئی۔
 "مگر پہنکاڑا اب کیا ہو گا۔ ہم والپن بھی تمہیں جا سکتے اور یہ سب کچھ پتھار سے
 صالحی کی بروقت ہوا۔"
 "میں تھیں بتا پکی ہوں کہ دہ اسی راستے کی تلاش میں تھا جہاں سے سفر
 شروع کرنا ہے؟"

"اوہ سفر شروع ہو گیا،" مورن نے بڑی اپنی ختم کی نہیں کے جانخت کی
 "لیکھے لیقین نہیں ہے کہ کشتی قباہ ہو گئی ہو۔" صفر بولنا
 "تم پاکی ہو گئے ہو۔ میں جھوٹ کیوں بجو لوں گا؟"
 "تم باہر کیوں چلتے آئے ہے؟"

"اس کی بکواس نہیں سننا چاہتا تھا۔"

"حالانکہ اب اسی کی ایک بکواس دہرا رہے ہو۔ آخراں کا مقصود کیا تھا؟"

"میں تمہاری کسی لائٹ کا جواب نہیں دیتا چاہتا۔ مونیکا اب تم صرف اسی غرض پر
دنرو رہ سکتی ہو کہ میں ان دونوں آدمیوں کو خارڈا لوں۔"

ٹھیک اسی وقت جو زف کی پتوں کی جیب سے ایک فائر ہوا۔ اور مومن
پیٹ پر ٹھوڑے ہوئے ڈھیر ہو گیا۔

دوسرے ہی لمحے میں ریو اور جیب سے باہر نیکل آیا اور اب وہ مومن کے
ان دونوں مخصوص ماضیوں کو کوہ کرد تھا جو کسی طرح بھی اس کا ساتھ رکھنے
کوئی کچھ نہ پولा۔ وہ سب دن بخود کھڑتے رکھنے دیکھتا ہام جیجا۔ مومن بھجوٹا تھا
وہ اپنی کشتی۔

یامی جانب بہت فاصلے پر دھوکا سا دھماکے سے رہا تھا پھر کچھ ہی دیر
بعد جیسا کا اپری حصہ نظر آیا۔ مومن نہیں ہو جیکا تھا۔

"سم بے قصور ہیں ماڈام۔" مومن کے ماضیوں میں سے ایک نے خبرائی ہوئی
اواز میں کہا۔

"آخراں کا مقصود کیا تھا؟" مونیکا پڑپڑا کی۔

"مقصد پھر دیکھنا۔ جو زغڑا یا پہلے یہ بتا د کہ ان دونوں کا کیا کروں۔"

وہ دونوں پھر تردد کرنا نکلے۔ جو زغڑا اب بھی ان کی جانب ریو اور
الٹھلٹھے ہو سکتا تھا۔ اور ان کے ہاتھ اور پتھے۔

"فی الحال ان کے ہاتھ باندھ دو۔"

"سم و مدد کرستے ہیں ماڈام.... دیکھئے ہم نے تو کچھ نہیں کیا۔"

"تم نے اجنبی پر گھری چلائی لھتی؟"

”ہم سمجھتے کہ کشتی پر بچ تباہ ہو گئی۔ ہم پاس کی ذمہ داری ٹھایدی نہیں ہوتی۔ ہم نہیں جانتے کہ مورن نے یہ جھوٹ کیوں لے لا تھا۔“
 ”مورن ہمیں زندہ نہیں رکھتا چاہتا تھا اس نے چاہا تھا کہ تم سمجھدی کو شے
 سا تھی پس لیے عذر ائے کہ وہ کشتی نے گیا تھا اور یہ پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے غالباً یہی
 اندازہ لگایا تھا کہ کشتی کی تباہی کے تعلق معلوم کر کے تم رک پا گئی ہو گئے اور اس
 پاکلین کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ہم ہمیکا سمجھتے زندہ دفن کر دیے جائیں گے اس کے بعد ہی وہ
 ہم کو یعنی ختم کر دیتا اور جب ہمارا سانپی و اپس آتا قماں کا جھی بھی حشر ہوتا۔ مورن
 کہیے، دیکھ سکتا کہ ماکٹ کسی دوسرے کے قبیلے میں رہے اور یہ بے چالنا ڈینا۔“
 ”تو ام مخوروں کے لیے لافی ہی کی تھی۔“

”خدا کے لیے والپس چلوا۔ یہ کیا دیواری تھی ہے۔“ ڈیری بلبلہ اٹھی۔
 کوئی کچھ نہ بولا مورن کے دونوں مانشوں کے ہاتھ باز ہے جا رہے
 اب کشتی پوری طرح سامنے آگئی تھی تاکہ فاصلہ زیادہ تھا تو قریب نہیں کی
 جا سکتی تھی کہ وہ بیسی منٹ سے پہلے دہان تک پہنچ سکے۔
 ”پہلے ہی مر جھپٹ کتی دشواریوں کا صافنا کرنا پڑا ہے۔“ ہام بھرائی اندازیں بولا
 ”کیا تھیں پہلے سے اندازہ نہیں تھا۔“ مونیکا نے خشک بچے میں پوچھا
 ”تھا تو مگر اس کا اندازہ نہیں تھا کہ ہم اپس ہی میں کتنے مرے لکھیں گے۔“
 ”انسانیت سے گرفتے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔“ صقدار بولا۔“ تم لوگ ان
 آدمخوردی سے بھی بذریعہ ہو۔“

”میرے فرشتوں کو یعنی حقیقت کا علم نہیں تھا ورنہ میں کبھی اس پر تیار نہ ہوتا
 کہ لڑکی کو یعنی ساختہ لایا جائے۔ کسی نہ کسی طرح لاکٹ وہی حاصل کر لیا جاتا۔
 اب تو میری بھی یہی تجویز ہے کہ ہم والپس چلیں۔“

طلات کا دیوتا

"میں یہ نامکن ہے۔" مونیکا نے سمجھتے لجھے میں کہا۔

"اوہ تم ایک بیووت ہو کر اپنا کہدا بھی ہو۔" دیزی کھٹکھیاں "کیا تم بھی مجھے آگئے نمودری کے حوالے کر دوں گی؟"

"میری ذندگی میں یہ نامکن ہے۔ ہم تمہاری حقائقت کریں گے۔"

"تمہیں آدمیوں سے خودت ہمیں معلوم ہوتا ہے۔"

"میری ذندگی بھی آدمیوں میں گزد رہی رہے۔ مونیکا نے اپرواٹی سے کہا وہ سب کشتنی کی طرف پیچورہ ہے۔ تھے وغیرہ انہوں نے امر شر و کریکی اواز سنی۔" جلو... جلو... جلو... وہ خلسا سے میں ہے۔ ... وہ خلسا۔

"یہ کیا مصیبت ہے۔" مونیکا رات پیس کر بولی۔ "کچھ ہیں نہیں ہم اکیا ہو رہے ہیں۔" کشتی ساحل سے آنکی خلی انسوں نے اسرار عالم کو دیکھا جو دو قوں پا نظر اٹھائے۔ جنہیں فرماتھا۔ آؤ جلو... وہ خطرے میں ہے۔ جزوں پہنچے ہی وہاڑ کر کشتنی کے قریب پہنچے کیا تھا۔

"کیا بات ہے؟ جلدی بتاؤ۔" وہ کشتی پر جھلاں گکھانا ہوا بولا۔

"وہ راستہ نہائیں کہتا ہوا اوپر گیا تھا۔ عی کھنچن بھی میں تھا۔ کچھ دیہ بودھی میں نہیں کافر کے فائر ویں کی اواز سنی۔" سینہاڑوں کا دیہ بول کی جیجنیں۔

"کہتی دور گئے تھے۔"

"تین یا چار میل۔"

لپٹھے لوگ بھی قریب آجھتھے اسٹر و کرا نہیں پتارا تھا کہ عمران نے وہ جگ دریافت کر لی تھی جہاں سے سفر شروع کرنا تھا۔ اس نے لاکٹ کے کاغذات کا بھی حوالہ دیا۔

"اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟" مونیکا نے صفرے میں پوچھا

”بڑی دیر کر دے ہے ہوتم لوگ، صفر نے کہا“ ہمیں والے جلد سنبھال پا ہے ملائم قدم
یعنی خلود۔ میں تمدن کے حق آدمی بیمار رہا ہوں۔ جیسوں کی حفاظت بھی ضروری ہے۔“
”میں بھی سادھن چلوں گی“ مونیکا نوی۔

”یہ نامکمل ہے لیکن یہ ہونیکا۔ اب تو کسی پر اعتماد کیا ہی نہیں جاسکتا۔ کیا پتہ تم
اپنے درگ یہیں رہ جائیں۔ نہیں کہتی اسی فرض پر چائے گی کہ تم یہیں خلود۔“
”ٹھیک ہے۔“ صفر نے بھی ہام کی تائید کی۔ قم یہیں خلود۔ حالات الجیہ پیش
ہئے ہی کہ ہام کا بغیر ملکھن ہونا بے جا نہیں۔“
مونیکا خاموش رہی۔ بہر حال اس نے اس کو تجویز سے اختلاف نہیں کیا۔ جیسے سے
وہ نامی اُن تھیں کی جسے کچھ دو پہلے جو زن استعمال کر جکا تھا صفر نے ہام کے ساتھیوں
میں سے اتنی آدمی ملتی کیجیے اور اُنکی پھر اسی جانب چل پڑی جو حصہ سے آئی تھی۔

ووچاروں پری اختیارات سے اوپر پہنچ چوzen خصوصیت سے کسی نکاری کئے
ہی کا طبع چوکتا تھا۔ نامی گن اسی کے پاس تھی۔
”بیان توستا ہے میر صدر۔“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔
صادر بھی بیان طرف دیکھ رہا تھا۔

وہ کہہ رہا تھا کہ اس نے فائزوں کی آوازوں سے تھیں جنہیں سنی تھیں
لیکن مجھے تو بیان کوئی غیر معمولی بات نظر نہیں آ رہی۔“ چوzen نہ بولا۔
”غیر معمولی سے کیا مراد ہے؟“
”اوہ یہ جگہ میر صدر۔ بیان جو کچھ بھی ہوتا ہے اپنے نشان چھوڑ جاتا۔“

ہے۔ میں کیسے سمجھاؤں۔ یہ باقیں کچھ سکتا ہوں سمجھا نہیں سکتا۔ میرا دھرمی ہے کہ پچھلے تین دن سے بیال کچھ بھی نہیں ہوا۔“

”اوہ جو اتو کیا پھر کھلی و حکوما۔“

”مظہرو۔ اس نے لامان اٹھا کر کہا اور نتھی سکوڑ کر دوئیں گھری گھری رہا نہیں لے کر پھر بولا۔“ فائدہ بگئے بلا شہر ہو رہے ہے۔

”تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔ صدر جھلا گیا۔“ کبھی کہتے ہو کہ کچھ بھی نہیں ہوا۔ اور کبھی فائیون کی ہات کرتے ہو۔

”میرا بیال ہے کہاب تم دونوں لڑانا فردوں کر دو گے۔ ایک جہاڑی سے آواز آئی اور وہ اچھل پڑھے آواز عمران کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔ جھاڑیاں ہٹا کر وہ ان کے سامنے آگیا۔

”کیا ہوا۔ کیا بات تھی یاں؟“ جو ذات کہتا ہوا اسی کی طرف جھپٹا۔

”تمہارے لیے غرباً کا چشمہ تماش کر دیا تھا اچاک۔ اسی وقت خیال آیا کہ اگر بیال ایک کافی لاڈ کھولو یا جائے تو کیا جائے گا۔“

”عمران صاحب حکایات اپنے پوچھے ہیں اس لیے ہوئی کیا تھیں کیا۔“ صدر بولا۔

”اوہ! وہ بیال! اتنیں چار تھے میں نے انہیں مار کر پانی میں پھیکرایا تھا۔“

”کون تھے؟“

”لا حل و لا قوہ۔ بڑھے پا اخلاق تھے کہ اپنا نام اور پیرت ملکے بغیر ہی مر گئے۔“

”عمران فتح باد سامنہ بنا کر کہا پھر ہام کے صالحیوں سے بولا۔ تم لوگ جاؤ اور انہیں بیہیں لے جاؤ۔ ہمارا سفر نہیں سے شروع ہو گا۔ سب ٹھیک ہے۔“

”وہ کھڑے سمجھیر۔ انه انداز میں پلکیں جھپکاتے رہے۔“

”کیا تم نے ستانہیں... جاؤ! اور تم دونوں بیہیں مظہرو۔“

صفد کی انکھوں میں الجن کے آثار تھے لیکن وہ کچھ بولا انہیں۔ نام کے صالح
نشیخ ہی اتر گئے۔

”مودن کارو پر کیا رہا؟“ عمران نے پوچھا
”میں نے اسے مارڈا۔“ جو زندگی اسے محدود نہ لگا۔ شاید جو زندگی
اسے مودن کی کافی ملکش کے پہلے ہی سببے چین تھا۔ ان دونی نے یہ دی
جلیلی اسے سارے حالات سے آگاہ کیا۔ عمران تھوڑی دریپک کچھ سوچا رہا پھر
پوچھا۔ ”یہ تو چند ٹھنڈوں کی انہیں پورے ایک ماہ کی روپرست معلوم ہوتی ہے۔ کامی
وہ اجنبی اس طرح نہ مار لیتا لایا ہوتا۔“

”اس کی ذہر داری بھی سارا اپنی پر عالیہ ہوتی ہے۔“ محفوظ نے برائی مذہب
بنالر کیا۔ ”آخر اس طرح بھائیگنے کی کیا فزورت ہتی۔“

”اس کی کئی وجہات ہتیں۔ میں ان لوگوں کا استھان کیجئے بخیر اگئے نہیں بلکہ ملکا
تفاق پرچھ مسلم کرنا تھا کہ کون کس عوامک مونیکا کا ساتھ فیصلہ کرتا ہے دوسرا بوجہ! چونکہ
انہیں ہی باور کرنا تھا کہ سفر لاکھ میں پائے جانے والے نقشبند کے مطابق ہی کیا
جار ہا ہے اس لیے یہ ضروری سمجھا کرم از کم وہ جگہ تو پہلے ہی دیکھا کریں جائے
جہاں سے سفر شروع کرنا ہے۔ ان سبھوں کی موجودگی میں وہ کاغذات نہ نکالے
جا سکتے جو مونیکا کے ملازم سے حاصل کیے گئے تھے۔“

”ٹھیک ہے میں نے مونیکا کو ہی سمجھنے کی کوشش کی تھی۔ وہ نہ بھی پاگل ہو
گئی تھی اپنے کے اس طرح بھائی نہیں پ..... بھر اگر میں اور جو زندگی را مابھی چھکتے
 تو ہمارا قیمتی بن کر رہ جاتا۔ وہ سب، ہی دیوائی کی سرحدوں کو چھوٹنے لگے۔ یہم دونوں
نے فوراً ہی میگوئی پر قبضہ کر لیا تھا۔“

”یہی وجہ ہے کہ ایکس ٹو تھیں دو تھیں دوسرے پر قریبی دیتا ہے۔ عمران نے امانت کا

اور پھر کچھ سوچنے لگا۔

”تم... مگر... پہلی آپ پس نے گلہ کیا تھا؟“ صدر نے پوچھا

”دانش پہلی بیانات میرا۔ عربان انتقام دار اسی بولا۔ پتہ نہیں ابوجہر یہ کیا ہے۔ باقاعدت پر پاگل ہو جانے کروں چاہتا ہے۔ یہ رخت دیکھ رہے ہوں ناہ، وہ صاف ہے...“ بس ایسا گھوسی ہوا تھا جیسے کہتے تھے اُنکھی لاری پارہ مذہبی چڑایا ہو۔ اُگریں عزم کر دیں فارمگن...“ اسی کے تھے پر تم کو یہیں کے بناء پرستے مقدود سودا خود بیکھر سکتے ہو۔“

”لیکن اسرار کئے ہزاروں آدمیوں کی جنہیں بھی سنی تھیں؛“

”کیا بتایا اس نے؟ لاکھوں آدمیوں کی بھیجیں۔ جب بچے خدا آئیے تو علمتے پہلی وقت لاکھوں قسم کی آوازیں سنکھی ہیں۔“

”ہر دو حصہ جزو کیلئے کوئی مانشی اور پھر جعلی اور آدمی یا جعلی اور کامیاب ہے؛“

”یعنی کہ اُنکھے ماڈنے سے خواہ نزاول رہائی جھلکا ہو جاؤ گے۔“

”اسی ورزخ پر سے کسی نے انکھ اڑی تھی؟“ جوڑت نے تحریر لٹکھی ہی پوچھا

”لائیں! زیادہ پل گھنے ہو کیا...“ ایسے درخت نے اُنکھے اڑی تھی:

چودھڑے دافت لکھل دستے۔ پھر سنجیدگی سے بولا۔“ اس سچائی میں یہاں فاؤنڈمیٹ سے بچنے کی کوشش کرد۔ اُنہوں دو رنگی صلیقی ہے۔ وہ اُنکی جو مارتا الہ گیا بتارہ تھا کہ وہ جو یہ غیر اباد ہیں ہے۔ اُنہوں دوں کی استیاں بھی ہیں۔“

”حدوت خود میں کی استیاں۔“ عربان نے تھیج کی۔“ تم کہاں کے گلام ہو کر دہ تھیں مجھن کہ کہا جائیں گے؟“

”آخر یہ سب کیا تھا اُپ تلتے کہیں نہیں۔“ صدر پھر جملہ لیا۔“ یہاں آپ کو مقام پہنچانے کا۔ کیونکی اختیار کیجئے۔“

میں نہیں چاہتا تھا کہ خود بھی ان لوگوں کے راه مل جاتے کی اطلاع دفن اس کے لیے پائیٹ ہی محسوس رہتا اور صہب سے بُٹاکی وجہ یہ کہ میں ہر اکب کو چاق و چوندوں کی چاہتا ہوں۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ اسی وجہ پر سے کی آپ دبوا اور لختہ رہنے میں بہت مددی قیمتی ہے۔

”وہ تو سب مشکل ہے،“ اس۔ لیکن اسے لکھ دو کہ نامہ فل کی آوازیں ہیں کی جائیں۔ صہیبت میں بنتیا کر دیں گی۔ اور صریحی کافی فائز ہو چکی ہے۔“
یک بیکار اسی سے ناموش ہو کر جھر جھر فرمائی اور کسی لکھاری کشے کی طرح چالنے لرنے دیجئے الگا۔ صہدر نے اس کی آنکھوں میں کسی غم کا تغیر محسوس کیا تھا جسے نہیں طور پر وہ کوئی صحنی نہ پہنچا سکا۔

”پاس۔ جزو اُبھرتے ہے بولا۔“ میں اس پاس کی اور کسی بھی موجود محسوس کرنا چاہوں۔
”بیکھڑا ہے۔“ میران نے ڈاپر والی سے شانوں کو جنبش دی۔

صہدر سوچ رہا تھا کہ شاید اس با رہران کے مقابے کو دش بھی میں آگئے ہی۔
”وہ دیکھ رہا دھڑتا جزو اُبھرتا ایک جانب اُبھر اُبھر کر چکا اور صہدر اس میاہ تھے چیز کی ہلکی سی جملک ہی دیکھ سکا۔ جو بھی کسی سرعت سے باعثی جانب دلا جھاؤ یوں یہ خاکب ہو گئی تھی۔

میران نے بڑھے سدا مکارا زانہ اس ٹانگی کی جزو ف کو تھادی اور خود کا نہ ہتھ
ٹکھے ہے چونی تھیلے سے ایکسا موئخا اور گن نکالی کر جانا ضرور ہ کر دیا۔
صہدر کی تجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کر سکے۔ جزو اس اب بھی انھیں جھاؤ یوں
کر گھور سے جذرا نہ۔ اور ٹانگی کو بھی اس پوزیشن میں سے اُبھرنا کسی شکے
بھی نہ کر سکے۔

”میران صاحب! میں پاگل ہو جاؤں گا۔“ صہدر ہرگز اس نعمت کیجئے اے۔

میران نے مادھتہ آرگن ہونو ٹوں سے ہٹلتے ہوئے کہا "ذیارہ عتلخند بننے کی
کوششی نہ کرو۔ درد نہ خرتی ہو جاؤ گے۔"

"ان جھاؤ دین میں کیا ہے؟"

"ایک ایسی قدر تی صرف نگہ کارداز چو میلکن نکل پھیل ہوئی ہے اور وہی ہے
اعمل راستہ؟"

"میں نے ابھی ایک سیاہ سی چیزوں والی دلخیلی لی۔"

"ان سیاہ سی چیزوں کی تعداد ڈیڑھ سو سے کسی طرح کم نہ ہگا۔
کیا مطلب؟"

"ڈیڑھ سو سیاہ فام اور نگہ دھڑکنگ جنگلی؟"

"اور آپ کھڑے مادھتہ آرگن بخار ہے ہیں؟"

"طلہ بجانا پاہنے تھا مجھے تو... مگر کہاں سے تھیا کر دیں؟ میران نے مایوسانہ
لہجے میں کہا پھر جلدی سے بولا "خبرہ ارجوزت فائز نہ کرنا۔"

"وہ نہیں کر سے گا تو میں شروع کر دوں گا۔" صفحہ کی چھٹا ہٹ بڑھ گئی۔

"فضل ہے۔ اس درخت کے تنے پر دیکھو۔"

"کیا دیکھوں۔ ہاں گولیوں کے نشانات دیکھ دے ہوں... پھر...؟"

"ساری گولیاں اسی پر ٹپی تھیں ان کا بال بھی بیکا نہیں ہوا۔"

"کیا مطلب؟"

"ان کا لیڈر ایک سفید فام اوری ہے لیکن اس نے بھی لگوٹی ہی لگارٹی ہے
اس نے جسد سے کہا تھا کہ تم ظہارات کے دیوتا کے بخاریوں کا خون نہیں بہا سکو گے۔ یقین نہ
آئے تو فائٹر کے دیکھو۔ وہاں لوگوں سے دھڑکنا تھا۔ میں نے تو پسیں بیدھی کی۔ اس
منوار میں فائر نگہ شروع کی کہ ایک ہی جگہ سبھوں کے لیے کافی ہے۔ لیکن ان میں سے ایک بھی

دگنا۔ اور صادقی گولیاں گویاں سنے کرتا کہ اس درخت پر بڑی تھیں۔

”آپ نے کوئی ظلم ہو شر بازی خواب تو نہیں دیکھا ہے۔“ صہدر رہنس پڑا۔

”اچھی بات ہے جو زندگی شروع کر دو اس چھاٹی پر۔“ عمران نے کہا جو زندگی پر یہ تو سمجھ کیا یا پھر سنی جیل کر گویاں بر مانے لگا۔

”دیکھو!“ اگر ان نے درخت کی طرف اشارہ کیا۔ وہ دیکھو۔

درخت کا تنہا چھلنی ہوا جا رہا تھا۔

”خشم گرو!“ اگر ان باتھا کہ بند آواز میں بولا ”تمہیں دیوتا کی بڑائی کا اعزاز کرنے ہی پڑے گا۔“

جوزف نامہ بند کر کے بڑی طرح کافی نہیں لگاتھا وغیرا جھاڑیوں سے اداز آئی۔ بڑی بھلی ہے کہ گولیاں پیٹ کر خود نہارے ہی سینوں پر پڑیں۔

یہ چند بڑی شستہ انگریزی میں ادا کیا گیا تھا اور لمبی بھلی انگریزوں ہی کا ساتھ نہیں نہیں۔ عمران جلدی سے بولا۔ ایسا سرگزہ نہ ہونا چاہئے میں نہ ان دونوں کو لیفٹننڈ لانا چاہتا تھا۔ میرے ساقی بھی بہت جلد ہیاں پہنچ جائیں گے۔

صہدر دم بخود کھڑا رہا۔ اور جوزف کا قدم ہی نکلا جا رہا تھا۔

”مم... میں نے تو... خبیث روحیں کی پہ چھائیاں پہلے ہی دیکھ لی تھیں۔“ دہ کا نیپتا ہوا بولا۔

لکھ دیں بعد صہدر نے پوچھا ”لیکن آپ نے ان لوگوں کو کیوں بلوایا ہے؟“

”ایکی ڈبنا جھپسند نہیں ہے... مرد تو سب سا قریبی مرو۔“

”یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟“

”کسی ایسے کا لے اُدی کا گوشت جو بہت زیادہ پیتا ہو۔“

”مم مار ڈالا... بب باس۔“ جوزف کی آداز حلق میں پہنچنے لگی۔ تم نے

انہیں بتایا تو انہیں ہے۔

”مزدوں کی طرح میدھے نہ کھڑتے ہوئے تو مفرود بتا دوں گا۔“

”یا خدا... یا خدا... یا ہری فادر...“

”اگر کوئی گستاخ ہو تو میر و میر کر دو... میں ماڈھتہ آرگن بجا دیں گا۔“

”مگر ان صاحب خدا کے لیے سمجھدی گی... کچھ سوچ جائے۔“

”ماڈھتہ آرگن سوچ جائے پر کوئی پارپندی نہیں لکھائے گا... سوچتے رہو۔“

”کسی طرح خوبی نہیں نہیں جانا تھا۔ انگران بیچاروں کو کیوں پھنسوار ہے ہیں۔“

”مگر ان ماڈھتہ آرگن بجا کا رہا۔“

”فہرتو، فردا ایک منٹ... ایک بات سن لیجئے۔“ صفردرانے مصطفیٰ بازا افلاز میں کہا۔

”شاویار...“ مگر ان جھکلا گیا۔

”یہ لوگ جھاؤں سے باہر کیوں نہیں آتے؟“

”ہمارے دوسرے مانصبوں کے منتظر ہیں۔“

”اپنے سے بتا دیا جائے۔“

”سمجھو! یوں لگنا ہے۔ مجھی اور ڈیڈی بچپن ہی سے کھجاتے آئے ہیں۔“

”خدا غارت کر رہے۔“ صفردرانے میں کردہ گیا۔

”صحبت بروئی تو مفرود فارست ہو جاؤ گے۔“ مگر ان نے سر ہلا کر کہا اور پھر مانع کر دیا۔

”ہونگاں کی طرف بیچائے کا ارادہ کریں رہا تھا کہ جزوئی نے مانع کیا گی اس کی جانب بڑھاتے

”محض کے کام کو کھو بائیں اسیراً آخری وقت قریب آ پہنچا ہے۔ میں بانٹا تھا کہ

”ایک دن اسی سورجتکی بدوہما بیٹی مفرود پوچھی ہوں گی جو چاہمنی را تو میں

”بچپن سے سیرا انتکار کیا کرتی تھی۔“

”خدا نیز ملک اخوت پر چین نمازی کرے جزو نہ۔ مجھے بھی کہاں عحدت یاد آئی ہے۔“
عمران نے ٹھنڈی سافس لیکر کہا اور صدر کو اشارہ کیا کہ ٹامی گن اس سے ہے لے لے۔
پھر قفترِ یاد و گھنٹہ کے صدر وہی سیچھا ہو دہنوارتا۔ اس کی سمجھی میں نہ آ رہا تھا کہ
یہ سب کیا ہو رہا ہے گوں یہیں کارچ لیجے بدل گیا تھا اور اب کیا سو گا؟ کیا وہ سب قیدی بنا
لیے جائیں گے؟ یا اڑاؤسے جائیں گے؟ عمران کی کسی سلیکم کے متعلق قبیل از وقت
(ذرا ذرا لگائیں) مشکل کام تھا۔

”شاید وہ لوگ آگئے۔“ عمران بڑبڑا یا خلدوش بھیڑے رہو وہ خود ہی اوپر آ جائیں گے۔
صدر کچھ نہ بولا۔

پھر خود پری دیر بعد مونیکا تیرپی کی طرح عمران کی طرف آئی تھی۔

”یہ کیا کرتے پھر ہے ہولم؟“ اس نے پوچھا۔
”میں ایک بہت بڑی صیبیت میں مبتلا ہو گیا ہوں۔“ عمران نے گلو گیر کرواز میں کہا
”والی سے اسی طرح بھاگے کیوں نہ تھے؟“

”صدر تو ہمیں اسی کے تعلق شاید پہلے ہی بتا جائے ہے... مگر یہ نبی صیبیت؟“
”کیا بات ہے؟“

عمران اس کی بات کا کوئی جواب نہے بغیر سارے سالخیوں کو مخاطب کر کے بولا
”جھا یخو! میں ایک بہت بڑی صیبیت میں پھنس گیا ہوں۔ میری درود کرد۔“

”کیا بات ہے؟“ ٹام نے اگے بڑھ کر پوچھا۔
”میں سامنے والی جھاڑیوں پر فائز نگ کرنا ہوں تو گو لیاں اس درخت پر
پڑتی ہیں۔“

”وہ اس تو نہیں خواب ہے گیا۔ ٹام نے انھیں نکالیں وہ عمران کے تعلق کرنے
اچھی نہیں رکھتا تھا اور مونیکا سے بھی اس کا اظہار کیا تھا۔“

”لپٹے سالنے سا تھیوں سے کہو کہ بیک وقت ان جھارڈیوں پر فائزگ کریں۔“

”اگر تم کچھ بتاتے کیوں نہیں؟“ مونیخا جھنخھا لکھی۔

”ای شایگی پر کسی خصیت درج کا سایر ہو چکا ہے۔ اس نے صدر کے ماحصلیں
وہی بھولایا گئی ہوت اشارہ کیا۔ پھر صدر ہری سے بولا ”رکھا وہ بھائی ما نہیں
بھی دکھا وہ مر جنم لوگ اس درافت پر بھی نظر رکھنا۔“

صدر جو مر جاسٹی عدالت کا کام گیا تھا۔ شایگی گئی اس کی طرف بڑھتا ہوا بلو
خود بھی دکھائے؟“

برخلاف مران ہری نے فائزگ کی۔ مگر تجھے پیدے سے منت بھی تھا۔ وہ صبب
بی طرح پوکھلا گئے۔

”یہ کیا صیحت ہے۔“ مونیخا مران کے قریب کھلکھل ہوئی مہمنا۔

”ان جھارڈیوں کے لیے تقریباً دیزدہ سو جھلکی موجود ہیں لیکن ہم اذکار کے نہیں لجھا رکھتے۔“

”ویکھ لینا۔ ان لوگوں سے کہو کہ ان کے پاس جتنا بھی اسلحہ ہے ایک بھکڑا ڈھر
کر دی۔ اور خالی اتھر کھڑے ہو جائیں۔“

”یہ توجہت ہی کو دھرت دینا ہو گا۔“

”تم ان پہنڑاٹک کو سکھنی کیا کر لیں۔ پھر ہے کہ انہیں فی الحال اعتماد میں
لیجھ کی کوشش کی جائے۔ میں بھیجا پاہتا ہوں کوئی بیوں کا رخ کیوں بدل جاتا ہے؟“
کے بیکس جھارڈیوں سے سورجند ہے۔ ”مغلہ تھوڑا سیاہ فام ادی ان کی طرف
بڑھنے تو۔“

ڈیزی بڑی طرح چیخ رہی تھی صدر نے جھپٹ کر اسے سماں دیا اور زورہ گزی
جائی۔ کوئی خود منکری کا ناق نہ لئے پچھے ہی سے طوفزوہ کو دکھا اتھا۔

میران بھر ما و تھا اگن بجانے لگا تھا۔

مرد سے اسے شمارا دیا غریب ہوا ہے کیا؟ مونیکا میران کو جھنجور دئے ہیں۔ کچھ لوگوں نے بڑھائی کے عالم میں فائز بھی کیے لیکن وہ بیاہ قام اور یہم برہنہ دشی بھی اگر انہا میں نہیں اور بیضت دا بیسے کی شکل میں آگئی ہی بڑھتے ہے۔ پھر تو پچ سو ہزاروں سے والقین اور ناشتر شروع ہو گئیں۔ جزو دیستے پہاڑوں سے کراس بیک دیاں پڑھ دیا تھا مگر بڑھنے والے بڑھتے ہی نہ ہے اسی پیسے کوئی ترخی شکن نہ ہو سکا تھا۔ ہر یہ کسی صیعت میں پھنسا دیا اس پاگی نے ؟ کام دانت پسی کر داڑا جبند کرو یہ کلاما پہلا نہ

لیکن میران پسوندہ برابر بھی اثر نہ ہوا۔ ماؤ تھا اگن کی اولاد دیوارے میں گوئی دہی اور جھکلیوں نے ان کے گرد اپنا داروہ ملکی کر لیا۔

ان کے ٹھقنوں میں سروں سے اوپنچے نیز سے تھے جھکلیں نہیں یعنی جنہیں کھریا اور گیر و سے بنائی ہوئی لگیوں نے اور زیادہ وحشتاک بنایا تھا۔ یہ بیک امنوں نے داروں سے جی کی خلکی میں آہستہ آہستہ ٹھکنا شروع کر دیا۔

“ما... ناچو گے۔” میرن نے قہقرہ لگایا “ناچو۔ اگر میری ایجاد کر دے وھنول پر ناچ سکو ٹوہ۔ پھر ما و تھا اگن بجانے لگا۔

جھکلی آہستہ آہستہ ملختہ رہے اور ان کا داروہ گوش کرتا رہا۔ دفتاً انہوں نے سچا ناچی شروع کر دیا اور قدمہ بیک کی سبقت تیری ہے ایشٹے گے۔

یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ کیا ہو رہا ہے ؟ مونیکا میران کے کان کے قریب نزدیک اسکی

دہیں ناچ سکتے۔ میران نے مایوسا نہ بھجوئی کہا ”میری دھن پر نہیں ناچ سکتے۔ اپنے بیدار دھن میں مست ہوں گا۔“ ہم تم رہبا شروع کر دیں۔

متہانِ وگوں سے کسی طرح بھی کم نہیں ہو۔ مونیکا دانت پسیں کر جوں۔ جنگلی۔ دھنٹا، الگ
چکہ کر نہیں سکتے تو خاموش رہو۔“
دھنٹا جوزت بھی کھک کر عمران کے قریب آگیا اس کی انکھوں میں خوف کی
بلکہ سیرت کے آثار لختے عمران اسے سوا یہ انداز میں گھومنے لگا۔
جنگلیوں کے گیت کی لئے بلند ہی ہوتی جاہری تھی اور دائرے کی گردش بھی پہنچ
سے تیز ہو گئی تھی۔

جذف اس کے کام کے قریب منہ لا کر بولا“ میں اس گیت کو مجھ سکتا ہوں باس !
یہ زبان فائیج پریا کے لشکری حصے میں بولی جاتی ہے مگر یہ گیت عجیب ہے اس سے دشمنی
کی بوشنیں آتی۔ یہ گیت پسندیدہ زمانیں کے لیے مخصوص ہے۔
اوہ قب قویہ نیفشا وہی آدمخور ہیں ۔“ مونیکا نے کہا۔

”اما ! عمران خوش ہو کر بولا“ اگر یہ بات ہے تو میں ان سے عورت پکانے
کی تاریب خود رسکنگوں گا۔“

”بس اب ایک لفڑی بھی زبان سے ننکے ورنگوںی مادر دوں گی۔“
”در وہنیں آ جائیں جھاڑیوں سے آواز آئی“ اپنی را الفلیبی زمین پر ڈال دو
تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ دیجئے تم یہ تو دیکھو ہی چکے ہو کر نہیں کے آتشی جو سے
بیکار ہو کر رہ گئے ہیں تم سب ایسی اود اسی جگہ ختم کیے جا سکتے ہو۔“
”اسے یہ کون ہے ؟ مونیکا بوجھلا کر جھاڑیوں کی طرف دیکھنے لگی یہ تو
کہاں اگر یہی معلوم ہوتا ہے۔“

جنگلیوں کا وقق نقطعہ عروج پر پہنچ کر ختم گیا تھا اور اب وہ پھر پہنچنے کی
طرح عالموق کھڑے تھے ان کی الگھوں میں اب پھر وہی پہنچنے کی سادا سی اور بالآخر
سے پہنچنے والی جات تھی یہ کہا ہی نہیں جاستہ تھا کہ انہیں قدرتی ویریقی کی طوفانی

رقص پیش کیا ہو گکا لبیں ایسا بھی محلوم ہوتا تھا جیسے کوئی مشین جلتے چلتے اچانک وک گئی ہے۔ نبی پوری مشین کے پہنچنے سے یہ آشیں تا ہر ہر مسلمان وہ ایک ہی سکینہ پرے چل رہی تھی۔

"جزوں اب من شکار لیے ایک عجیب دھن بجانے چار ہا چوں۔ تم بھی ناچو ڈرومن۔ کیا تم مجھے نہیں جانتے۔ ہر وقت پیسوں خدیث اور پچا سوں چڑھیں میرے مجھے لجا رہتی ہیں۔"

عمران نے پھر ماڑکھا اور گن ہونٹوں سے لگایا۔ ایک عجیب ساتھرضا میں کو بخت لگایکی دوسرا ہی لمحے میں جزوں کی آنکھیں فرط حرمت سے ابل پڑیں۔ "ماں میں باس! یہ تو بولنا کام کیا ہے۔ تم کیا جاؤ... نہیں نہیں ہرگز یعنی میں نہیں ناچوں گا۔ یہ ایک طرح کا اعلان جنگ ہو گا باس! یہ لوگ الجھی ہمالوں کی اور پرخوشی کا گستاخانے دے ہے ہیں۔"

"او خدا کے لیے اس لھے کو جلدی ختم کرو۔ تو نیکائے عمران کو عجیب ہو گریا ماڑکھا اور گن چڑھاں کے ہونٹوں سے ملک ایسا اور وہ کراہ کو جو ڈالا۔ تم ہی بتاؤ۔ میں کیا کروں... وہ اسی کا رنجھے عصہ دلاتے ہیں میں بجا سفے لگتا ہوں۔ پچھلے سال میں ایک قول کی صدمیں راست بھر علیق پھاڑتا رہا تھا۔ قول صحیح ہونا!"

"میں کچھ بھی نہیں سمجھتی۔ آخو یہ لوگ چاہتے کیا ہیں؟" "یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارے میگذین پر قبضہ کر کے ہی نہیں کریں اسے باپ رے وہ دکھھو!"

عمران ساحل کی طرف مرڑا تھا۔ اندر ایسا تھا کہ وہ سب ہی اسی جانب دیکھنے لگا تھا۔ ان کی کششی بہت دور جا چکی تھی۔

”یہ بکھت پائیکٹ بھی درکر رہا جائے مکھیں نکالیں اب کیا ہو گا
ابد و ایسی کی امید نہ رکھو۔ وہ اس کی پردازی کی بغیر اگر کسی پڑھتا جائے تو چکار کا آنالیا
سر اس کے ایکیے کے لئے کا دوگ جسیں ۔“
”سب تھاری پر بروات چوپھٹے تو نیکا جیتی۔ اگر تم نام کے او میون کو صوت
حال سے انگاہ کر دیتے تو ہم ادھر آنے کی حاجت نہ کرتے؟“

”اپنی میں جنگڑا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ جھاؤ گیوں تھے پھر کواڈاں
”نکھلی اپنی صلانی میں شیخ نہ ہونا چاہئے۔“ یہ سیرے نہیں بلکہ اس پیاروں کے
اتفاق ہیں جو پہزادوںی سال سے زندہ ہے۔ جسکی بھی نہیں مریت صرف چند دنوں
کے لئے چاری آنکھیں سے اوچھیں ہو جاتی ہے۔ وہ لند کا بھروسہ ہے۔“
”اے،“ اُ عمران دونوں ہاتھ اٹھا کر پر سرست لجھے میں چھیڑا۔ ”دیکھا ہے۔“

.... کہاں اس جو سے میں ... سیرے خدا ... اودھ ... اودھ ...
”تھہنا، کیا تم اسے جانتے ہو؟“ جھاؤ گیوں سے کواڈاں کی

”کہاں سے یہ نہ پوچھو؟ میں اسی کی تلاش میں سارے چھپیں بار پیدا ہو چکا
ہوں۔ پہلے یہ نان میں پیدا ہوا تھا۔... لیکن وہ اس وقت صورتی تھی۔...
جب صورت میں پیدا ہوا۔... تو معلوم ہوا کہ اب وہ قوت میں ہے۔...
تبت میں پیدا ہوئے کی بہت بھی پڑی تھی۔... لیکن نکھلے چھپی ناکوں سے
بھی خوف نہ سوس ہوتا ہے۔... پھر حال آخری بار ہنہاں لوگوں میں پیدا ہو کر
بیدھا ہیں چلا آرما جوں۔... اگر یہاں بھی نہ ملی تو میں اب پیدا ہونا
ہی پھر کو دوں گا۔“

”تم کبھی الٹا سیدھی باقی کر رہے ہو؟“ اس باراً کواڈاں ختمیں تھی۔...
”اس پارٹی کا راپر کون ہے سامنے آئے؟“

• میں وہ اپنے ہوئے جتاب اُنہم نے اُنگے پڑھ کر کا بیچھے ہوئی اور ادھی کما
• اپنے آدمیوں سے کہو کہ غیر مسلک ہو جائیں:

• بہت بہتر جتاب اُنہم نے کہا
• نہیں ایسے بغیر ہو سکتا۔ مونیکا بولی
• دیڑھی مونیکا! عقل سے کام لو۔ کشتی واپس جا بخکھے۔ ہم ہر طرح
ان کے بیچھے ہیں ہیں۔ اپنی فائزہ جگ کا انعام بھی دیجیا ہے۔
نام نے کہنے پر سب غیر مسلک ہو گئے۔

عمران تو پہلے ہی نامی اگر بیٹھک جائے خدا۔
کجا کا جب میں شکرانی چاہو تک خود ہے گیا۔

• شہیک ہے! جھاڑیوں سے ادارا! اُب ہر طرح ملکیں ہو جاؤ!
چین کو خندیں لہنیں آج ہی تسبیب ہوں گی:

• حکومت نجس سے نواہ نواہ خدا ہر کوئے ہو پیارے! عمران نے کہ
حالاکد میں بھی قتل و گوی کا سب سے بڑا عقد خندیت ہوئی تباہت ہوئی گا۔

• قتل خاموشی رہ جو۔ نام نے اُنھیں دکھانیں۔
• اُس سے تم اسی لمحے میں باس سے گفتگو سننی کر سکتے۔ میں تمہاری بھیں
نکال لیں گا۔ جوزف نظر ایسا۔

• بہت! عمران بولا۔ سمجھ کر از کرو۔ نام شہیک کر دیا ہے مجھے
خاموشی ہی رہنا چاہیے:

• سزا! خاموشی ہو جاؤ! جھاڑیوں سے کواد آئی۔ مقدس یحیار بن
کا حکم ہے کہ ہم تمہیں منزل مقصود تک پہنچا دیں..... تم تو کوئی دغدغیوں کی تلاش
میں اُنکے ہونا ہے۔

کوئی کچھ نہ بولا۔

”نکد نہ کرو۔ پھر ادازائی۔ ہم تو تارک الدنیا لوگ ہیں۔ ہمیں دھیون سے کیا سروکار ہے تو ہم چاہدی ٹھوکروں سے پیدا ہوتے ہیں۔“
”ذرا ایک ٹھوکر اسی جوزف کے لئے کو جھی رسید کرنا۔ تارک یہ شراہکے بیرون میں تبدیل ہو چکے۔“ عمران نے ہانکہ لکھا۔ اور جوزف بیٹھ کے پرے منٹے لگا۔

”آخر تھاری پیکاروں کو ہم سے کیا سروکار ہے مونٹکانے پوچھا
اسی جزوی سلسلے کی سر جزوی سے مقدمہ پیکاری کو سروکار سمجھے۔۔۔ اچھا
اب سفر کے لئے نیا رہو جاؤ!“

وہ پڑتے رہے حتیٰ کہ سورج مغرب میں جبک گیا۔
راستہ حقیقتاً بلوار گزار تھا۔ صدر صورت کندھ تھا کہ رامبر کے بغیر ان جنگلیوں میں
گھستا و دسرے الفاظ میں مت کرد گرت دینا تھا۔
جنگلیوں نے ان کا سادا سامان سروں اور کاغذوں پر اٹھایا تھا خود اسیں اسکی
مکملیت نہیں برداشت کرنی پڑی تھی۔
لیکن وہ کہاں تھا جس کی آواز جماڑیں سے اُنی تھی۔ بڑاں کے بیان کے مطابق
وہ کوئی سفید قام اور می تھا لیکن اس قافلے میں وہ شریک نہیں تھا۔
ڈری کو سوچن اگیا تھا اور وہ صدر کے ساتھ ہی چل رہی تھی۔ چل کیا رہی تھی میں
وہی اس سے چلا رہا تھا۔ قدم قدم پر وہ لڑکھڑاتی اور صدر رہی اسے سہارا دیتا۔ اس کے
خلافہ اور کسی نے تو یہ بھی نہیں پوچھا تھا کہ وہ کسی حل میں ہے۔
”سچ تباو! یہ آدمی غور تو نہیں ہیں۔“ وہ بار بار پوچھتی اور صدر بخاہر اسے
تسیاں تو دیتا لیکن حقیقتاً وہ خود بھی مطمئن نہیں تھا۔
دھنڈا اس نے بڑاں کی آواز سنی جو غائب ہونے کے کہ رہا تھا اب کیا میں خود بھی
آدمیوں پر آؤں۔ صحیح سے بھوکا ہوں۔“
”اوہ... اوہ... کون کیا کہہ رہا ہے؟“ ڈری خوفزدہ لہجے میں بولی۔
صدر کیا جواب دیتا۔ اسی خوفزدہ لہجی کو مطمئن کر دینا آسان کام نہیں تھا۔
قافلہ چلتا رہا۔ کام کے ساتھیوں میں سے کوئی تھکن کی وجہ سے لڑکھڑا ہے تھے

بما چو ملکتا ہے وہ بھی خافت رہے ہوں۔

"اب تجھ میں جیسے کی سکت نہیں رہ گئی۔ میں کیا کر دیں؟" دیجیا نام پتی ہو کی بولی۔

"پھر بتاؤ میں کیا کر دیں۔ کیا اسے پسند کروں کی کہ میں کہیں اپنی پیٹ پر، اپنا کر لے چلوں؟"

"بھی نہیں علیک ہے۔ محنتی رہوں گی کسی نہ کسی طرح۔ اف وہ اب کتنا اندر چرا

ہو گیا ہے۔ کیا اُخنا جنگل ہے سوچ کی ایک کرن کا بھی لگز رہیں یا پھر رات ہو گئی ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا۔ مگر اب یہ سفر کیسے چاری روکے کا اندر چرا تو بڑھتا ہی جا رہا ہے۔"

اچانک کسی نے چیخ کر کچھ کہا اور باد بار ایک بھی لفظ درہ راتا رکھ۔ وہ غالباً کوئی جنگل ہی تھا۔

"باس! جو زن مگر ان سے بول اللہ وہ رکھ کر لیے کر رہے ہیں۔" پھر بلند آواز میں

میں بوڑا "مھر جاؤ۔ رک جاؤ۔ سب آیا اغماڑا اس نے انگریزی بھی میں ادا کیجئے۔

قاصلہ رک کیا لیکن اننا اندر چرا فنا کر دیک دوسرے کوہ آسان پیچاں نہیں سکتے تھے

دغنا جنگلیوں نے جیخنا شروع کر دیا اور کام کے بعد ساقیوں کے قلنے سے

ڈری ڈری سی آوازیں نکلنے لگیں۔

"اوہ! اخاونی خاوشی۔ ڈر دینیں۔" جو زن بلند آواز میں بوڑا۔ وہ اپنے دیوبخت سے

دوشنبی ماںگ رہے ہیں۔ سورج ماںگ رہے ہیں۔"

"میرے لیے چونکہ کسے پہنچ بھی ماںگ لیں تو بہتر ہے۔" مگر ان بوڑا۔

"اوہ! کسے یہے تم چیز رہو۔ تمہاری کا دا زخمی نہیں فر لگتی ہے۔" مونیکلہ کا

ڈری صدر سے کہ رہی تھی۔ تمہارے ساقی عجیب ہے ایسا معلوم ہزاہ ہے جیسے

میتھیوں کی نکر ہی نہ ہو۔ یا تو یہ پاگل ہے یا جھوت۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"کچھ بھی نہیں دہ ایسا ہی آدمی ہے۔"

"اب بی دیکھ کر ہم مرے جائیے ہیں اور اسے عرف چھپنے کی کھڑی ہے، کلا آدمی
اسے پاس کھاتا ہے کیا وہ اس کا طالع میں ہے؟"

"ڈبیڈی، ڈبیڈی! تم کہاں ہو؟ دنخنا منیکاں کی آواز آئی۔

"میرے ساتھ اے صدر نے بخوبی دیا۔

"ٹھیک ہے۔ اس کا غیال رکھنا..... بھیواری لڑکی؟

"وہ منیکا سے جھی نہیں ڈرتا۔" ڈبیڈی بولی۔

"منیکا ہے؟" صدر پس پڑا۔ "وہ جھی کوئی ڈرنے کی چیز ہے؟"

"موری اور نام تو اسی کے ساتھ ہکانے لگتے تھے"

"ہو گا۔ لیکن میرا ساٹھی دوسرا قسم کے لوگوں میں سے ہے۔ اسے متاثر ہونا
نہیں آتا۔ اس کے متعلق زیادہ نہ سوچو۔ ورنہ تمہارا دماغ خراب ہو جائے گا۔"

"میں بھی یہی محسوس کرتی ہوں۔ مگر وہ ایک مستغل خلش کی طرح میرے ذہن
پر حادی ہو گیا چہے؟"

"بری علامت ہے۔ صدر نے ٹھنڈی سامنی لی۔

دھماکہ جنگلیوں کا شور اتنا بڑا ہو گیا کہ قریب کھڑے ہوئے دو آدمی بھی
ایک دوسرے کی آواز سنتے میں دشواری محسوس کرنے لگے۔

اور پھر ان کی انکھیں چند ہیا گئیں۔ پچھے پچھے ایسا ہی محسوس ہوا جیسے سورج کا
ایک گولا گھنیری شاخوں میں آپھنا ہے۔ اتنی یقینوں ستری خلق کو زمیں پر گردی ہوئی
سویں بھی دور سے دیکھی جا سکتی تھی۔

جنگلیوں نے خوشی کے عین خرے لگائے اور جذبہ بری طرح کا نیچے
لگا دوسروں کی حالت بھی اس سے مختلف نہیں تھی لیکن آواز صرف اسی کے حلق
سے نکل دیتی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا نبب باس! ہم یقیناً کہی جاؤ گر کے جگہ میں ہیں

گھٹے ہیں۔ موت ہی ابھی نالی ہے اس حزیرے سے ہیں۔"

مران کی شریرو بچے کے سے انداز میں پلکنیں جھپکارتا تھا اس کے چہرے سے فرڑہ بردار بھی قطعوںیں نہیں ظاہر ہو رہی تھیں۔

صفر رجھی کھسک کر اس کے قریب ہی آگیا تھا۔ دینی بھی بلحہ آئی۔

"واقعی ہم کسی بڑی صیبیت کا شکار ہونے والے ہیں۔" صدھے نہ کہ۔

"ہو چکے ہیں مائی دیور صدر"۔ مران بولا۔ مگر یہ مرد کی ٹراوہ صدر کا دھنچے کہ تھیں معلوم ہوتے ہیں۔ کیا خیال ہے تمہارا۔۔۔۔۔ اگر میں تمہیں صرف ٹرد کوں تو کیا درج ہے؟"

"جب کچھ کچھ میں نہیں؟ نا تو لوگ اسی طرح پاگل ہو جاتے ہیں۔" صدر جھلائیں گیا۔

"ہا۔۔۔ ام۔۔۔ دیکھو ٹرڈر ایک طرف ہو جانے پر دوسری طرف باقی پا منصف صفت میں تی اورہ کا ہناکہ کیجے دیتا ہوں۔ چلو بن گیا منصفیہ۔ تو تم اسی وقت بالکل منصفیہ ہی کے سے انداز میں گفتگو کر رہے ہو۔۔۔ اوی ایڈر ہم تو کسی بڑی صیبیت میں گرفتار ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔ ہائے دلما بھائی اب کیا ہو گا۔" صدر اجتنکر خاموش ہو گیا۔

تالذہ چھپل پڑا تھا۔ صدر اس بارہ مران کے ساتھی چلتا رہا۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا "ہم بیان کیوں کئے تھے؟"

"بکو من مت کرو۔ اس پر بحث کرنے کا موقع نہیں ہے۔"

"یہ دوشن وارہ۔ ہمارے ساتھی حکمت کر رہا ہے۔" موشکا اپلی "مگر

نہ تو شاخی سے الجھتا ہے اور نہ اسی کی رفتار ہی میں کمی آتی ہے۔ آنزو ہے کیا یا۔"

"بناسپتی سورج۔۔۔ ایسا ہمیں سورج اب سچے پچاس سال پچھے ہر بے دادا نے بھی بنایا تھا۔" مران نے جواب دیا۔

ظہارت کا دیوتا

"میں نے تم سے نہیں پوچھا۔"

"میں نے اپنے فرشتوں کو بتایا ہے۔"

"محبہ سے سنو۔ میں جانتا ہوں۔ جوزف بھڑائی ہوئی آواز میں بولا یہ لوگ

سیسو کے پھاری محلوم ہوتے ہیں جو ریزو یعنی سورج دیوتا کا جیٹا ہے۔"

"اور کچھ شلبم چیز نے میں اپنا جواب نہیں لکھتا۔" مگر ان نے لکھا لکھا

"تم بھر بولے۔"

۱۰ چھا شب تاریک کے بچھے قمر ہی بولے جاؤ۔ مگر ان نے ٹھنڈی سانس لی۔

"مم ... میں کیا پوچھنی پاں ... یہ لوچھہ بھری تھیں۔"

اپ وہ نشیب میں اتر رہے تھے۔ ایسی ہی ڈھلان تھی کہ اگر رعنی نہ ہوتی

تو کئی اپنے ہاتھ پر قرڑ بیٹھتے

"اب تو میں گری ... میں گر رہی ہوں ... مرض عفت ..."

ڈیزی جھومنتی ہوتی صدر پر آ گری۔ اور اس نے ڈھلکی تمام خود کو سنبھالا۔

ورز جھسکتا تو ایسا ہی لکھا تھا کہ دونوں رہائکتے ہوئے نیچے چلے جاتے۔

ازمازہ کرنا و شوار تھا۔ کہ ڈھلان کا خستام کہاں ہوا ہو لگا کیونکہ ساری دلہ جھاڑیوں

سے دھمکی بہلی تھی سر و چار قدم کے بعد راستہ بنانے کے بیچے عماری میں ہٹانی پڑتی تھیں لیکن

وہ گپٹا نڈیا انسانی قدموں ہی کا نہیں تھا جو تھی اور اسے استعمال کرنے والوں نے مصنعتاً

اس پنجھاڑیاں جھکی رہنے لی تھیں۔ جہاں سے انہوں نے صفر شروع کیا تھا۔ دہلی

بھی کم از کم وہ تراستہ تلاش کرنے میں ناکام ہی رہتے حالانکہ وہاں وہ گپٹا نڈیا

نہیں بلکہ ایک کشاورہ سڑک مسلم ہوتی تھی لگ کے اندازہ ہوتا کہ ان جھاڑیوں کے

چیچے کیلے ہے۔

وہ بڑی احتیاط سے نیچے اترتے رہے۔ سیاں بھی راستہ اتنا کثرا مفرفوخت

دو اوری برابر سے چل میکیں۔ ڈیزی ی صدر کے شانے پر جھول گئی تھی۔ میں سخاں چاہی ہوں۔ اب یہی سے پیر دل میں قوت نہیں رہ گئی۔ وہ گھٹی گھٹی سکھا اور اذیں کہہ رہی تھی۔ مہنا لئے علاوہ مجھے اور سب درندے معلوم ہوئے تھے ہیں۔ صدر رکھ، خلائق اسی کا بوجھ بھی برداشت کرنا پڑا۔ ورنہ حقیقت تو ہے تھی کہ ہمہ دی کاشنا پہنچی اس کے ذہن کے کسی گوشے میں موجود نہیں تھا۔ یک بیک مران کے دُخن اُگن کی اواز غصہ میں گرچھے ہی اور ہر زندگی کے پورے بیجے میں کہا۔ کیا کوئی ہو باسی! کہیں سانپ نہ نکلنے لگیں۔ ”بیرابر چلتے تو متنقی قلی ہی گردوں،“ مونیکا کی آواز آئی۔

روشنی کا دارہ یکان و فشار سے اب بھی ان کے سردن پر پرداز کر رہا تھا لیکن اسی جانب نظر اٹھانا بھی دشوار تھا۔ مغلان شروع ہونے سے پہلے ایک بار صدر سے اپنی حادثت سرزد ہوئی تھی لیکن فتحے کے طور پر ڈینگک اس کی آنکھوں کے سامنے بڑے بڑے گنجان دار کے رقص کرتے رہے تھے اور اسی وقت ڈیزی ہی کافی اسے سہارا دیا تھا۔ دورتہ دھ ایک قدم لگی اور حل سکتا۔

شودج پر تو ایک بار اڑتی سی نظر ڈالنا تکنک تھا لیکن اس روشنی دار سے پر خدا کی پناہ ا صدر کو اپا ہی عسوس ہوا تھا جیسے آنکھیں حلقوں سے نکل کر بیٹھ جائیں گی۔

دھنکا اُگ کے چلندوں کے جھلکی دک گئے ان میں سے ایک بیج چین کر کپ کر رہا تھا۔ ”اوہ... باس۔ جوزت بولا“ وہ بیجے بیمار ہے۔

”جاگا بلے ہاں دیکھو! اور اصلیم کرنا کہ ان لوگوں کو نشے پانے کے جو کچھ دل چسپہ ہے یا نہیں؟“

جزٹ انہیں وہیں بچھا دیا گئے بڑھنا پڑا۔ اس کے علاوہ جو جان رکا تھا،

وہیں کھڑا رہا۔

”مجھ پر عشقی جی طاری ہو رہی ہے۔“ ڈیزی نے بھرا فی ہوئی می آواز میں کہا اور خدا نے جو دفت کو آواز دی۔ جوزت بان سے کھو کر اب ہم نہیں چل سکیں گے۔

”اوہ مشکل ہے! ڈیزی بولی“ تم میں اتنی بہت تو ہے کہ اسی اپرٹ میں گفتگو کر سکے۔ اور سب تو مر کر ہی رہ گئے ہی۔“

صفید کچھ نہ بولا۔ وہ سمجھی ایجاد و بربے سے کچھ نہ کچھ کہ رہے تھے۔ گران کا

ماڈھٹا اور گن خاصو تھی چو گیا تھا۔ کچھ دیر بعد جوزت والیں آگیا۔

”میں کھتا ہوں باس! انگریز ساختہ نہ ہوتا تو تم لوگ کیا کرتے؟“ اس نے کہا

”تمہاری یاد میں روتے روتے بھیوش چڑھاتے۔“

”نہیں باس! وہ پُر اسرار قوت جانقی تھی کہ میں ساختہ ہوں۔“

”کیا بکوہی ہے.... جلد کہ چکو۔“

”اگے راستہ نہیں ہے اور وہ ایک غار میں اترنے کو کھر رہا ہے۔ اور کھر رہے ہے کہ دیوتا کا سورج اسی جگہ سے اگے نہ بڑھ سکے گا۔ اگر تمہارے یا می رونشی کے لیے کچھ ہوتا نکالو۔ اور مل! اب اسی وقت اگے نہیں جائیں گے۔ تھنی مردی ہے باس یہاں! ابھی تک احساس نہیں ہوا تھا۔ اب رکے ہیں تو...“

”میں نے کیا کماختا تم سے؟“ گران نے آنکھیں نکالیں۔

”اوہ۔ میں اس نشہ نہیں استھان کرتے۔ میں نے یہ مچا تھا اس نہ کہ اگر وہ نشہ استھان کریں گے تو ان پر دیوتا کا قدر ناذل ہو گا۔“

”پتہ نہیں کیسی نام معقول دیوتا ہے۔“ گران بڑا سامنہ بیٹھ گیا۔

لام نے پیڑ دیکھا اور کیر دیکھا۔ یہیں بیٹھا تھا۔ ویسے ان کے پاس نہ رہا بلکہ یہیں بیٹھتے اور موافق تھا۔ اسی کام بنا نہیں جی سکیں وہ اس سماں تھا کہ یہ مخفرہ رکھتا

چاہتے تھے۔

کچھ دیر بعد وہ سب غار میں اترنے پڑے گئے لیکن عمران سب سے تیکھے رہ جانے کے لیے ایک جگہ رک گیا تھا۔ دو شقی کا دائرہ اب تحرک نہیں تھا لیکن روشنی بدستور پھیلی ہوئی تھی۔

مران غار کے دہانے کے قریب گھسک آیا۔ یہاں اب اس کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا۔ غالباً وہ اس روشن دائرے کے متعلق کچھ حکم کرنا چاہتا تھا۔ پھر اسے غار ہی میں از نار پڑا کیونکہ وہ اس روشنی سے بپنا بھی چاہتا تھا۔

یہاں بیک وقت روشن دائرہ کی المیکٹر کی لیپ پر ہیکل طرح بچھ گیا اور مران نے ایک طویل صافی لی اور پھر سے خیلی آیا کہ اس سے ایک زبردست حافظت سرزد ہوئی ہے۔ کیونکہ نہ توابہ قابلہ والوں کے قدموں کی اوازیں سچالی دینی نہیں۔ اور نہ پیشہ دکس لیپ کی روشنی ہی نظر آرہی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک وہی بے عن و حرکت کھڑا رہا۔ پھر طکڑہ ٹوٹا ہوا اگے بڑھنے لگا۔ چانکہ اسے یاد ایک کا نہ ہے لیکن ہوش چوہی بخیل میں ایک المیکٹر ٹمار پڑھی تو تھی۔

وہ راستے پھر اوث پلانگ حرکتی کرتا یا تھا لیکن اس کا ذہن بسی طرح الجھا رہا تھا۔ کیا یہ حقیقتاً بو غار ہی کا جزیرہ تھا یا غلام فضی کی بناء پر وہ کسی دوسرا را پہنچانا !

ٹمار پر روشن کر کے وہ اگے بڑھتا رہا۔ اس کے قدموں کی اواز غار میں گونج رہی تھی وہ غار تو گویا شیطان کی آنست ہی بن گردہ گیا تھا۔ گیئیں سرٹنگ کی شکل اختیار کرتا اور کہیں اتنا کشاورہ لظر آتا کہ عمران کو دک کر چاروں طرف روشنی ڈالنی پڑتی۔ لیکن اس کے ساتھی کہاں تھے ؟ تقریباً دسی منٹ ستمبھ پڑتے رہنے کے باوجود

بھی ان کا سارے غلے مکا اور پھر اسے سوچا پڑا اگر کہیں وہ غلط راستے پر نہ آ پڑا ہو۔
غلوں کی ساخت ایسی ہی تھی کہ اس کی کچھ شاخیں بھی ہو سکتی تھیں۔ لگ سوال قریب تھا کہ وہ
اگر ہی بُدھا رہے۔ یا پھر رہانے کی طرف واپس جا کر اذسر نو تلاش کا آغاز کرے۔
ایجی وہ کسی فیصلے پر نہیں پہنچ سکتا تھا کہ یہ بیک بیک ایک گوشے میں ہلکی سی روشنی
دکھائی دی۔ اور عینراہ اوری طور پر اس کے قدم اسی جانب اٹھ گئے۔

روشنی ایک بڑے سے پتھر کی اڈت سے پھوٹ رہی تھی۔ قریب پہنچنے پر علوم ہوا کہ
اس کا مخزن ایک اتنا بڑا سوراخ تھا جسی سسیلیں کے بل کھلتا ہوا وہ پاسانی گزد
سلتا۔ تھوڑی دیر تک اسی پتھر پر راٹھ میلے جھکا رہا۔ پھر سوراخ کی طرف بڑھا۔

لیکن جیسے ہی دوسرا طرف جھانکنے کے لیے اپاچہ اس کے قریب لے گیا کہ نہ
تیچھے سے گردن دیوچ لی۔

اس نے مصلحتاً راٹھ پر ڈھینے تھوڑا دتے۔ ایسا بن گیا جیسے گردن پر وہ راٹھ
قضا ہی کا راٹھ ثابت ہوا ہو۔

پھر کچھ کر گزد نے کا وقت تو رہی تھا جب ایک جھٹکے کے ساتھ اسے تیچھے
کی جانب کھینچا گیا تھا۔

ٹامپک دالا بھر فوراً راٹھ جملہ اور کے منز پر پڑا۔

میران بر قی کی سی مریت سے پلا تھا اور اس کی گردن حملہ اور کی گرفت
کے نکلی گئی تھی۔

پھر اس نے اسے سنجھنے کا موقع ہی نہ دیا۔ زر اسی سی دیر میں وہ نیچے تھا اور
مران اس طرح چھاتی پر سوراہ اس کا گلا گھونٹ رہا تھا جیسے ساتھ لینے کی بھی
سلطت نہ دیئے کا ارادہ رکھتا ہو!

صفر کو یاد نہیں تھا کہ غار کے وہ نئے اور اس مقام کا درمیانی فاصلہ کس طرح ملے ہوا تھا۔ کیونکہ غار کے باہر بیٹھی رُپنگی طاری ٹو ٹوچی تھی اور اسے ہاتھوں پر اٹھانا پڑا تھا۔ پھر اسی حالت میں متوالی حلپتے رہنا انسان کام تو نہیں تھا شاید وہ یہ بھی نہ بتا سکتا کہ اب جسی بجھہ سامان انمارا جاری تھا وہیں تھے میں کتنا وقت صرف ہوا تھا اس نے تو اپنی ڈینی کو ایک طرف والی قبریا تھا اور خود اکٹھوں بیٹھ کر کسی فریہ میں دک کی طرح ہانپہ لگا تھا۔

”خدالکی نیاہ! ام نے دنیکا سے کہا ہے یہ غار ہے یا کوئی کھو کھلا پھاڑ۔ تقریباً ہف لالگ کا فاصلہ ضرور ملے کیا ہو گا لیکن کہیں انسان کی ٹکلی سی جھنک بھی نہیں کھائی دی۔“
منیکا کچھہ نہیں۔ وہ ان جنگلیوں کو دیکھ دیتی تھی جواب شاید الاؤ روشن کرنے کی فکر می تھے۔ ان میں سے کچھہ کہیں سے خشک لکھڑاں لا لا کر ایک جگہ ڈھیر کرتے رہے منیکا تسبیح لکھڑوں کے ڈھیر کی جانب دیکھتی تھی اور کبھی بہوش ڈینی کی طرف
پھر اس نے ضھر بادہ انداز میں جوزت کا بازو پکڑتے ہوئے کہا کہیں یہ کدم خود ہی نہ ہوں معلوم کرو معلوم کرو“

”نہیں یہ ادم خور نہیں ہیں۔“ جوزت نے جھنک کے ساتھ اپنا بازو پھر دارتے ہوئے کہا۔ اور پھر چڑا سے تھوڑتے رہنے کے بعد بولا۔ ”مجھ سے درد ہی سے بیٹت کیا کر دیاں؟“ منیکا کی بھنوں سکر مل گئیں۔

”ما تقدہ لگایا کر دفعے ہے۔“

”و ماغ تو نہیں خراب ہو گیا ہے۔“

لیکن جوزف جواب دیجے بغیر جنگلیوں کی طرف بڑھ گیا۔ مونیکا اسے خود نکار نظر میں سے گھوڑہ بھی نہیں۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کسی بھوکی بثیرنی کی طرح جھپٹ پڑھے گی۔

لچک دیر بعد صفرد کی حالت سن چل گئی۔ لیکن ڈنیزی اب بھی بھروسہ پڑی تھی۔ ہام کے صالح کھانے پینے کا سامان نکال لیتھے تھے۔ ہام نے انہیں متنه کیا کہ شراب دیا وہ مقدمہ میں نہ پہنچیں۔

جنگلی اب ان کی طرف سے لاپرواہ نظر آرہے تھے۔ الا و روشن ہو گیا تھا۔ یک بیک صدر کو عمران کا خیال آیا اور وہ تنیزی سے مجھ کا جائزہ لینے لگا۔ جنگلی اتنی دیر وہ خاروش کب بھیٹتا۔ اس نے سوچا۔ پھر وہ کہاں ہے؟
وہ منٹ کے اندر اندر ہی اس نے وہ ساری جگہیں دیکھ دیں۔ جہاں جہاں اس کی پارٹی کے آدمی یا جنگلی موجود تھے لیکن عمران نہ طلا۔
پھر مونیکا بھی اٹکرائی۔ شاید وہ بھی عمران ہی کی تلاش میں بھی صدر نے اس کے چہرے پر پریشانی کے اشارے دیکھے۔

”وہ کہاں ہے؟“ مونیکا نے مضطرب باند انداز میں پوچھا۔

”میں خود بھی اسی کی تلاش میں ہوں۔“ صدر نے جواب دیا۔

”اوہ! امیر سے خدا۔“ وہ اپنی گرد مسلسل ہوئی بولی۔ ”لچک میں میں اتنا کم گن لوگوں کے چیخک میں آپھے ہیں۔ کیا تم بتا سکو گے کہ ہم یا تو کس لاستھنے آئے تھے؟“

”میں نے اس پر خود نہیں کیا۔“

”میرا دعویٰ ہے کہ تم راستہ نہیں تلاش کر سکو گے۔ میں نے ابھی کوشش کی تھی مگر ناکام رہی؟“

”ہم بوناکی تلاش میں نکلے تھے نا؟“

”مگر بیا یہ بوناکے آدمی ہیں؟“ مومنکا نے حیرت سے کہا۔

”کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ کیونکہ میں تو اسے ایک انگلکری جنیٹ سے جانتا تھا۔ پھر تما سے کاغذات نے اسے کسی جزیرے کا حکمران ثابت کیا۔ اور اب ہم ایسے لوگوں سے دوچار ہیں جن کا ملائمی گینی بھی کچھ نہیں بلکہ اُن سکتیں غل و دیڑا نہ تھیں رات میں سورج پیدا کر سکتا ہے۔“

”آخر دھونکیا بلطفی.... وہ دشمن...“

”اس پر تو دھی روشنی والے کا جو خود بھی جن شیطانی قوتیں کا ماک ہو:“

”کون؟“

”میں شرمن کے متعلق کہہ رہا ہوں۔ مگر وہ ہے کہاں۔ ہام سے پوچھو۔ شاید اس نے دیکھا ہو۔ کیونکہ وہ میرے اندازت کے مطابق سب سے تیجھے تھا۔ اور یہ جو زفت کہاں تھی؟“

صادر جو زفت کو اُواذیں دیتے لگا اور مومنکا ہام کی طرف بڑھ گئی جو ایک اُنی اسٹوپر بنا لیا کافی کے لیے پانی رکھے اس کے قریب ہی بیٹھا اُنھوں نے تھا۔ جو زفت بن گئیوں کی بھروسی سے برآمد ہوا تھا۔

”بڑے حصہ لوگ ہیں قشر صادر! اکھی صافیے میں بھی زیان نہیں کھوتے۔“
”اس نے قریب لے گر کہا۔“

”تمہارے باسی کہاں ہیں؟“

”باس!... اور باس!... یہی قویں کہہ رہا تھا کہ سنائیں کیوں ہے!“

وہ پنجوں کے بل امکھ کر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

”وہ بیان نہیں ہی۔ میں ویری سے تلاش کر رہا ہوں۔“ صدر نے کہا۔

”اوہ۔ نہیں!“ جوزت نے متینہ انداز میں انہیں نکال میں پھر عذری سے بولا۔ ”میں دیکھتا ہوں۔“

”لہڑہ! میرا خیال ہے کہ تم غار کے دلائے بکھ و اپنی نہیں جا سکتے۔“
”کیوں؟“

”ہمیں تو راستہ نہیں مل سکتا۔“

”یہ بہت برا ہے صڑھدر! اور یہ کبھی کسی الی بات کا جواب ہی نہیں دیتے۔ جس کا تعلق ہماری بیان کی ذات سے ہو۔“

”النو نے ہمارا اسلحہ کام درکھا ہے؟ ہمیں ایک بار پھر کوشش کرنی چاہئے۔“

”نہیں صڑھدر۔ میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔ ہم کسی بار دیکھ چکے ہیں۔
کوئی پر اسرار قوت ان کے مانند ہے۔“

مونیکا ہام سے گفتگو کرنے کے بعد تیزی سے ان کی طرف آئی تھی۔

”ہام نے اسے ڈھلان پر رکھتے دیکھا تھا۔ وہ ناپیغ ہوئی بول! اور
اس کا خیال ہے کہ وہ غار میں داخل ہی نہیں ہوا تھا۔“

”خیال سے یا یقین ہے؟“

”اوہ کچھ کرو۔ باقتوں سے کیا فائدہ؟ یہ حقیقت ہے کہ وہ بیان نہیں ہے۔“

صدر نے ابھی بکھ اسے اتنی زیادہ پر لیٹاں نہیں دیکھا تھا۔

”جانشی دو۔ تم اس سے تنگ بھی تو آگئی تھیں۔ راستے بھر برا جلا کتنی آئی تھیں۔“

”فضولی ہاتھی نہ کرو۔ جلد اسے تلاش کریں۔“

میک بیک کسی گوشے سے غبیب سی آواز آئی۔ وہ آواز کی جانب متوجہ ہو گئے

بائیں طرف ایک بڑی چنان پر تیز صشم کی روشنی نظر آئی۔ انہیں یقین تھا کہ آواز
سمی اسی چنان سے آئی تھی۔

پھر چاروں طرف سکوت طاری ہو گیا کیونکہ روشنی آہستہ آہستہ پھیلتی جا
رہی تھی۔ اور یہ طرف میکس نیپ تو گویا اس کے لئے روانے لگتے۔

دھشا جنگلیوں نے ایک دل ہلا دیتے والا نفرہ لگایا اور پھر سنا ٹھا چھا گیا
ہاں اعداء کے ساتھی آہستہ آہستہ کھک کر ایک جگہ اکٹھا ہو گئے تھے۔ موئیکا،
حضور اور جوزت نے اپنی جگہ سے جوش بھی نہ کی۔

پھر چنان کچھ جیجھے سے ایک ایسا جسمہ اجرا جو سر سے پر ٹک سفید کپڑے
میں پٹا ہوا تھا۔ حرف ایکھوں کی جگہ واضح تھی وہ نام لکھیاں تک ڈھنی ہوئی تھیں!
جنگلیوں نے پھر ایک نفرہ لگایا اور منہ کے بل زمین پر گر گئے۔

جوزت کا نپ رہا تھا۔ حضور اس کعن پوش بھے کو گھوڑا تارا جواب پھر آہستہ
آہستہ چنان کے عذقوں میں نیچے حکستا جا رہا تھا۔ اسی کے ساتھ ہی گویا روشنی بھی
کھشہ ہی تھی۔ اور پھر وہ اس چنان ہی تک مدد و دہو کر رہ گئی۔

جمسمہ غائب ہر جھلکا تھا۔ لیکن چنان بدستور روشن رہی۔ اس وقت بھی یہ روشنی
پریڑ دمکس نیپ کی روشنی سے مختلف ہی معلوم ہو رہی تھی۔

”خی... مسٹر صحفہ! جوزت ہے کلایا۔

اور تھیک اسی وقت جنگلیوں نے پھر نفرہ لگایا اور زمین سے اٹھ گئے۔

”یہ کیا ہاں تھی؟“ سونیکا آہستہ سے بڑھا۔ حضور کچھ نہ بولا۔ اسے تو ایسا
لکھا گیوں ہو رہا تھا جیسے خواب دیکھا رہا ہو۔ ایسا بے صر و پا خواب جو لوگوں کا معمول
کی خوابی کا نتیجہ ہوتا ہے۔

دھشا وہ چنان کی طرف پڑھا اور سونیکا اسے روکنے لگی۔

دوسری طرف سے کئی جگلی نیز سے تان کر جھپٹے اور جوزت چینے لگا۔ مہرو
مہر جاؤ مسٹر صفر ! یہ کیا کر رہے ہو۔ اتنے آدمیوں کی زندگیاں خطرے
میں نہ ڈالو !

صفر کو دکھی جانا پڑا۔ جنگلی بھی قریب پہنچ چکے تھے۔ وہ نیز سے
تائی ہوئے چنان کے سامنے جنم گئے۔ اور ان میں سے ایک نے نیزہ ہلاک
جوزت سے کچھ کما تھا۔

”پیٹ آؤ مرد صفر ! اخدا کے لیے۔ تم سمجدار ہو۔“ جوزت نے کہا
صفر نے پلا ہونٹ دانتوں میں دبائے ہوئے مڑا۔ اس کی بجھ میں نہیں
اگر ہاتھا کہ ان حالات سے کس طرح گلو خلاصی ہوگی۔ تھیک اسی وقت اس نے
ڈینی ہی کی جیخ سنی۔ اسے ہوش آگیا تھا۔ اور وہ ہاتھوں سے منہ چھپائے
وہ زانوں پہنچی برقی طرح کانپ رہی تھی۔
صفر نے توہاں سے بہت کیا تھا لیکن جنگلی اب بھی چنان کے قریب
ہک کو چودھا۔

جوزت نے اسکے بعد کہ کہا ”یہ کیا کو رہے ہے تھے۔ خواہ مخواہ کسی نئی
صیغہت میں پہنچ جائیں گے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ جب تک چنان پور روشنی
موجود ہے تو اسی ادھر نہیں جا سکتا !“
”جنم میں بھی روشنی اور تم سب بھی ...“ صفر غرماً یا اور دینی
کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"چھوڑو... دو... چھوڑو... خدا کے لیے چھوڑو." عران کا تنکار رگڑا کر دیا
تم کوئی مہذب ادمی معلوم ہوتے ہو۔ "عران کا تنکار رگڑا کر دیا
ذہان انگریزی بخوبی لیکن بجھ کے متعلق عران صحیح اندازہ نہ لگا سکا۔ گردی پر
اس کی گرفت ڈھینی روپ گئی۔

"تم کون ہو؟" اس نے پوچھا
"ایک مصیبیت زدہ... مہین ججد سے ہمدردی ہوئی چاہیے۔"
کچھ دی پہنچے مہینیں بھی مجھ سے ہمدردی ہوئی چاہیے بخوبی۔" عران نے کہا
"میں اندازہ نہیں کر پایا تھا کہ تم کون ہو۔"
"آما! اب پہچانا کہ میں تو تمہارا وہی پرانا پڑوسی انکل مام ہوں۔"
"نہیں! مطلب یہ کہ میں مہین کوئی جنگلی سمجھتا تھا۔"
"ہا میں جنگلی۔ ذرا پھر تو سمجھنا۔ بھرتہ بنا کر رکھ دوں گا... ہاں!"
"تم شاید نئے بچنے ہو۔" مخلوب مانپتا ہوا بولا۔ اسی لیے تمہاری آواز
میں اتنی زندگی ہے۔"

عران نے اس کی حسین شوٹیں اور جب الطیبان ہو گیا کہ اس کے پاس
کوئی ایسی چیز نہیں جو اچانک جملے کے لیے کار آمد ثابت ہو سکے تو وہ
اسے چھوڑ کر آ رکھ گیا۔

کھڑے ہو جاؤ! اور مجھے بناؤ کہ اس طرف کیا ہے؟"

مغلوب اٹھ بیٹھا لیکن کھڑا نہیں ہوا۔ شاید وہ اپنی چڑھتی ہوئی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔ عمران نے مارپیچ کی روشنی میں اس کا جائزہ لیا۔ وہ یقیناً کوئی لیر پین ہی تھا۔ بال بے تھا۔ بڑھتے ہوئے تھے اور جسم پر عصیت کر جمل تھے۔

”میں وہاں رہتا ہوں۔“ اس نے کچھو یہ بعد مودا خ کی جانب لاملاخ ادا کر کیا۔

”تھنا پا اور کوئی بھی ساختہ ہے؟“

”کوئی بھی نہیں۔ تم کہا کر رہا، کہاں سے آئے ہو؟ کیا تم بھی کبھی دیوانگی کا شکار دے سکتے ہو۔ مگر یہ سوال تو قطعی غیر ضروری ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو یہاں کیوں نظر آتی۔“

”آلا! تو یہ اس جو یہے کا پاکل خاتم ہے۔“

”ساری دنیا پاکل خاتم ہے جوان آدمی۔“ مغلوب نے کھوکھلی سی آداز میں کہا۔ اب سمجھا۔ تم شاید کوئی فلسفی ہو؟“

”تمہاری فلسفی ہی ہوتا۔ فلسفیوں کو خداستہ کی تلاش نہیں ہوتی۔“

”تو تم خداستے کی تلاش میں آئے تھے؟“ عمران نے پوچھا۔

”میں نے اسی رجحان کو دیوانگی کما تھا۔ آخر مجھے کس چیز کی تھی۔ اٹھیاں اور سکون کی زندگی بسر کرتا تھا۔ بیتھتے بھٹکتے خداستے کا خبط سوار ہوا۔ اور اون تم مجھے اس حال میں دیکھ دیتے ہو۔“

”ھٹرو! ڈرا یہ بتاؤ کہ یہ غار انداز اگتنا لامبا چوڑا ہو گا؟“

”غادر! مغلوب کیکے نہیں پڑا۔“ تم اسے غار کہہ رہے ہو۔ یہ تو ایک شیطانی بھول بجلتیاں ہے۔ میں دو ماہ ہے یہاں ہوں لیکن اس جگہ نہیں پہنچ سکا جائیں اس کا اختتام ہو رہا ہے۔“

”یہاں تم ذندہ کس طرح ہو... کیا کھاتے ہو۔ کیا پیتے ہو؟“

”بچھے“ جو مسلم ہے جہاں خشک لکڑیوں کا ذہیر ہے۔ اور وہیں وہ چیز بھی علی جاتی ہے جس سے بہ آسانی سدھے کی اگ بجاتی جا سکتی ہے۔ جنگلیوں کی نہادا... دھماکے میں نہ دہ اگ نہیں بچھے دی جس کی روشنی تم اسی سوراخ میں دیکھ رہے ہو۔ دو ماہ سے پہنچے سوراخ نہیں دیکھا۔“

”بنصیب ہو۔“ گران نے ٹھوڑی سانس لے کر کہا۔ میں نے تو کچھ دیر پہلے انہیں سے میں سوراخ دیکھا تھا۔“

”ماہا!“ سشکستہ حال آدمی وحشیاد انداز میں سنبھنے لگا۔ پھر بولا ”تم قوم پوئی طرح پھنس چکے تو۔“

”میں نہیں تکمبا تم کیا کہہ رہے ہو؟“

”جنیشوں کے چیل میں آپھنے ہو۔ اور خود بھی کچھ دلوں بعد سیری ہی طرح خبیث ہو کر رہ جاؤ گے۔“

”ارے تو اس میں سنبھنے کی کیا بات ہے؟“

”اب تو ہمیں ہی آتی ہے راس حال پر... تمہارے پاس سمجھت تو نہ ہوگی۔ میں تینیں ایک سگرٹ کے لیے قتل بھی کر سکتا ہوں... اور ہنچیلے میں ایک اور بولی بھی ہوگی... کیون؟“

”نہیں، ابچھے تباک اور شراب وہ دنی بھی پسند نہیں ہیں۔“

”تب تم بھی یا تو خبیث ہو یا فرشتہ؟“

”تم یہاں کسی پہنچے نہیں؟“ گران نے پوچھا

”خود ہی ہو رہا تک وہ خاموش رہا پھر بولا“ دہیں چلو۔ یہاں ان جنیشوں سے ٹھبیٹھی ہو سکتی ہے۔“

”تو وہ نہیں جانتے کہ تم یہاں رہتے ہو؟“

۰ انہیں مسلم ہوتا قواب بک میں نہ جانے کام بیٹھتا۔
۰ مگر یہ روشخنا کیا یہ انہیں اس طرف متوجہ نہیں کر سکتی؟
۰ میں اس وقت اسے ڈھانکنا بھول گیا تھا۔
۰ اپنی بات ہے۔ پچھے تم چلو! میں نے تم پر اعتماد کر لیا ہے۔
۰ کرنا ہی پڑے گما... کیونکہ میں بھی تمہاری ہی طرح خدا پر مسترد ہوں...
دھوئی کے دیوتا کا پیاری ہمیں۔

عمران صریح رہا تھا کہ کہیں یہ بھی انہیں آٹھ آدمیوں میں سے ہو جن کا ایک
سامنی مودن کے آدمی کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اس نے ہی تو صدر کے بیان کے
معطاق ان ایسے ہی کسی دیوتا کی کافی سنائی تھی۔

دوسرा آدمی سوراخ میں رینگ گیا۔ پھر عمران نے بھی اس کی تقدیم کی۔
اسے تو غار در غار ہی کہنا چاہئے۔ اس نے اندر پہنچ کر ہو چا۔ ایک جا ف
سلگت ہوئی لکڑا یا چیخ رہی تھیں اور بہاں کی مدد و فضائے لیجان کی روشنی
ناکافی ہمیں تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرا کو بخوبی دیکھ سکتے تھے۔

شکستہ حال آدمی عمران کو اس طرح گھور رہا تھا جیسے وہ کسی دوسری دنیا کی
خلائق ہو۔

۰ بیٹھ جاؤ۔ اس نے خود می دیو بعد کہا "میں تمہارے چرمی خیلے کو بلچاٹی ہوئی
نظروں سے دیکھ رہا ہوں۔ کیا اس میں کھلنسکی بھی کوئی چیز ہمیں ہے"
۰ ٹوپھریش اور شیوونگ اٹھک۔ عمران نے سعادتمندانہ انداز میں کہا۔ دیکھ جان بار
صابن خوشذ اللہ بھی ہوتا ہے ہمارے یہاں کی فلمی اداکارا میں اپنے حسن کی نائلی برقرار رکھنے کے
لیے یہی صابن کھاتی ہیں۔ کہو تو پیش کروں۔
اجنبی سنبھنے لگا۔ پھر سنجیدگ سے بولا "آج کتنے دنوں بعد مجھے سہنی آئی ہے۔ ہم اکٹھتے

لیکن پتہ نہیں بقیہ سات زندہ بھی ہوں یا... وہ خالدش بہر کچھ سوچنے لگا پھر بولا
”ہم بچھتے تو اُد نخوردی کے جان میں جا پہنچتے تھے۔ وہاں سے جپنکارا مانور یہ مقتوں نصیب ہوا۔
”اُد نخوردی سے کیسے بخات میں بھتی؟“

”بڑی مشکل کی خیزیات میں اخنوں نے اشلاف میں کام تھا کہ اپنی بھی جسمی کوئی سفید قام خورت
ساختہ نا گئے تو اُنے جانے دیں گے۔ ہمیں ملے میں سے بجاگنا پڑا اخنا۔ وہ تعافت کرنے رہے
تھے۔ دریا میں ایک ندی آئڑی اور ہم اُنگے بڑھنے سے مسدود ہو گئے۔ اس وقت تک
ہم نہ ایک فاٹ بھی نہیں کیا تھا۔ لیکن اس مرقری اس کے علاوہ اور کوئی پوارہ نہ رہ گیا تھا ہم غائب رہنے
کے لیے تیار تھے مگر اچانک وہ لوگ چاکری نکلے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ اسی طرح جاگ جانے کی کیا
دھرمی۔ پھر ہم نے فاٹ بھی کیے تھے۔ ایسے جنگل میں جو دیکھا جانا ہوا اور ہر فاٹ نگ کے سامنے
میں بخت اڑھی رہنچا ہے۔ پتہ نہیں کہ کوئی دوسرا بیٹا نازل ہو جائے۔ مگر ہم پر تو دوسرا بیٹا
فارسیجہ بیغیری نماں ہوئی تھی۔“
”کون سی بیٹا۔“

”یہی لوگ جنہوں نے میر سے لیے یہ مقبرہ مہیا کیا ہے۔“ ابھی نے طویل صافی لے کر کہا۔
”اچانک سینکڑوں جنگلیں نے ہمیں پھر بیٹھا اور ہم اتنے خوزردہ ہو گئے تھے کہ فیز اڑاکی طور
پر فاٹنگ شروع کر دی تھی۔ لیکن کیا تم لیکن کر دیتے کہ ان میں سے کوئی زخمی ہم نہیں ہوا
تھا۔ وجہ یہ تھی کہ ہماری صاری گولیاں ان سے تتر کو ایک درخت کے تندر پر پڑ رہی تھیں۔
پھر ہم کپڑیسی گئے تھے۔ ہماری رانفلین چین گئی تھیں۔ اور ہمیں یہاں تک آئے پر جبوڑی کیا گیا
تھا۔ چستے پتھر رات ہو گئی تھی اور ایک پر اسرار دارہ جو سوچ کی طرح روشن تھا ہمکے ساختہ ہی
ساختہ فضا میں پرداز کیا۔ من کا جانا بھی کئی وقت نہیں رکھتا۔ اس روشنی کے مقابلے میں اپنی
خیگی مجھے آجھ بھی پڑھے۔ خدا کی پناہ! سوچ کی طوف دیکھنا تو اسان ہے مگر اس دائرے
کی طرف... اور... اور...“

وہ پھر خاموشی ہو گیا۔ عمران الجھن میں بتلا تھا اس کی خواہش بحقیٰ کو جلد از جلد اس کہانی کا خاتمه ہو جائے تاکہ بعد مصالحتے کی بات کر سکے۔

”بہر حال ہم نے وہ رات یہیں بس کی تھی: اس نے تھوڑی دیر بعد کھانا اور دسرے دن سفر بھر پڑھوڑ ہو گیا تھا۔ یہم ایک بستی میں پہنچ چکے تھے جہاں بے شمار جھینپڑیاں تھیں لیکن گیا ان جھونپڑیوں میں کسی سفید فام عورت کا پایا جانا تھا تھے یہی حریت انگریز نہ ہو گا؛“

”میرے لیے کچھ بھی حریت انگریز نہیں ہے۔“ عمران فخر ملا کر کہا۔ اگر میں اس سفید فام عورت میں بیٹھا رہ جھونپڑیاں تھیوں تو بھی میرے کان پر جھوٹیں رینگ سکتی۔“

”بہت چلک رہے ہو۔“ اجنبی نے ناخوشگوار لمحے میں کہا۔ لیکن کل تک تم کسی لاش ہی کی طرح بے حس ہو جاؤ گے؟“

”پروار نہ کرو۔ بیان جاری رکھو۔“

”میں کچھ بھی نہیں بتاؤں گا.... جسم میں جاؤ۔“

”تم غلط سمجھے تھے۔ بیان پر یقین ہے۔ میں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ مجھے دیا گئی سفید فام عورت کی موجودگی پر حریت نہ ہو گی۔ حریت کے لیے وہ روشن دائرہ اور سپکار ہو جانے والی گویاں ہی کیا کم ہیں۔ مگر لکھرے۔ کیا دہاں کسی نے تمہیں انگریزی ہی میں خاطب کیا تھا؟“

”ادھاں! یہ بتانا تو بھولی ہی گیا۔ کسی نے خیال و لا یا تھا کہ ہم اپنی ضائع ہونے والی گویاں پر بھی نظر رکھیں۔ یو نے والا وکھائی نہیں دیا تھا۔ میں تو یہی اس عورت کی باستہ کہدا تھا۔ وہ مقدس پچاروں کھلاتی ہے اس کا چھو نقاپ میں حصہ رہتا ہے لیکن میرا دھمی ہے کہ تم صرف اس کی آواز ہی سن کر پاگل ہو جاؤ گے۔“

”اس اطلاع کا سفر کریے۔ اب میں اس کا سامنا ہوں گے سے پہلے ہی کان اکٹھا رکھ لے گا۔“

”بچھر تم نے میرا مذاق اڑایا۔“ اجنبی نے انگلیں نکالیں۔

”کچھ بھی ہو۔ میں تھیں بیان سکے سکے کوہرے کے لیے نہیں بچھڑوں گا۔“ میران
نہ کہا۔

”کتنے آدمی ہیں تمہارے ساتھ؟“

”اخشارہ!“

”اوہ! کچھ بھی نہیں۔ اتنے آٹھی کیا کر لیو گے۔ اور بچھر...“ وہ کچھ سوچنے لگا

اور میران نے پوچھا: ”تمہاری کشتی تو ساحل ہی پر موجود ہو گی۔“

”کاش! ایسا ہوتا۔ اجنبی نے لفڑی سماں لی۔ وہ تو پچھلے ہی تباہ ہو گئی تھی۔ یہ داتھ
بھا کم حیرت انگیز نہیں ہے۔ پانی کی سطح پر ایک چمکدار گولہ ابھر کر کشتی سے ٹکرایا تھا
اور کشتی کے پر چھپا ڈال گئے تھے۔“

میران لمحوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا بچھر بولا، کیا یہ مکن نہیں ہے کہ ادھر زدنے
تھیں اس جگہ پہنچائے ہی کے لیے دوڑایا ہو۔ اگر یہ بات نہیں تھی تو بچھر خود ہی
کیوں غائب ہو چکے ہے۔“

”میں نے بھی اکثر اس پر غصہ کیا ہے اور اسی نتھی پر پہنچا ہوں۔“

”خیر تو بچھر تم اس بستی سے دوبارہ یہاں تک کیسے پہنچے تھے؟“

”میں اور میرا ایک ساھنی نکل بھاگتے ہیں کامیاب ہو گئے تھے۔ ایک جگہ ہم دونوں
بھی بچھڑ گئے۔ پتہ نہیں اس کا کیا حصہ ہوا ہو۔ ہم دونوں نے اپنی رانفلینس بھی کسی نہ کسی
طرح حاصل کر لی تھیں۔ کچھ دن جگہ میں بھکتے رہنے کے بعد بالآخر مجھے اس علیم غار کا
روہنہ مل گیا تھا۔ یادداشت کے سہارے میں نے سفر جاری رکھا جو کچھ بھی جاری ہی ہے
لیکن غار کا دوسرا دہانہ آج تک نہ مل سکا۔“

”اچھا نتھی۔“ جگہ دکھاؤ جاں سے نذا اونٹھٹک لکڑا یاں حاصل کرتے ہو۔“

"اوه... غذا... وہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔ ایسی حیرت انگریز غذا بھی آج تک
نہ تاری نظر وہ سے نہ گزری ہوگی... یہ دیکھو!"
وہ اٹھ کر ایک گوشے میں پلا گیا۔ واپسی پر اس کے ہاتھ میں فکر قند سے ملی جلتی کوکا کچور
بنتی۔ یہ دیکھو! لئے اگلیں بھونتے ہیں بھروس کا چھپکا آثار نے پر اندر سے جو حیر نکلتی ہے وہ
غمہ ہم کے ایسے ہوئے چاولوں سے بہت مشابہ ہوتی ہے لذیذ ہو یاد ہو۔ پہنچ تو بھروسی جاتا
ہے اور جمانی قزانی برقرارد ملتا ہے۔ کیا تم بھوکے ہو؟"

"اس خدا کم نہیں کہ شکر قند جیسی کوئی چیز بھل سکتی۔"

"پھر چیلنے پڑی گئے۔ اسے پھر خصہ اگیا۔ سارے اکن بن لکھ جائے گا۔"

"اکٹھا اوسی نیچے بناؤ کہ خشک لکڑیاں کھانے حاصل کرتے ہو۔ میرا خلیل ہے کہ
میرے سانپی دہیں ہوں گے۔"

"اب دوسری بار کیوں صدیت میں پڑو گے؟"

"اوہ! میں ان کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا۔ ... پارٹی میں دو مردوں..."

"مودتیں... ہی ہی ہی ہی... وہ عجیب سے انداز میں بنسا اور اٹھتا ہوا بولا پھر
مشادہ غار میں ہیچ کر اجنبی نئے کہا۔ مارچ مت روشن کرنا۔ مجھے راستے کا اندازہ
ہے۔ اب میں دوبارہ ان لوگوں کا سامنا نہیں کرنا چاہتا۔"

عمران نے اس کا شناہ پکڑ دیا اور وہ چلتے ہے۔ تقریباً دو یا تین منٹ بعد عمران
نے محبوں کیا کروہ ایک پلی سی دراز میں داخل ہوئے ہیں۔ یہ اتنی ہی تنگ تھی کہ دو آدمی
پر ایسے نہیں جعل سکتے تھے تھاں گھسنے بھی نہ سوں ہونے میں تھی شناید سو قدم کا فاصلہ تک کرنے
کے بخوبی پھر تھکی چکہ میں آگئے۔ لیکن دوسرے ہی لمبے میں اجنبی کے حلق سے عجیب سی اواز
تلکی اور اسی کے ساتھ ہی عمران بھی زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ پھر شفعتی کا مرتو سے لاما حملہ اور
کئی تھے اور پھر اندر چھرا۔ کاٹھ کو پاٹھ نہیں کھجاتی دیتا تھا فدا ہی سی دیہیں وہ بے بس پوکو ہو گیا۔

پتہ نہیں اجنبی پر کیا گزدی ہے۔

کیک بیک اندر صیریہ میں چکدار ستارے بھی اڑنے لگے کیونکہ سر برپہ نے والی نہیں
الیک ہی شدید تھیں۔

"امسے ارسے! نادیل نہیں کھو پڑی ہے بھائی۔" مران کی ذہان سے آنا ہی
مکمل سکھا تھا۔ اس کے بعد تو اس کا ذہن بھی تاریکیوں ہی میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔

دوسرے دن بھی وہ سوچ رہا تھا کہ کیونکہ مطلع اب تک لوٹا تھا۔ غار کے وہاں نے
سے نکلنے پر انہیں احساس ہوا تھا کہ اب وہ تھنخے جھکلیں میں نہیں ہیں لیکن ان کی راہ
و خوار گزار جھکل دیں ہی سے گزری ہتھی۔ پھر داشت بھی وہ سو نہیں سکتے تھے۔ لہذا اس
وقت قدم اٹھانا بھی دشوار تھا ہورہا تھا۔

ڈیزی کی حالت تو شروع ہی سے غیرہ ہی ملی لیکن اب تو مونیکا کے چہرے پر بھی
پہنچی ہی نظر میں مردنی سی محسوس کی جا سکتی ہتھی۔

صندل مران کے متعلق الجھن میں بنتا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی حاقت باقاعدہ
نہیں ڈوبی ہو۔ جو زفت صبح سے اس کھجوری بارے میں گھست گئی تھی تارہا تھا۔

ہام مونیکا کے ساتھی رہنے کی کوشش کرتا ہو انداز تھا۔ لفظی بوجگی سے تونٹا
انداز میں چل سکتے تھے جیسا سفر کا اختتام پھانسی کے تھیں یہ سو نو الا ہو۔

"لذتی مونیکا! ہام کہہ دیتا تھا۔ پہلے ہم سب مر جائیں گے تو تھیں ہم جنک کسی کا
مارتا تھے پہچنے کا۔"

"ہوں؟"

”تمہیں پریشان نہ ہو چاہے ہے۔“

”لماں اکیا تم یہ سمجھتے تو کہ میں صوت سے ڈرتا ہوں؟“

”پھر کیا بات ہے۔ میں تھامے چرسے پر تاریں کے ٹھاؤدہ اور کچھ نہیں دیکھا چاہتا۔“

”میں پہنچ لیتے نہیں اس کے لیے پریشان ہوں۔“

”اے! ٹلانی یعنی اسی لیے جو تمہیں کہا تو کہے کام آجائی۔“ کام نے کہا

”ٹلانے من؟“ سو نیکائے حرمت سے کہا تم غلط سمجھے۔ وہ سیرا ٹلانم نہیں دوست ہے

ایسا درست جو کسی اڑاکی سے لیجے اپنی ذندگی فخر سے میں ڈال چکا ہے۔“

”میں کھا۔ شاید اسی ٹلانم میں سر خاپ کر دے سکھے ہوئے۔“ کام نے طنز ہلچھیں کہا

”آپ بیداری سے اسی کا ذکر نہ کرو۔“ حنیکائے جھرائی ہوں آٹا زمیں کہا۔ کیا

تمہیں یہ تو نہیں کہ اس سے تھماری بھی جان بچائی گئی۔“

”وہ قولیزی دو نیکائیں ذہانت تھی۔“

”ہرگز نہیں۔ سب سے نرخشوں کو بھی ٹلانیں تھیں اکتمان کے اور جومن کے دعیان کیا ہے۔“

”جسے شروع سے اخیر تک، بھی بھقی رہی تھیں کہم حیثیت اُنکی فلم کی خوشگواری کے بعد میں ہماری آئی ہو۔“

”مگر تم اس طرح اُن کی کیوں سمجھی؟“

”ہمیں دھیونوں کی کاش میں یعنی اُنکی سینکن کشتن کا استکام ملکن نہیں تھا خاہیوں کے“

”کہ اس سنتے میں بھکے کا سکر کے پاس بھی جانا پڑا ہو گا۔ یہ بات بھروسی سے مسلم ہوئی تھی کہم کی فلم کی خوشگواری کے بیچے غلات کے کمی جویں کے لامفر کرنے والے ہو۔ اور تمہیں بادر بوداروں کی ضرورت ہے۔“

”کیا؟“ کام کے لیے میں حیرت تھی۔ بھکا کا سکر کیا جائے کہ میں مکمل کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میں نہ سمجھ سی بدلایا تھا۔“

”میں نہیں جانتی کہ اس کے لیے مضمون ہوا تھا۔ ہو سکتا ہے موردنے میں نہیں بتایا جائے۔“
”مکن ہے۔ وہ فوشہ دینے کے لیے بچھے دھوکا دیتا رہتا تھا۔“
پھر وہ فون ہی خالوش ہو گئے۔ دوسرا طرف ڈیزی بھی انہیں ہی کا تذکرہ کر دیتی تھی
وہ پڑ کر وہ پھر ایک حکم دی کے۔ اس باقی قیام کھلہ ہی میں ہوا تھا اور جھگلی ان کے
گرد حلقہ بننے رہے۔ لفڑی میں اب بھی انہیں کہ قبیٹہ میں تھا اور وہ بڑی
ہوشیاری سے اس کی نگرانی کر رہا تھا۔

ان لوگوں کے پاس ابھی خداک دشمنوں کی دافع مختار موجود تھی اور صفات بیت
بھی تھے۔ کافی کے لیے اس تو دندو شن کیجیے۔ جذبات کو کھانے کی پروادہ نہیں تھی
وہ تو ایک بڑھے سے جگے۔ میں رسم انڈیلی کر ایک طرف بجا بٹھا تھا۔ سوتکا ایک رخت
کے تنہے سے نیک لگلے۔ بیٹھی دیوان و دیوان آنکھوں تھے خدا میں گھور رہتی تھی۔
ڈیزی کا ہستہ اہستہ حلقت ہوئی اسی سکھے قریب ہوا۔ اسی چند لمحے کھلڑی دیزی پھر بھٹکا تھا۔
”تمہیں پورے مردہ دیکھا۔۔۔ مل اور بھی ذوبھے لگائے۔“

”ہوں۔“ مونیکا اس طرح چنگی تھی جیسے وہاں کی ہو رہی تھی جو اس کا احسان ہی کر رہا تھا۔
چند لمحے خلیں لذتیں کے سے انداز ہیں، اس کی کالمون میں دیکھیں۔ ہی پھر ایک بول سانی پیدا
ہوئی۔ بھسے غلیب ہوئی تھی جبکہ قندے مٹھوں سے پریل کرنا چاہتا تھا۔“

”گذری بالوقت کا تذکرہ ہی فضولی ہے۔“ ڈیزی کہتے کہا۔ ”لیکن۔۔۔ میں پہلے ہی کہ دیزی
تھی کہ وہ فاٹ سیرنے ملادوہ وہ کسی کو راس نہیں کا سکت۔“

”ہاں۔۔۔ آں۔۔۔ فاٹ اسی کے پاس تھا۔“

”میں بھی اس کے لیے بہت سخوم ہوں۔“

”کیہد؟“ مونیکا پھر جنگ کر اسے گھوڑتے گی۔

”وہ کتنا بھیب تھا۔ جب بھک پہارے ساختہ تھا۔۔۔ بھی ضمحل نہیں ہوئے دیا۔“

کچھ نہیں تو اس پر غصہ ہی آتا تھا اور تھوڑی دیر کہے ہے تاریخ اور تاریخی مساقیل
کا خیال زمین سے بھو جاتا تھا اسی وقت بھی وہیں پڑھ رہے تھے دیتا۔
”تم تو اس انداز میں لفتگو کر رہی ہو چکے ہے وہ صریحی گیا ہو۔“ نوئیکا نہ نجیں نکالیں
”نہیں۔ نہیں۔ اور۔“ نلٹنے شکر ہو۔ مطلب یہ کہ میں بھی اس کے لیے پریشان ہوں۔
”وہ بھی نہیں مرسکتا کبھی۔“ نوئیکا جو کہ لعل۔ اس کی انگلیں سرخ ہوئی تھیں اور

ہوش اس طرح کاپ لے کر جیسے تھرڈ زین علیہ نے اصحاب پر برا اثر ڈالا ہو۔
”او۔“ میں نے یہ کہ کما۔ ”ڈیزی کمی ہوئی اٹھی اور خوفزدہ انداز میں کچھ ہٹتے ہیں۔
”نہیں۔ تم سب یہی کچھ ہو۔“ مونکا اسی انداز میں جو کہی۔ ”گھر میں کمی ہوں۔ وہ بھی نہیں
مرسکتا۔“ بھی نہیں۔ وہ تمہول اکدمی تھیں ہے۔“
چھوڑ خاموش ہو گئی اور پہلے ہی اک طرح و دغت کے تھے سے ٹک کر انگلیں بند کر لیں۔
کیا بات تھی؟ صدر نہ ڈیزی سے پوچھا جا ب اسی کے قریب کھڑی کافپ
رہی تھی۔

”سب پر دعشت سوار ہے۔“ اس نے ہانتے ہوئے کہا۔ ”سب جھگل ہو کے
اب یہ خواہ مخواہ کھانے کو دوڑی تھی۔“

”میں نے تمہیں پلے ہی کھایا تھا کہ اس سے نیاد لفتگو کرنے کی حزوبت نہیں
وہ عام عورتوں سے بہت مختلف ہے۔ آخر بات کیا تھی؟“
”کچھ نہیں۔ میں نے تمہارے ساتھی کا تذکرہ کیا تھا جس بگلا گئی۔ جو کچھ کھاتا سنا
ہی ہے تھے۔ خدا کا قسم میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ صریحی گیا ہو گا۔ عجیب حوصلت ہے۔“
صدر نے ایک ہولی صافی اور کچھ سوچنے لگا۔ ڈیزی پھر لعل ”اس لیے میں
پاہتی تھی کہ لاکٹ میرے ہی پاس رہے۔“ دعا صافی پر ۵۰ مزرو تباہی ملائے گا۔“
”ہاں۔ اُں!“ دیکھو تم بہت تھک گئی پوسپیرا خیال ہے کہ یہ لوگ کچھ دیں اور انہیں گے

تم بھی سو جاؤ۔"

دنستا چون فتح نہ دنائی شروع کر دیا۔ وہ پورا جگ فتح کر چکا تھا، خانبا ری شہ بیداری اور تسلیم ہی تھی جسکی وجہ سے اسے اچھا خاصا نشہ ہو گیا تھا ورنہ جانو شی کو نہ سے کیا سروکار۔ رونے کا انداز اتنا بجود نہ ادا کر جلکلی جسی ہنس پڑے ہے۔

"اب اسکے کیا ہو گیا؟" امام نے مسخکانہ انداز میں صفحہ سے پوچھا۔ "پوچھو! اشاید متمام کی بات کا جواب دے ہیں تھے۔ صفحہ نے لاپرواں سے شائف کو عرضی دی۔

"بھی ہر را کیسی کی... بات کا جواب دے سکتا ہوں۔" جو دست بھروسے ہوئی تھا ہمارا پوچھو! اکیا پوچھا ہے؟" کچھ پرچھے کی بجائے سمجھی ہنس پڑے۔ حق کہ مرنیکا کے ہونٹوں پر سی محلہ اٹ لڑائی تھی۔

"بھی رونے دو۔" جو دست چکیاں ایسا ہوا کہ درا نقا: میں شاید یقین ہو جیا۔ "ہم... وہ میرا بات پڑھا... وہ میرا بات پڑھا۔" کچھ بھواس کر رہا ہے۔ مرنیکا و مخفیانہ انداز میں جیسی اور جلک کر ایک بڑا سا پتھرا اٹھاتے ہیں۔

صفدر الحبیث کو ان کے درمیں ان کا چوابلہ لگا کر رہی ہو۔ وہ نہ سے میں ہے۔ وہ سیدھی کھڑی ہو کر دوڑنے لاد تھا تھا ہوئی تھی۔ تو پھر میں بھی پاگی ہو گئی ہوئی ہوئی اور کھلی دیں گے جو اسی سکے متعلق بدمی بات سوچتا تھا۔ قسم سے من لو۔" اس۔ اس۔ ٹھیک ہے۔ کرن ہیں سوچ سکتا۔ صفحہ اس کا بازو پکڑ کر جو درودی طرف لیجا تا ہوا بولتا۔ میں لاس کے اپنی طریق واقعت ہوں گے اسی فکر میں ہو گا کہ ہیں اسی محیبت سے بفات دلاتے۔ ساتھ رہ کر کچھ نہ کر سکتا۔"

سو بیکار اٹھنڈی پڑ گئی۔ صفرت کافی درست تک اسے سمجھا کرنا۔ اس معلم میں جذبہ بھی خاموش ہو گیا تھا۔ مگر یہ خاموشی ہوتی رہتی ہے ہی کی جزو تک حقیقت بانگاب بھی چل رہی تھی۔ وہ ڈریزی سے عمران کی باقی کردہ تھا۔

ون ڈھلنے سفر و بارہ شروع ہوا۔ جو زفہ صفرت کے ساتھ ہی چل دیا تھا اور اب اس کی ذہنی حالت استاد ہجا پر احتیاط۔

و فرقاً صفرت نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر گما۔ جو زفہ تمہیں جھکلوں کا تجربہ ہے۔ نہے بتاؤ کہ کہ کیسے جھکلی ہیں۔ آتنا سفر طے کر چکے ہیں ابھی تک، تک دندے کی آواز سخنی اور ان کو سخنے کی پیشہ ہوئی۔

”ترنے پڑی اچھی بات سچی صفرت صفرت! ماں یہ بڑی عجیب چیز ہے میں بھی اسی کے باشے میں سوچتا رہا ہیں۔ جس نے ان عہد پوچھا ابھی تھا کہ کسکے۔ یہ سب اسی درستگی مہر ہاتھی ہے۔ جو خود بھی دیکھاں ہے اور دھرمی سی میں دیتے ہے اس نے ملکے درندھن کو ختم کر دیا۔ اب دو بڑھوکی جھکلی کے تاریخ تین حصوں میں بھی گھسی سکتے ہیں اور صرف صفرت! اس کی آواز سرگوشیوں میں تبدیل ہو گئی۔ یہی ان جھکلوں کو بھی تجھے کی نظر سے دیکھتا ہے۔“

”کس سلے میں؟“ صفرت نے پوچھا۔

”یہ نائیجیریا ہی کے جھکلوں کے توں معلوم ہوتے ہیں۔“

”ہزاروں میل کا فاصلہ میں کر کے بیان اپسے ہیں۔“ صفرت نے سخنگاہ انداز میں

”یہ بھی درست ہے کہ ایسا ناممکن ہے۔“ جونہ سر بلاؤ کرو! ”عقل کا منہوں کہتی ہیں بھی دیوبتا میں کا پچاری رہ چکا ہوں۔ لیکن مجھے اُریہ نہ کرنی دیوتا الظہریں یا۔ لیکن یہ اپنے دیوتا کو دیکھتے بھی ہیں۔ پچھلے رات والے لعن پوش تو تمہیں یاد ہی ہو گا!“

ہاں ! کیا وہی تھا ان کا دنوتا۔

”نہیں اسے تو وہ دیوتا کا سیم سالار کہتے ہیں۔“

”خدا کی پناہ ! یہ دیوتا ہے یا چکریز خان ؟“

”باس نہ بڑھی ذمہ دست تسلیم کی ہے ہم بھو توں کے جزو یہے یہی آپنے میں سڑا !“

”پشت ؟“ صدر نے برا سامنہ بنایا۔

”اچھا تو بتاؤ۔ وہ مدعی کیسا تھا جس نے اذیت ہیں ہماری رہنمائی کی حقیقتی کی تو اسی طرح بک گئی الحقیقتی پر چھپیوں بولکیں پڑھائیں۔ آخر بھادڑی گولیاں اجیزوں چھپد کر اسی درخت کے تنے پر لیوں پڑھی رہیں۔“

صادر کچھ نہ بولا۔ بوتا بھی کیا۔ وہ خود بھی الجھن کے ان چیزوں کے شتمی کرنے والے نہ ہے نہیں قائم کر سکتا تھا اور پھر وہ کچھی رات والا لکھن پوش۔

قافہ پر ہتھا رہا۔ اب وہ پھر شیب میں اتر پڑھنے لئے بیکن ڈھلان الیسی نہیں بھی کر سکتے ہیں وہ خواری بھوتی۔ میلوں تک ہر اجراء میدان پہنچیا ہوا تھا۔ بھورتے رنگ کی چٹپنڈ کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ لیکن جگہ تھریوں جو جیاں کے رویہ بھی جو تھے جسے دکھائی بھیتے پھر سلنج غروب ہونے سے پھٹکرہی میدان طے ہو گیا۔ اب پھر انہیں دخواہ گزار جگہوں کا سامنا تھا۔

”کیا مصیبت ہے ؟ نام بڑا یا“ کبھی ختم بھی رکھا پر سفر
کوئی کچھ نہ بولا۔ صدر بوزت سے کہہ رہا تھا ”کاہیں کے دیوار تو کی جگہ کہا
دے گے لیکن کوئی لبھتی نہیں۔“

”خدا ہم کرے۔“ جوزت بھرائی جوئی آوازیں بولا ”میرا خیال خطا ہیں ہے
ہم جو قدم کے چکل میں آپنے ہیں۔ کبھی گئٹے ہرے چاندروالی راتیں میں تھا لمحے
چیزوں تھے کمل انڈا گر تو نہیں فرماتھا۔“

کیا بکھریں ہے ... کیا مطلب؟

اے ایجھے آج بھی یہ ہے سڑھدر۔ میں پچھے ہی تھا اس زمانے میں جذف لگلگر
اوائیں بولا۔ آئیں رات، سیر کر پیریوں نئے اٹلا جفت گیا تھا اور سیری مان نے اپنے سر
پینا شروع کر دیا تھا۔ دیکھیں مار ملکر توںی بھی اور کہا تھا کہ میں کبھی نہ کبھی بھوت قل کے
پیشیں میں ہڑو، چنسوں کا۔

کاش تھا میں ماس نے یہ گفتگو سنی ہے۔

لےئے بائیں ا جو رات نے سسکاری ہیں اور ٹھیک اسی وقت جنگلیوں نے
چینچیجھی کر کچھ کہنا شروع کر دیا۔ وہ جنگلی میں داخل ہو چکے ہتھے۔ جو زفت خود کی
دیر تک ستارہ پھر خود بھی جنڈ آوازیں کچھ بولا۔ اسی کے بعد سنا تا چھا گیا۔
وہ کہہ دیے ہیں کہ اپنے سر جھکا لو۔ جو زفت نے انگریزی میں کہا۔ اسی کی آواز
اتھی بلند تھی کہ انگریزی سمجھنے والے نزدیک دو بیان طور پر سن سکیں۔
اپنے سر جھکا لو! تیونکہ تم مخصوص پھارن کی حدود میں داخل ہو چکے ہے جو!

اور حامی دبی ذیان سے گالیاں کب کب رہا تھا۔

عران کو ہوش آگیا تھا لیکن وہ انکھیں بند کیے ہیں دارا ہا۔ انکھیں کھوئے حصے
لپھ ماریے جماں بیچ کر لینا چاہتا تھا پتہ نہیں کس سچوشن کام عناہ ہوندا ذہن کو کہم از کم
اسی مقابل ترہ تھا ہی چلا جسے کہ انکھیں کھلتے ہی حالات کا مقابله کیا جاسکے۔
کبھی دیر بعد اس نے خواہ خواہ کراہ کر کر عدالتی اور انکھیں کھول دیں۔ چار من ہفت بیکی
روشنی لفڑ آئی۔ وہ غاری کے کسی حصے میں تھا۔ لیکن یہ روشنی ... یہ روشنی ...
چڑاغ پر نظر پڑتھے تھے وہ بلوکھا کر اٹھ بیٹھا!

ایک انسان کھو پڑی تھی جس کی انکھوں کے حلقہ ہگ کی لپٹیں اگل رہتے تھے اسی
لپٹے پا گئے طرف بکھری بھولی روشنی میں بھاگ لیکی سی خقر قراہبٹ پائی جاتی تھی۔
دوسرے ہتھی لمحے میں گران نے حسوس کیا کہ اس کا چرپی مختیار لفاب ہے۔
یہ بہت براہوا اس نے سوچا۔ نو میکا کے کاغذات بھی یا سی تختے ہیں تھے۔
پھر اس نے اپنی عجیب سہول اور کسی قد مطمئن نظر آئے لگا۔

اعجیب بھی قریب ہی اور مرحبا پڑا ہوا تھا۔ گران دونوں انکھوں سے اپنا سر ٹوٹ لئے
لگا کئی جگہ درم محسوس ہوا لیکن کھو پڑی بہر حال محفوظ تھی یہ جسی تفاوتی ہی تھا ورنہ اسے
اچھی طرح یاد تھا کہ ضریبیں کھو پڑی بچاڑھی دینیں والی تھیں۔
وہ حسلتا ہوا اجنبی کے قریب پہنچا اور جبک کردیجئے لگا کہ وہ کس حال ہی رہے
ادھر اشاید ہمارا آخری وقت قریب ہے۔ اجنبی اہمتر سے بولا اور پھر
انکھیں بند کر لیں۔

”ذرا اٹھ کر بیٹھ جاؤ پیاس کے اتا کہ میں تھیں جی بھر کے دیکھ لوں۔“ گران
کی کواد و ردنال کھتی۔

”وہ کھو پڑی دیکھ دیجہ ہو۔“ اجنبی نے پوچھا
”میری کھو پڑی اس سے زیادہ دوخت ہے یعنی نہ اس سے تو خود ٹھوٹ کر دیکھ دیو
اٹھا، دیکھوں کہیں تمہاری کھو پڑی باغ و بہار بن کر نہ دو گئی ہو۔“

”میرے سر میں کئی نرم پیس۔“

”بہر حال دو کھوڑیاں مل کر سوت کچھ کر سکتی ہیں۔“

اجنبی کو اس کو اٹھا دیتھا۔ وہ آنکھیں پھاڑ چاڑ کر گران کو دیکھ رہا تھا۔ کچھ
دیکھ دیں سے کہا ”کیا اس کھو پڑی کو یا اس سے ٹھایا جائیں جاسکتا۔“
”دشت ہو رہ ہی ہے۔“

• پہنچنے والے ہے۔ کافی بلندی پر رکھی ہوئی ہے۔ اس کی پرواز نہ کرو۔ یہ دیکھو
کہ اس حصے میں پہنچے کبھی اپنے ہو یا نہیں؟
وہ چاروں طرف دیکھتے لگا، جگہ زیادہ کشادہ نہیں لگی اسے بھی خاد درخاد ہی
کہا جاسکتا تھا۔ لیکن نکاسی کا لامستہ کہیں بھی نہ دکھائی دیا۔

• پہنچنے والے اکیا حشر ہو۔ اجنبی بھراں ہوں اواز میں بولا۔ مجھے تو خیر مرن
ہی تھا۔ ویسے بھی زندگی سے تنگ اچکا ہوں۔

"میں نے پوچھا تھا اس حصے میں پہنچے ہی کبھی آئے ہو؟"

• نہیں؟ اجنبی نے کہا اور کھوپڑی کو ٹھوڑے لگا۔
عمران احتلہ کر خود پیش کا جائیداد لینے لگا تھا۔ دھنٹا بائیں جانب روشنی
کی ایک پیچی سی لکیر نظر آئی جو غدار میں پھیلی ہوئی روشنی سے مختلف تھی۔

قریب پہنچنے والے ایک پتلی سی دراڑ ناپت ہدل۔ روشنی دوسرا طرف
سے پھوٹ رہی تھی۔ لیکن یہ دراڑ اسی اتنی سی کشادہ لمحتی کہ اس سے دوسرا جاہ
بہ اساتی دیکھا جاسکتا تھا۔ اجنبی بھی اٹھ کر اس کے قریب آگیا۔

"اوھ کیا ہے؟" اس نے پوچھا

"روشنی کے علاوہ اور کچھ نہیں نظر آتا۔" عمران نے جواب دیا
پھر وہ غالباً کسی فتم کی آواز ہی سن کر تیزی سے رٹا تھا۔

• اودہ؟ اس نے تو دل کی طرح دیوبے چاۓ۔ سامنے ہی ایک کون پوش کھڑا
اہنیں گھوڑ رکھتا اور اس کی پشت پر فارمیں ایک اتنی کشادہ دراڑ نظر آ رہی تھی
جس سے روآدمی ایک ساتھ بہ اساتی گزر سکتے۔ اسے یقینی تھا کہ اس نے ہوش
آنے پر اس فتم کی گرفتی دراڑ وہاں نہیں دیکھی تھی۔

اجنبی بھی اس نے آئے والے کو انکھیں بچاڑ سے گھوڑ رکھتا اس کی وضع قطع

عجیب تھا سر سے پیر تک ایسے بابس میں طبوں تھا جس سے عرف انگھیں بی دکھائی
دستے رہتی تھیں۔ واہنے مانحوں میں ایک پھوٹا اس اگر زمانہ اصحاب تھا جس کے سرے
پر نہیں تھی تو اسیلی بہ نجیلیں بھی ابھری ہوئی تھیں۔

”مخفی وہ کاغذات کمال سے ملے تھے؟ اس نے اپنی انگریزی اپنے نما طب کیا
 بتاؤ!“ غران نے اپنے حامی کی طرف دیکھ کر کہا۔

”اچھا قوم وہی ہو۔“ غران کا سامنی سر لٹا کر دلاجی سے ہمیں بجا لیں سے مخاطب کیا
 قاتم انگریزی بول سکتے ہو۔ مجھے کسی ایسے ہی بھوت کی تلاش تھی۔ قاتم ہیں یہاں کیوں لائے ہو
 ”جگات کا راستہ اسی ہے۔ میرے سوال کا جواب دو۔“

”جواب اس غران کا سامنی دانت پیسی کر بولا۔“ قاتم نے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں
 پھوڑا۔ لیکن یہ ماخذ اب بھی میرے قابو سی میں ہیں۔“

یک بیک وہ کعن پوش، کل طرف بڑھا اور کعن پوش نے گز نما اصحاب اس طرح اس
 کی جانب اٹھایا جیسے اسی سے اس کو بچپنے والے کیا نیکن دوسرے ہی لئے
 میں سرے سے ابھری ہوئی بُر بُریں سے چنکاریوں کی چوار سی نکلی کہ اس پر پڑی
 اور وہ چینا ہوا یونکے سٹ گیا۔

اس کے کوٹ میں آگ لگ گئی تھی اور وہ اسے آزار پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

”ادمی خڑرو خڑرو!“ غران اگر بڑھتا ہوا بولا۔ ذرا تھے سگرت تو ملکا یعنی دو۔“

اس نے جیب سے ایک سکر کیس نکالا تھا اور اسے کھول کر سگرت نکال رہا تھا۔

”پاکیں ہو سکتے ہو؟“ سامنی اپنے کپڑے نوچتا ہوا چینا بچاؤ۔... مجھے بچاؤ!
 یہ کوٹ اتنا رو!“

دھنٹا کعن پوش کے جعلت سے ہلکی می کراہ نکلی اور وہ دراڑ میں الٹ گیا۔ پھر خدا
 لئے ماہ پریت خارہ اور اس کے بعد صاکت ہو گیا۔ غران کا سامنی کوٹ ادا کر پھر چکا تھا۔

لیکن پھر وہ اسی تکلیف بھی بھول گیا۔ اس کی انگلیوں جیرت سے پھیل چکی تھیں کیونکہ
اس نئے عمران کو کافی لوٹ کی تائیں کی پکڑ کر فارمیں لے چکتے رہ چکے۔
لکن لوٹ کی پیشادا سے خون کا فرار چھوڑ دیا تھا اور عمران اس کو شش
می خدا کو اس کا سفید پاپس خون کا لودہ ہے پہنچنے پلئے بمشکل تمام وہ اس میں
کامیاب ہو سکا۔

”یہ... یہ... کیجیہ ہوا؟“ اس کا صاحب تھی سکھا یا۔
”نیکات کا راستہ یہی ہے۔“ عمران نے خوش ہو کر کہا۔ لیکن یہ میرے لحاظ
کو جواب دیجئے کے قابل ہی نہیں رہ گیا۔

سکھ اب یعنی اس کے ہر ٹھوپیں میں ملی ہوئی تھی۔
”کی تھنڈ فائر گیا تھا۔“ تھریں سے فائر کی آواز انہیں سنی تھی اور نہ تھا لیے
اگر میں روایا لدھی دیکھا تھا۔“

”پروادہ مت کرد۔“ نھیں انکھیں پڑھے بڑوں کا کام تمام کر دیتی ہیں۔
”یار تم عجیب اُدمی ہو۔“ آخر کیجیے مادر والامسے ... اُن فوہ.....

”یگر دعا چڑھے ...“
”خوب رہا سے ماتھے لگاتا۔“

”کیجیں؟“
”اے بھوپہ چھوڑ دو! اور نہ ہو سکتا ہے کہ پھر کوئی مصیحت نازل ہو
جائے!“

لبستی میں یہاں کا تیسرا دن تھا لیکن الجھی تکمیل یعنی علوم ہو سکتا تھا کہ یہاں
الائچے جانے کا مقصود کہا ہے۔

لبستی بے شمار جھپٹا بڑی جھونپڑا ہیں پر مشتمل ہتھی ہر جھونپڑی کے سامنے دو قسم
کا ہیں ضرور نظر آتیں۔ اکثر جگہ بہت پرانی وضاحت کے چوبی ہیں جسی دکھائی دیتی ہے جن کا
مطلوب ہی تھا کہ باشندے کی تھیں بالآخر بھاگ رکھتے ہیں لہذا اس کی طرف سے تو الینا
ہو گیا تھا کہ وہ آدم خود سرگز نہ ہو دے گے۔

دردھروانہ تکے بدن دکھائی دیتے تھے لیکن مرتبی پر ہے جسم ڈھانپتی تھیں۔ صفت
محسوس کردہ تھا کہ ان کے رکھ دکھاؤ میں بھی کوئی کامیت ہی پائی جاتی ہے۔
انہیں اب تک کسی تم کی تکلیف نہیں ہوئی بلکہ جو زندگی کا سعادت دوسرا
تھا اس نے تو یہاں قدم رکھتے ہی جنگلیوں کی شان میں تقیبے پڑھنے شروع کر
شیئے تھے۔ کیونکہ انہوں نے قشراب کے ذخیرے پر قبضہ کر کے اسے خانع کر دیا تھا۔
اور کہا تھا کہ مقدس یاروں کی حمد و من نشاد و مچیزیں مخفی ہیں۔

بہر حال جذبہ کی حالت ابر تھی بدو کوی لاش ہی کی طرح پیکار ہو کر رہ گیا تھا۔
مونکلکے چہرے پر جھکلا ہٹ کے آٹا مسقفل ہو کر رہ گئے تھے ورنی گو اب سیطے
کی طرح فوفزدہ نہیں تھیں لیکن اس کی آنکھوں میں سرفقت دریانی تھی نظر آتی۔
کام بھروسے شام تک بات پر گایا۔ ہی بکنارہ بھا جھونپڑی کے باہر
پہنچنے والے جمعی اگر انگریز نکا سمجھتے ہوئے تو کب کام سے نیز دل سے چھپیں

کر دا لانا ہوتا۔

آخر صبح ہی سے اس کے اور مونیکا کے درمیان جھگڑ پیش ہوتی رہی تھیں کئی بار تو ایں بھی ہوا تھا کہ مونیکا اس سے مارنے والی تھی لیکن صفر کا درمیان میں آگئی تھا۔

جیسے لوگ تو فلسفی سی تھے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے تقدیر پر شاگرد گئے ہیں۔ اپنی کسی سے بھی لکھ نہ ہو۔ خود ہی اور وار ہوں ان مصائب کے۔ کام کو ریختے وقت نہ قوان کی آنکھوں میں نفرت ہوتی آور نہ غفر۔ جتنی مونیکا کے طبقے بھی گلاں نہیں لگزتے رہتے۔ وہ انہیں بندی اور بھیں کئی میں وہ اس پر بھی بوقتی میں نہ آتے۔

مونیکا کا خیال تھا کہ انہیں لامر ناچاہتے۔ انجام خواہ کچھ ہو۔ وہ بھی جلا تبھی تھی کہ اس صرف کا تقدید کیا تھا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ تقدید کی طرف صفر کا درمیان بھی انہیں جاتا تھا حالات چھا ایسے لئے۔

وہ ایک بہت بڑے اسکلر کی تلاش میں نکلا تھا۔ لیکن جلا اس کا ان جادوگروں سے نیا تعلق۔ نہ نہیں یہ لوگ کون تھے اور کیا یا ہے تھے؟ محران کے تعلق وہ مونیکا کو تو درمیان ویسا رہتا تھا لیکن خود اسے یقین نہیں تھا کہ وہ ذرہ بھی ہوگا۔ پھر مستقبل کے تعلق کیسے ہو چکا ہی بیکار تھا۔ اگر کام اور مونیکا کی جھگڑیں وقتاً نہ تھا جو نکاتی نہ رہیں تو وہ آتیں بھی نہ ہو پہنچنا۔ جب بے سی کام ہو تو ذرہ اور نکتہ ہی رہنے میں زیادہ لذت محسوس کرتا ہے۔

اس وقت بھی نہ توں لا پڑھتے۔ کام کہ رہتا تھا کہ یہ جگلی اور خود ہی یہی

کسی غاصبی تحریم کے سو قلعے پر بھی دن خود کے کابوں بنائی گے۔ فی الحال تو کتنی کی روشنی کھلا جسما کراہی نہیں فر پر کمر رہتے ہیں۔

"تم ذیل ہو۔ بکھر اسی بند کر دو۔ مونیکا داڑھی۔ اگر وہ اُنم خور ہیں تب بھی بچھے پر واد نہیں۔ لیکن میں کہا ماں جسم نیز وہ سے چھپنی ہوتا رکھنا چاہیقہ ہوں۔" "کام نہ اسی پر قبضہ لے کر کہا تھا دوڑ دیا یہ ناقد دلاریا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ افریت پسندنا نہ رہ جان موجود ہے۔ بھاہی کی پیشی اور دلماہ ہے۔

"اسے منع کرو۔" مونیکا نے صدر کے کہا۔ "وہ دیں جیسیں اسی کا گلا گھونٹ دوں گے۔" "تم خواہ محواہ کیں پڑھتی ہو۔۔۔ بچھ دو۔"

"یہ احان فراموش اور ذلیل ہے۔"

"بچھ پر کسی نے کرنی احان نہیں کیا۔" کام عنیسے بچھ میں بولتا۔

"بنا دی۔" مونیکا نے انکھیں نکالیں۔

"بھی اس سے کیا فائدہ؟" تم لوگ خاصوں کیوں نہیں رہتے۔ صدر نے بیچ دیکھا تو کہا ناچاہا۔

کھلکھل کے اسی وقت باہر سے ڈھونوں اور تاشوں کی آوازیں آئیں۔ اور جھونپڑی کے پر سے داد دی نے فر سے لگانے شروع کر دی۔

صدر جھپٹ کر جھونپڑی کے در دار سے کے قریب ۲ الگی۔ سورج ہزوں ہو رہا تھا۔ انقیں میں دنگیں اتر رہیے پھوٹھنگے تھے۔ چین منظر میں جھکلیوں کا ایک گردہ دکھائی دیا جو ناچاہا تھا ہوا اسی طرف آ رہا تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہ لوگ فریب پہنچے۔ جھونپڑی کے گرد پھیل گئے۔ اور ان کا ذہنی پہنچے ہی کی طرح جاری رہا۔ الجھہ اب دہ کا نہیں رہتے تھے۔

دفعتاً پر بیاروں میں سے ایک نے انہیں کو غلط کر کے کچھ کہنا شروع کیا۔

جو دن دین پر پڑا اگر دشیں بدل دیتا تھا اس کے چہرے پر کب کے آثار تھے۔
”سونا؟ پہلی کامہ رہے ہیں؟“ صفوہ نے اس پر سمجھتے ہوئے کہا۔

”جہنم میں جائیں۔ کامہ رہے ہوں گے کچھ... میں مرنا ہوں۔“

”تمہاری نکحیت کسی حد تک رفع ہو سکتی ہے؟“

”کیسے؟ جزو ایک جھٹکے ساتھ اٹھا لے جائے۔“

”میں جھوٹ نہیں بونا۔ مگر یہ تو تم اس کی بات سن کر مجھے تباہ کرو گیا کہہ رکھتا ہے۔“
جو دن پندرہ میں چھپتا تھا پھر رکھتا ہوا وہ اڑے کے قریب آیا تھا
دیوان لوگوں سے گفت تو کرتا پھر صفوہ سے پول۔ وہ لوگ پارلی میں نیدار
کو خداوت خانے میں لیجا ناچاہتے ہیں۔

”کیوں؟“

”مقدسی پچاروں کا حکم۔“

”تم... لیوڑ... لیوڑ... صفوہ نے مایوسانہ امراض میں چاروں طرف دیکھا۔ وہ
بھی جو دن کے قریب آگئے تھے۔ صفوہ کی نظریں ہام کے چہرے پر رک گئیں۔
”نہیں میری طرف نہ دیکھو۔ ہام نے ہاتھ ہلا کر نہ سر پلے لجھے میں کہا۔“ جو میں
لیڈری کی صلاحیت نہیں ہے۔“

”تم نے اس کی طرف کیوں دیکھا تھا؟“ مونیکا صفوہ پر چڑھ دوڑی۔
”تم بھی چڑھاں پن کر چڑھو۔ میں خود جاؤں گی۔“

”میں نے خاصی بھیں تھیں تھا کہ ہام جیسے بغیر کام آدمی پر سبقت لے
جاؤں.... درد!“

”تم ہی جاؤ۔ کیونکہ تم ایک بہت بڑے دانشمند آدمی کے صالحی ہو۔“

”فرود چڑھو۔“ ہام برا سامنہ ناکر بولا۔ تم بھی بہت بڑے دانشمند بن جاؤ۔

مونیکا پھر ہام کی طرف پیشی پی بھتی کہ صورت نے اس کا بازو دپکھا تو چھوٹے کام امیری
استدعا ہے کہ خود کو قابو میں رکھو۔ اسے بخشنے دو۔ ہمیں اختیاط سے کام لیتا ہے۔
اگر کہ اختیاط سے قبضہ میں پہنچ جائیں۔ ہام نے پاکلوں کے اہزار میں تھوڑہ لکھایا
”تم نے مجھ سے کیا کہا تھا میر صورت“ جو زوف نے بھیجی پہ چھوٹے ہوئے ہے ہاںک
لگافی۔

”ماں ٹھہرو۔ میر سے بھیلے میں دکھلی فائیڈا پھرٹ کی ایک بونی موجود ہے۔“
”ماں۔ بھلے گی۔“ جو زوف پیک بیک اچھل پڑا۔ لاولنکا لو جلدی کردہ یہ پاکلو
جو شہر ہے۔ کہ ہام نہ سمجھے اور پھر یہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ میں نے اسیں
تاری پیشہ دیا ہے تاریگے درختوں پر ہانڈہ مان لکھتی دیکھی ہیں۔ یہ سب فراہمی
ان سے کھو کر میر سے بھیے تاری ہی جیسا کر دیا کریں۔“

کچھ دبی بعد صدر ان کے عادت جانے کے لیے باہر نکلنے والا بھی دستاویزی
راہتہ روک کر بولی ”تم نہ جاؤ۔ مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے۔“

”اس سے لڑکی اہم سا نہ ہے۔“ مونیکا کسی لمحصی کیتھاں طرح بڑھا۔
ڈری سجم کر ایک طرف ہٹ گئی۔ اور صورت نے مونیکا سے کہا۔ میں کہا ہوں
دعا خشندا اکھر۔ لہتیں اس پیچاری کا غایل رکھنا چاہئے۔“

”جاو۔ سب طیک ہے۔“ مونیکا نے گھر درسے لجئے میں کہا
ڈری صورت کے علاوہ اور کسی سے بات تک نہیں کرتی بھتی۔ زیادہ تر یہی
گوشش کہنی کہ اس سے قریب ہی رہے۔ وہ کھنچ بھتی کہ اس پیڈی بھیر میں اس
کے غذا وہ اور کسی نیبی بھی اسے انسانیع نہیں نظر آتی۔

صورت باہر نکلا اور جو زف سنجیخ کر کچھ کہا۔ اور تاچھے گانے والیں کی اس
لئے گرد اکھٹا ہونے لگی۔

چپر کھپو دیر بجد وہ ایک جانب چل پڑے۔ صدر بیچ میں تھا اور وہ دوڑو کی
تھار میں اس کی قدر لوز جانب چل رہے تھے
سودج عروج پر چکا تھا۔ اتنی میں نئیں لمریے پلے کی بہت زیادہ گہرے
ہو گئے تھے بسرا جیتے واس سہمن کے شور سے فنا گونج رہی تھی عجیب پا سرا جوں
تھا۔ بستی تھے گز رکاب وہ ایک سفر پڑی راستے پر چل رہے تھے یاں جھاڑیاں نہیں تھیں
لیکن اس کے باوجود بھی رہ دشوار لذار لئا۔ انہیں تھیں
ہی کے سترادت ہوتا

چکلی صدر کو دریا میں بیسے ہوئے ایک ہی قفار میں آگئے تھے ابھی اتنا اندر پہنچا
پھیلا تھا کہ وہ گھٹھے اور کھائیاں نظر نہ آئیں جن سے قدم قدم پر سامنا ہو رہا تھا۔
یک بیک صدر کو ایک بڑی سری سی آواز سنائی وی بیگن دوڑ کی آواز تھی۔ تھی
سے بھر لو پر نسوالی آواز۔ اور انمار پڑھاؤ سے وہ کوئی گیت ہی معلوم ہو رہا تھا۔
جیسے جیسے وہ آگے پڑھتے گئے آواز قریب ہوتی گئی۔

پھر ایک سطح جگہ پر پہنچ کر جنگلیوں نہاس کے گرد حلقوں بنایا۔ تھوڑے ہی فلمے
پر صدر کو ایک بڑی سی عمارت کے آثار نظر آئے۔ اتنی دھنڈ لائی تو پھیلی ہی گئی
کہ تھوڑے فاصلے سے بھی عمارت کا تفصیلی جائزہ لینا مشکل ہوتا۔ آوازاں میں عمارت
سے اب بھی اکرہی تھی۔ وہ دیکھنے کوئی گیت ہی تھا لیکن الفاظ صدر کے لیے غیر مانوس
تھے... آواز... آواز... کیسی آواز تھی... صدر کو ایسا محروم ہو رہا تھا جیسے
اس کا وجود آواز کے ہر انمار کے ساتھ خضاب میں تحلیل ہوتا جا رہا ہو۔ لکنی گھلا دوٹ تھی
کتنا رسیلا پن تھا۔

افق کے ریگن لمریے سیاہی میں گھلتے جا رہے تھے۔ دفتا گیت تھم کیا۔ جنگلی بھی
دک گئے اور ایسا حلم ہوا جیسے زمین ہی گردش کرتے کرتے اچھا ساکن چھوٹی ہو۔

چند لمحے صرف جھیلکر دن کی جھائیں جھائیں فضای میں گونجتی رہی پھر اکیس نہوانی آواز
اچھری۔ خوش آمدید۔ اے راستی سے بھٹکے ہوئے انسان... اسی محبت کے درود پیوار
سے تجھے دوستی کی بوآئے گی۔ اک تیرے کے گرد انہیہرے حال ہیں ہے ہیں۔ اکہ تاریکیاں
تجھے طرب پر کرنے کے لیے بڑھ دیں ہیں۔ اکہ پہاں روشنی تیری منتظر ہے۔

صادر۔ آگے بڑھا لیکن جھیلکیوں نے اپنا جگہ سے جنبش حصی نہ کی۔ البتہ انہوں نے
اسے راستہ دینے کے لیے حلقہ توڑ دیا تھا۔ صادر پوری قوت سے قدم رکھتا ہوا عمارت
کی طرف بڑھا۔ جیسے ہی قریب پہنچا ایک دروازے میں روشنی کا بھاکا سا ہوا۔ اور
وہ جھیلک کر ایک قدم تکچھے بہت آیا۔ اس سے یہ فعل قطعی غیر واردی طور پر سرزد ہوا
تھا۔ اسے خون کا نتیجہ نہیں کہا جا سکتا۔

یہ ایک کھلا ہوا دن تھا، اس میں دروازے کے پांٹ نہیں تھے مگر روشنی اب بھی
موجود تھی۔ صادر آگے بڑھا۔

اسے قوچھ تھی کہ اندر کوئی ایسا ادمی ضرور موجود ہو گا جو اس کی رہائی کر سکے یعنی
وہاں کوئی منا ماننا تھا۔ قریب و دور ایک متنفسو بھی نظر نہ کیا۔

ورے و لوار سے ہوشیوں کی اپنیں سی تکلیفی محسوس ہو رہی تھیں و فتحا پھر دی گیت
شرسخ ہو گیا ہے وہ وہ دسکھتی سنتا آیا تھا۔ مگر... اور... یہ گیت تو خوبصورتی
ہی کا طرح درود والے سے پھرٹ رہا تھا۔ صادر کے قدم لامکھا نے لگے دو خالتوں نہیں
تھاں سے از خود رفتگی سی کہنا چلے ہے خوشبو ٹول کی نیپیں اور گیت کی لے اسے ان دفعے
چھانوڑیک جھیلکیاں دکھاری تھیں۔ لئے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے خود دوپی کے گلے
کہ طبعی فضای میں اٹتا پھر رہا ہے۔ گیت کے اتار پڑھا کے ساتھ چکوئے لیتا ہوا بیکراں
پہنچا۔ میکیں تکمیل ہوتا جا رہا ہو۔ اس کے چواس پر صرف تین تھیزیں سلطان تھیں۔ مدھم نے
پہنچا۔ پر روشنی۔ لمحی۔ اس اور خوشبو... ان کے علاوہ اور کسی چیز کا احساس نہیں تھا۔

اس کے قدر ہاٹھ تھے۔ بس وہ کسی نہ یہے اندرے کی طرح چلا جا رہا تھا جس کے لئے اُنھیں میں لاٹھی بھی نہ ہو۔

دفعتاً ایک کرہیہ سی جنگل کا رستے لئے جنگھوڑا کر رکھ دیا۔ جہاں تھا وہیں قدم رکھنے کے ہوش آیا... روشنی اب بھی پھیلی ہوئی تھی... خوشنبوش اب بھی چکرانی پھر لے ہی تھیں... لیکن گستاخ تایید سکوت کے دریا نوں میں جاسو بیا تھا۔

اس نے چھوڑ جوڑی میلی اور اُنکیں بھاڑ بھاڑ کر جانع طرف دیکھنے لگا۔ اُنہوں نے مدد دی تھا۔ سامنے ہی باکپ اوپنے سامنے سیچھ نظر آیا۔ وسط میں فرش سے دھویں کی ایک پتی سی لیکر چھوڑ کر فتحاً کو دکھانی ہوئی تخلیل ہوئی جا رہی تھی۔ اس کی کجھ میں نہیں اُنمہ تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ اس پاس کوئی لظہ جو نہ ہو یا سودہ عورت کماں تھی جس نے اسے خوش آمدید کیا تھا۔ کتنی شستہ انگریزی میں اسے غلط بکیا تھا۔

یک بیک اس نے محسوس کیا کہ اسی سیچھ کے ذریعے سے فرش سے بچوٹھنے والی دھویں کی لگی کر کا

جم جم اسہنہ آستہ بڑھ رہا ہے۔

چھردی بیکھتے ہی دیکھتے تین فٹ کے دائیں سینے میں دھویں چکرانے لگا۔ فرش سے چھت لگ کیا مجاہ کر دھویں کی ایک باریک سی لکھر جسی اس بخود دائرے سے باہر نکلی ہو۔ لیکن کچھ دیر بعد صدر نے عسوں کیا کہ دائیں کے وسط میں ایک لکھر پر سی اچھری ہے اسہنہ آہستہ اسکے خدو خال داضع ہو تھے اور چھرد فتحاً ضرداً چھڑا تاہو اکنی قدم بھیچے پڑ گیا اس کی اُنچیں دھوکا کا نہیں رہے سکتی تھیں اور اسے اپنی ہاد راشت پر پورا جھروڑھا تھا۔ یہ سو صیدی بلوغا تھا۔ لیکن دھریں کے جسم کے رد پس میں۔ فریڈریٹ سے اس کی اُنچیں اُبی پڑیں۔ لیکن لکھری جسم کو حرفت لھی کر لکھا تھا۔ اس نے اپنا لاملا تھا یا تھا یا تھا ہونٹہ ہے بھئے اور بچھر صدر نے بو غائی آغاز بھی صاف پھانی تھی سده کہ رہا تھا۔

وہ فتحیں کی تلاش میں آئے ہو... لیکن کام کے وہ دینیے جو تمہارا پیٹھی بھی نہ

بھر سکیں۔ تمہاری کشتنی تباہ ہو جکی ہے اس لیے واپسی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔
چاہو... سو نہ اور جاندی رکے قلبے کھود نکالو۔ اور انہیں اس طرح چیبا کرنے لگو کہ
وہ سہنم ہو کر جزو بدن ہو جائیں۔ کرسکو گئے ایسا؟ نہیں تو پھر ایڈیاں دکڑ کر مزنا ٹپے گا
یہاں قم ایک من صونے کے عوض ایک مشتعل مکنی یا ایک پایالہ دوڑھ بھی خاصل کر سکو گئے۔
صفر کے ہونٹ تفریہ میز انداز میں مسلکا گئے۔ اور اس نے غصیلے لجھے میں کہا کیا
تم بیری آزاد سن سکو گے؟
”کیوں نہیں۔ کیوں نہیں؟“

”ہمیں بیاں اس طرح کیوں لا بایا گیا ہے؟“
تاکہ تمہیں بخات کے لاستھ پر لگا بایا جاسکے۔ یہ بھایا جائیکے کا اصل حجز محنت
ہے دولت نہیں۔ محنت ہی بیاں تھا را پیٹھ بھر سکے گی۔ تمہارے لیے ہما ساتھیوں
جہیا کر سکے۔ سونے چادری کے ٹکڑوں کے بعدے تمہیں بیاں انہیں مل سکے گا۔
مگر بھڑو، تم بہت دلیر معلوم ہوتے ہو کہ تمہیں کسی نہم کا سوال کرتے کا ہوش بھار رہا مدد زیادہ
تو دوگ عمرو اغتش کھا کر گرفتار ہے۔“

صفر نے سوچا کہ شاید وہ ابھی پہچانا نہیں جا سکا۔ اس لیے بھتر ہے۔ کہ
زیادہ باقیں نہ کی جائیں۔

”میں کمزور اعصاب کا آدمی نہیں ہوں۔“ اس نے جواب دیا۔
”جو کچھ بھی ہو بہت خوب ہو۔ فائدے ہی فائدے میں رہے گے۔ اچھا جاؤ باس۔“
جانب جزو وازہ ہے اس سے گزر کر دہیں بھڑو۔ تمہاری میٹیتوں کے دن ختم ہو گئے۔
لیکن صدر جاں تھا وہیں کھدارا۔ آہستہ آہستہ مجھے کے خدو خال دھندے پڑنے
لگے اور زرا ہی ہی دیر میں وہاں صرف دھواں ہی چکدا تارہ گیا۔ پھر دھوئیں کا جنم بھی کم
ہوئے لگا۔ اور بالآخر خود ہی پتی سی تیسری باقی رہ گئی۔

نہادت کا دیوتا

اب پھر بھلا ہی سا سکوت طاری تھا۔

وہ چند لمحے وہیں کھڑا رہا پھر با میں جا بہ والٹہ دروازے کا رخ کیا۔ جیسے ہی قہ و دروازے سے گزوں اٹھنا کہی آواز آئی۔ وہ چونکہ کمرٹا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ اور پس سے پتھر کی ایک سل سپلیٹی ہولی نیچے آئی تھی اور دروازہ بھی دیوار بن کر روک گیا تھا۔

لیکن اس سے پہلے ہی صدر کو اس کمرے میں ایک ایسا منظر کھانی دیا تھا جوستے دروازے سے اپنے کام تو نجی نہ دیا۔ اس کے سامنے سا تھی وہاں موجود تھے لیکن کہل بھی ہوش میں ہنسی مخلوم ہوتا تھا۔ جو بے سد ہو پڑے ہو۔ تھے پہلی نظر میں تو ایسا ہی کا تھا جیسے وہ مر جکے ہوں کچھی دیر پتھر اس نے انہیں بتا کے ایک جھونپڑے میں چھوڑا تھا۔ آخر دہ دہاں کیسے آپنچے ہو سکتا تھا کہ انہیں لاستے کے پیسے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا گیا ہے۔

یہاں انہی تینر و فتنی ہیں تھیں کہ سرگوشے میں اجاہ ہوتا تھا۔ ایک ایک تار پکڑتے سے ایک عورت آگے بڑھی وہ قدیم و ضعی کے سفید لباسے میں ملبوس تھی اور چہروں بھی سفید ہی نقاب میں پوشیدہ تھا۔ ابتدۂ شرے بال شناوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ اس کے دامنے ہاتھ میں ایک پھر ماسا گز نما عصا تھا جس کے مرسے پر فرکی برجیاں سی بھری ہوئی تھیں۔ خوش تعبید ہے اس کی متزمز آواز کمرے میں گوئی اور پھر صدر نے حسوس کیا کہ جیسے وہ کسی بات پر بوجھا گئی ہو۔ اسی طرح لڑا کھڑا کہ پتھرے ہی تھی جیسے کوئی غیر متوقع چیز سامنے آگئی ہو۔ نقاب سے اس کی آنکھیں گویا ا بلی بڑھی تھیں پھر وہ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو گئی جو فرش پر ہوش پڑے ہوئے تھے دوسرے ہی تھے میں صدر نے اسے جلد جھک کر ہرا ایک ناچہرہ دنیکھ پایا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے کسی خاص اُدمی کی تلاش ہو۔

کچھ دیر بعد وہ سید جویں کھڑی ہو کو صدر کی طرفہ مڑی اور اسے اپنے ساتھ آئنے کا اشارہ کیا۔

طویل راہداری سے گزر کر وہ پھر ایک بڑی کمرے میں پہنچے عورت اس سے
خواستے فاعلے پر رک گئی۔ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔
”پیا عصا اٹھا کر بولی“ تم بیان کیوں آئے ہو؟
”ابھی تمہارا دیوتا خود ہی بتا چکا ہے کہ ہم دفینوں کی تلاش میں آئے ہیں“

صدر سکوایا

”میں ہمیں تسلیم کر سکتی۔“

”تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ تمہارا دیوتا احمدی ہے۔ بے پر کی اڑاتا ہے۔“
”دیوتا نے غلط نہیں کہا تھا۔ تم اسی بدلنے سے آئے ہو۔ لیکن میری روحانی قوت
کے تسلیم نہیں کر سکتی کہ تم کسی دفینے کے لیے بیان کا سفر اختیار کر دے گے۔“
”نہ تسلیم کرے۔ اب تو آہی پہنچے میں۔“
”وابسی نا ملن ہوگی۔“

”جسے علم ہے۔ میں جانتا ہوں۔ ہماری کشتی یا تو واپس گئی ہو گئی یا بتاہ کر دی گئی
جمگی۔ میں بھی اب کچھ سمجھ رہا ہوں۔ مقدم پچاردن! لیکن تمہارا دیوتا میری سمجھو میں نہیں آیا۔
کیا سمجھدے ہے ہو؟“

”کچھ بھی نہیں۔“ صدر نے لاپر والی سے کہا۔ ”اب تمہارا دوسرا قدم کیا ہو گا؟“
”تمہارا لیڈر کہاں ہے؟“

”میں ہمیں لیڈر ہوں۔“

”اسے بھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔“

”تمہاری مر منی؟“

نکھلت کا دیوتا

ہوش میں، وہ۔ میں تھیں اسی جگہ فکر کرنے کی بھی قوت دکھتی ہوئی۔

ایپنی روحانی قوت سے کہو کہ مجھے پہچاننے کی کوشش کر لے۔ وہ تھیں بتائیں گے کہ میری نظرؤں میں مدد حاصل کی کیونکہ امہربیت ہے اور نہ ذندگی کی۔

”اچھی بات ہے... تو سنبھولو! اس نے اپنا عصا اٹھایا ہی تھا کل پشت سے آواز آئی تھیرو!“

عصا نیچے جمع کیا۔ صحندر بھی آواز کی جانب سر پر۔

اسے ایک در راستے میں دیکھنے پڑ لھڑا یا جسے وہ کہہ دن پڑھنے کا دیکھا

تھا۔ اس کے باقاعدہ میں بھی وہیساہی عصا دکھی دیا جیسا پچاروں کے پاس تھا۔

”تھے بغیر اجانت ہیاں داخل ہونے کی حرکات کیے کی؟ پچاروں قبراء ودھجیریں بھی

”نم... میں... دیوتا کا پیشہ... نہیں... تھا نہیں... اوه... کیا

کہتے ہیں سپر سالار ہوں...“ کھن پورش نے حواب دیا۔

”پاگل چوہا ہے... وغیرہ سو جا بیاں سمجھے... وہ چینی! تو شکم بھر بیل

ہے شاید... اس کی سزا ملے گی تھے۔“

”تھے جن عاصل ہے کہ میں ہر کاپ کو غلط اقدام سے باز رکھوں۔ تمہارا خیال

فلطیل ہے تو میں نہیں ہوں۔ تم اسے فنا کرنے جا رہی تھیں۔ حالانکہ یہ دیوتا

کی یادی کے خلاف ہے۔“

”تو مجھ سے بہت کم رہا ہے۔“

”دیوتا نے مجھے متینی کر لیا ہے اس لیے میں چاند ساروں سے بھی بہت کوکتا

ہوں تھہاری کیا حقیقت ہے... اس وقت میری روحانی قوت خالص ملکی سے

بھی زیادہ زور دا ثابت ہو سکتی ہے۔ پیاری خڑکیاں میں بھی اکتھو یکا...“

خودت بیان خردا چل پڑی اور صحندر پر تو گویا یہم کر پڑا تھا کیونکہ اس نادڑی نے

لٹمات کا دیوتا

مگر ان کی اواز صاف پہچانی تھی۔ اس سے پہلے وہ اواز بنا کر بدمبار آتی تھی۔

شاید ایک منٹ تک کسی کی زبان سے کچھ انسیں لٹکا گذا۔ بھرمناب پوش عورت بھرمنی ہوئی اواز میں بول تھی۔ جاؤ چلے جاؤ بیان سے۔ تم شاید پاگل ہو گئے ہو۔ ”
”پیدائشی پاگل سمجھو تو۔ یہ آج کی راستہ میں ہے۔“

”تم کیا چاہتے ہو؟“

”بوفاکی لاثی... یا اس کے ہاتھوں ہی تھکڑا یا۔ میں سوچ جی ہمیں سکتا تھا کہ اس کا تعلق تم لوگوں سے ہو گا۔“

”وہ بہت بڑا ادمی ہے۔ جاؤ بیان سے چلے جاؤ۔ وہ نہیں ملتیں اور انہوں نے۔“

”تمہارے ہاتھوں تو میں اُنیں بادھ رہوں کہاں خود کو بھوت کرنے ہوئے جسی خرم اُتی ہے۔“

”دیکھنے۔ سچ پچ ہندوی سوت آئی ہے ساتھ تھاری اسی جوگت کی اخراج ہو جکی ہے۔“

”تم نے جس اُدمی سے یہ سب کچھ حاصل کیا ہے اس نے تمہارے قابوں پر اُنہے سکبیں اُسی عصا کے ذمیثے اشارہ ضرور دیا ہو گا۔“

”پروادہ مت کرو۔ اب اس سفر کی تیاری کرنا ہے ملتیں جس کے لیے یہ سب کچھ ہو لے ہے میں جانتا ہوں کہ دیوتا کا سپہ سالار اس سفر میں تمہارے ہاتھ ہی ہوتا ہے۔“

”اوہ۔ تو تم مجھے... بھیوڑ کر دے گے؟“

”پھر کیا تم اسی سفر سے باز رہو گی؟“

”نہیں۔ یہ لوگ تزلیقی طور پر جائیں گے لیکن تم درون۔ ...“ وہ چند لمحے کچھ سوچتی رہی پھر حکلے ہوئے بچھے میں بولی۔ نہیں میں اسی بار تمہیں زندہ شر تھوڑا ہوں گی۔“

”کنھیوں شرس نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ کسی تحرست کے ہاتھوں سے کسے ارخاپ کے پر لگ جاتے ہیں۔“

”یکومت اچلو اسی کرے میں حال تمہارے دھر سے ما تھی بھی ہیں۔“

، خریسیا ! ہوش می آؤ۔ تم اس وقت سبیری تیدیں ہو، خرا کے سارے راستے

سدود کر چکا ہوں۔"

"احن نہ مٹو۔ تم بیان کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے۔ میں بھر کتھی ہوں کہ بونغا کو قماری اور حرکت کا علم ہو گیا ہو گا۔ ابھی اس نے صدر سے گفتگو کی تھی۔ میں اس کی آواز سن رہی تھی۔ اس نے یہ ہمیں قیصر ہونے دیا کہ وہ صدر کو چھپا نہیں ہے حالانکہ فنا یہ مذہبی ہے میں بھی پہچان سے۔ تم دونوں اس کے لیے ایک مستقل اجنبی میں کرہ گئے ہو۔ لا تو شے میں اس نے تم سے ایک کام لینا چاہا تھا۔ لیکن ناکامی کے بعد جھلکا گیا ہے۔"

"مگر اس نے مجھے کیسے پہچانا ہو گا... وہ کہاں ہے؟"

"آج کل جز پرے ہی میں ہے لیکن کوئی ہمیں جانتا کر دہ کہاں ملے گا۔"

"قریبی ہمیں جانتیں؟" مران نے پوچھا
"مرگ نہ ہمیں ا!"

"یہ تمہاری توہین ہے خریسیا ! میں ہو پڑھی ہمیں ملتا کہ بونغا تم سے زیادہ اوپر کا مقام رکھتا ہو گا۔"

"ٹکریہ،" خریسیا سہنس پڑی "لیکن قم میری اتنا کو ابھار کر مجھے بونغا کے خلاف ہمیں اس سکو گے۔" وہ آہستہ آہستہ پیچھے پڑھ رہی تھی۔

"خڑوا اپنی جگہ سے جنتش نہ کرنا" مران نے گز نما عصا اٹھا کر کہا لیکن خریسیا ایک ہی جست میں بھی دیوار سے جانکروائی اور صدر کو ایسا ہی محسوس ہوا جیسے زمین اپنے محور سے ہٹ گئی ہو۔ وہ مند کے مل زمیں پر گرا تھا۔

مجھ بھی میں نہ سکا کہ ہو اکیا تھا۔ ہو ملتا ہے کہ وہ صرف وہی جھٹکا رہا ہو جو اسے اس طرح فرش پرے آیا تھا۔ اس نے بھی کوئی کوئی کسی آواز نہیں لئی اور اس کی انکھوں میں تارے ناچ گئے تھے۔ قدم روکھڑا سے تھے اور وہ ڈھیر ہو گیا تھا۔

و دفعتاً اس نے مگر ان کی بھڑائی ہوئی سی آزاد سنی سر آنکھ کی نیونگلکی ایسی کی تیزی:-
بھر تھر سیا کا تھر سنا دیا اور اس نے اٹھنے کی کوشش کی میکن گھنٹوں کے بل بھٹکای
وہ گئا۔ مگر ان کروٹھی اس حالت میں دیکھتا اسے سکتے ہی ہو جاتا۔ وہ فتنہ میں حق ہے تیزی
سے اٹھ پر رہا تھا اور اس کے سر پر چھت میں ایک روشن دارہ تیزی سے گردش
کر رہا تھا اس کی روشنی کمرے میں پہنچتے پانی جانے والی روشنی سے باسلی مختصر تھی
اور اس کا فوکس بھی محدود تھا۔

”سر آنکھ کی نیونگل کو ٹکایا جائے رہے ہو تم؟“ تھر سیا نے بھر تھر لگایا
”کیوں نہ دوں کوشش تھل کا مسئلہ ہی خبیث ہو کر رہ گھیا ہے اور مجھے ہمیں یاد کرنا
کہ اس سلسلے میں کنفیوشنس نے کیا کہا تھا۔“
کنفیوشن نے بھی کہا ہو گا کہ سر معاملے میں کو درپڑنا انہیں کھا کر سورج پر سے بھی
بدتر ہے بس اب اسی طرح لٹکتے رہو۔ تھر سیا نے کہا اور پھر صدر کو گھوڑتی ہوئی
بھولی۔ اگر تم آگے بڑھتے تو خاک کا ذہیر ہو کر رہ جاؤ گے۔
وہ کچھ نہ بولا۔ یوں بھی وہ غیر محتاط اقدامات کا قابل ہمیں تھا۔ چبپ چاپ اسی طرح
بیٹھا رہا۔

”اب اس چیز کی کیا دفعت رہ گئی ہے جس کے بل بوتے پر تم مجھے اپنا قیدی بھجو
رہے تھے؟“ تھر سیا پھر مگر ان سے مخاطب ہوئی۔

”لہاں یہ بیکار ہو گیا ہے۔“ مگر ان نے گز نما عصا کو جنبش دینے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔
”صرف بیکار ہی نہیں ہو گیا بلکہ اسی کی وجہ سے تم اسی صیبیت میں بنتلا ہوئے ہو۔“
”آلا! اب یاد آیا کہ کنفیوشن نے کیا کہا تھا۔“ مگر ان نے خوش ہو کر کہا

”کیا کہا تھا۔“ تھر سیا نے مخفکا نہ لئے میں پوچھا
”بھی کہ اگر بیوی بد رہا ہو تو چھڑ دو۔ ٹھوڑا بد نکام ہو تو چھڑ دو!“

خلات کا دیوتا

یہ کہہ کرو اس نے عصا ہاتھ سے چھپوڑ دیا۔ پھر خود تو دم سے فرش پر آگرا اور عصا
چست اولے دو شن داؤے سے جا چکا

”سجدہ رہ بیکن یہ بھی ضرور جانتے ہوئے کہ بیرے قریب آئے کا کیا انعام ہو گا۔“

”شاعری کرنے ملکوں گا۔“ عمران نے اجھا اس نے اندراز میں جواب دیا۔

”اب بناؤ! ان تینوں اور میوں کا کیا حشر ہوا؟“

”ایک تراپ حشری کا منتظر ہے گا اور بقیتے دونوں دہیں قید ہیں۔“

”تمہارا کیا حشر ہونا چاہئے؟“

”بس ایک بار مسکلہ کر دیکھو لو۔ بیڑا پار ہو جائے گا۔ پھر کنھیوں کشی کچھ بھی
کماکرے مجھے پرداہ نہیں ہو گی۔“

”بھروسہ بند کر د۔“ یک بیک تھری یا عضف ناک ہو گئی۔ اس بار میں تمہیں
ذندہ نہیں چھپوڑ دیں گا۔“

”مگر ابھی توہیاں سے بھاگ جانے کا مشورہ دے رہی تھیں۔“

”کسی طرح عصا تم سے حاصل کرنا تھا سمجھے! کسی غلط فہمی میں نہ جلا ہو جانا۔

تم جیسے نہ جانے کہتے خاک میں مل چکے ہیں۔“

”اسے سمجھاؤ! اکر میں نے اس کے فرق میں کتنی راتیں سوکر گزاری ہیں۔“ عمران نے
صفدر سے کہا۔ اسے یقین دلا کر کتنی بار معینوں کا کھانا ایک بی شست تیں کھایا یا عملہ
و خاموش رہو۔ اور چپ چاپ دوسرا طرف مڑ جاؤ! تم بھی اکھو۔ اس

نے صدر کی طرف دیکھ کر کہا۔

صفدر چپ چاپ لٹک گیا۔ وہ اس گرز نما عصا سے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ لیکن
اس نے یہ ضرور جسوس کیا تھا کہ عصا تھی سے نکل جانے کے بعد سے عمران کے رو یہ میں
نمایاں قیدی میں واقع ہو گئی ہے اپ وہ نہ تو پہلے کی طرح چپک رہا تھا اور نہ یہی حلوم ہوتا

تفکار کے اب بھی تحریسیا کو تحقیقوں میں اٹھاتا ہے گا۔ وہ بھی خاموشی سے دوسرا جاپ صڑ گیا تھا۔

”اسی نکر کی جانب پل پر جہاں تھا کہ دوسرے ساتھی بھی ہیں۔ تحریسیا کا لمبہ بید تھا تھا“ چلو بھائی!“ عمران نے شہنشہی صافیوں لی۔ لفظیوں کشی نے اس مر قدر کے نیتے بھی پچھئے کچھ درد کھا ہو گا۔ لیکن سیری یا داشت پھر سیر اس نہ پھوڑ رہی ہے۔

”وہ چلتے ہے۔ صدر تحریسیا کے قدمنے کی آواز بھی سن رہا تھا لیکن اس نے یا عمران نے فرکر نہیں دیکھا۔ صدر کو اندازہ ہو گیا تھا کہ بونا ہیاں موجود نہیں ہے مگر وہ خواہ کہیں بھی ہوا نہیں اس کے سامنے فرو پیش کیا جائے گا اندازی الحال اُسی کا امکان نہیں تھا کہ وہ اس سے پہلے ہی مارڈاے جائیں۔“

میک پیک اس نے کسی فتح کی بوحصوں کو کے نہ تھے سکو۔ عمران بھی ایک جھٹکے کے ساتھ رک گیا تھا۔ صدر نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھوئے ہی تھے کہ مر جکر الیا پھر سے ہوش نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا تھا۔ اور عمران نے کتنی دیر تک اپنے نہ تھے چیلی سے دبائے دیکھتے۔

دوسری بار ہوش اُس نے پر اسی نے سب سے پہلے مونیکا کی آواز منی تھی غالباً وہ کسی پر پس رہتی تھی اس نے اٹھنا چاہا لیکن جنیش بھی ذکر نکالا۔ ساڑے جسم میں چھن سی حسوسی ہو ہمی تھی۔ ذہن اچھی پوری طرح صاف نہیں ہوا تھا لیکن اسے ایسا حسوس ہو گیا تھا جیسے وہ فضا میں تیردا ہو۔ انکھل کے سامنے دھندسی چھلانی ہوئی تھی!

پھر اس نہ کہ جستہ اسے علم ہو سکا کہ اس کا سارا جسم رسیں سے جکڑا ہوا چھے اور کہ وہ
بھی نہیں لے سکتا۔ بسر پر پادلوں سے ڈھکا ہوا آسمان تھا اور وہ چٹ لیٹا ہوا اس طرح
انگلیوں پھاڑ رہا تھا جیسے پادلوں کے پار دیکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

جست سے قدموں کی آوازیں کافروں میں گونج رہی تھیں وہ سوچنے لگا کہ آخر سے
کیوں اس طرح یجا پا جا رہا تھا اس کے دوسرا سامنے سا تھی تو شاید اپنے پیروں سے ہی
چل رہے تھے تو پھر عمار کی حالت بھی اس سے مختلف نہ ہو گی وہ بھی اسی طرح امداد پر
میں جکڑ دیا گیا ہو گا اور دوسروں ہی کے کانڈوں پر اس کا بھی سفر جاری ہو گا۔ پھر
اس نے جو ذلت کی آواز سنی جو شاید جنگلیوں سے گفتگو کر رہا تھا۔

صدر صدر گردن گھا سکتا تھا اس کے اتفاق بھی ازاد نہیں تھے یک بیک اس نے
تھریسا کی اولاد سن کر کہ دن گھنائی وہ اسی بیاس میں تھی جس میں چھپی رات نظر آئی تھی۔
عطا ہاتھ میں تھا اور وہ کہا تدبیم ملکہ بھی کی طرح سفر کر رہی تھی ایک زنگار کری تھی جسی
کے پالوں سے دو لیچھے باش باندھے گئے تھے اور اس طرح اسے آٹھ جنگلی
اپنے کانڈوں پر اٹھا سے ہوئے چل رہے تھے۔

”کیا تم جاگ رہے ہو؟“ تھریسا نے صدر سے پوچھا

”مجھے بھی سمجھنے دو کہ می خواب دیکھ رہا ہوں۔“

”ایسا خواب جو ابدي نہیں پر ختم ہو گا۔“

”مگر مجھے اس طرح نہیں یجا یا جا رہا ہے؟“

”یہ مخصوص رہا سی تھے... دوسرا سے پیدل ہی گھست ہے ہیں۔“

کیہ بیک مونیکا بھی کر جئے تھی۔ تم یقیناً یورپیں ہو۔ لیکن ان جنگلیوں سے
زیادہ وحشی معلوم ہوتی ہو۔ کیا نہیں اس سے چاری لڑکی پر رحم نہیں آتا جس کے
لیے دو قدم چلنابھی مشکل ہے؟“

اب صدر کو ڈینی کا خیال آیا۔ یقیناً اس کی حالت ابتر ہو گی۔
”تم بھی کی رحمدی بھی ہوں گے۔ تحریکیا نے تنخ بجھے ہیں جواب دیا تھا ان
سے کہو کہ وہ اسے اپنے کا نہ صحن پر اٹھائیں۔“

”ان دونوں کو رسیوں سے کیوں جکڑ رکھا ہے۔ کیا وہ بھاگ جائیں گے؟“
”خاتونش رہو۔ اب بجھے ملکب ذکرنا سہیں ہر کس وناک سے گفتگو نہیں کرتی۔“
تحریکیا نے کہا۔

صونکا بڑا بڑا نہیں کیا۔ اب تحریکیا پر صدر کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

”آخر یہ عورت نہیں کہیں آئی تھی؟“ اس نے سفیں کرلو چھا

”کیا عورتوں کو رسیوں سے دل چسپی انسی ہوتی؟“

”میرا خیال ہے کہ تم دونوں مزدوروں کی گفتگو سے ہی پاٹی کے مادھائے ہو گے۔
خیال غلط نہیں ہے۔ لیکن تمہارے انداز گفتگو سے یہی محسوس ہوتا ہے جیسے
تم اسی قسم کی پارٹیوں کی منتظر بھی رہتے ہو۔“

تحریکیا مکاٹا شہقہ لگا کر لیوی۔ ”تمہارا خیال غلط نہیں ہے۔ ہم اسی طرح
کی پارٹیاں بلوائتے رہتے ہیں۔“
”کیا مطلب؟“

”ہمارے ایجٹ اس پاس کے ٹھاک ہیں و فیتوں کا پر دیگنڈا کرتے ہیں۔ لہذا
اسی تم کی پارٹیاں اندر آتی رہتی ہیں۔“

”لوگوں کی فیصلے محض بخواہی ہیں؟“

”اب تو کہاں ہیں اکیوں تکہم بہت پلے ان پر قبضہ کر چکے ہیں۔“
”مگر تم ان لوگوں کا کیا کرو گی؟“

”یہ الجیسی فرم بھیو گے... زیر الدینؒ کے بھری کھلا میں گے۔“

خلات کا دریتا

”ہملا! تو کیا... یہی جزاً... زیر و لینڈ کھلاتے ہیں؟“

”نہیں! یہ زیر و لینڈ کا صرف ایک معمولی ساحصہ ہے۔ زیر و لینڈ کا دارالحکومت کیا ہے۔ شاید تھماں کے فرشتے بھی دہان تک ان پیغام سکیں۔“

”مگر بوناقم لوگوں سے کیسے جا ملا۔ وہ تو ایک اسکلکٹر تھا۔“

”وہ ہیشر ہی سے ہمارے ساتھ رہا ہے۔ ہمارے وسائل کا تلقن بھی تمہاری ہجادنیا سے ہے اس لیے یہی سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ مختلف حلقوں سے زربادا کا نئے کے لیے اسکلکٹ کو ذریبہ بنا یا جائے لیکن وہ جو ہمارے آہ کا رہیں اسے صرف میں ان قوامی بیانے پر ہنسے دال اسکلکٹ کی بھجنے ہیں مانہیں اس کے اہل خدمت کا علم نہیں ہے۔“

”اور بوناقم اپنی لوگوں میں سے ہے؟“

”مگر گو نہیں۔ وہ قواس تنظیم کا سربراہ ہے اور زیر و لینڈ کی ایک بہت بڑی شخصیت مالکہ اس کے تحت کام کرنے والے زیر و لینڈ کے باشے میں کچھ نہیں جانتے۔“

”تو ان جزوں میں تم لوگ بستیاں بارہے ہو۔“

”عارضی بستیاں۔ یہاں زیر و لینڈ کے لیے کام ہوتا ہے۔“

”ہماں سمجھا۔ تو اس طرح تم لوگ منصب رہیا سے مزدور نہیا کرتے ہو۔“

”ٹھیک لیکے اجنبیوں سے مشینوں پر کام نہیں لیا جا سکتا۔ ان سے تو ہیں ایسے کام لیے جاتے ہیں جیسا نہ اس وقت دیکھ رہے ہوں لیکن یہی نہیں جانتے کہ یہاں آپسے وابستے منصب اور یہی کام کیا ہوتا ہے۔ یہ اسی بستی سے بھی مانع نہیں ہیں۔“

”جادا تم لیجا سکتے جا رہے ہو۔ اپنی ایک مخصوص چکر سے آگے ذریعہ دیا جائے گا۔“

”تو پھر یہاں خیلی ہے کہ نسل انسین قابو میں رکھنے کے لیے تم لوگوں نے یہ دعویٰ کیچھیلا یا ہے۔۔۔ تم پچاروں ہو۔۔۔ اور وہ دلینٹا۔۔۔“

” نہ صرف اپھیں قابو میں رکھنے کے لیے بلکہ جذبے بنانے کے ادمیوں کو بھی مرجوب کیا رکھ کر لیے ہے تماکہ وہ کبھی ہمارے خلاف سازشی کاغذیں بھی دلیں نہ لاسکیں۔ کیا تم بھی اس وقت بوکھلا رکھئے ہو سکتے ہیں تھاری اگر بیان حریت اگریز طور پر صالح ہو گئی ہوں گی مجھے اٹھائے ملی تھی کلم نوگوں نے ٹائی گنوں سے جملجلوں پر گو بیان رسائی تھیں : ”

” یہ حقیقت ہے کہ میں بوکھلا آبیا تھا لیکن جانتی ہوں عمران اس وقت کیا کر رہا تھا ؟ ”

” ماڈھڈا آدمگن سجا رہا تھا : ”

” لگہ اب اس وقت کیوں خاموش ہیں یہ حضرت ؟ میں اٹھنی میں ہوں ”

” کیا ہوش میں ہے ؟ ”

” پوری طرح لیکن مجھے اس طرح انکھیں چڑھپھلا کر دیکھتا ہے جیسے ہمیں بار دیکھا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی نئی چال سو جھگٹی ہو۔ میرے ساتھ اچھے لکھے کو وہ یہ بیک اس طرح ظاہر ہو گیا ورنہ بعد میں شاید مجھے خود کشی ہی کرنی پڑتی ۔ ”

” شاید اپنی اس حقافت پر وہ زندگی بھرا انسوں کرتا رہے ۔ ”

” اسے حقافت نہ کرو۔ اگر تھاری ذمہ داری خطرے میں نہ ہوتی تو وہ کہاں باقاعدہ تھا تما۔ ”

” تو کیا دافعی تم مجھے مار دالتیں ؟ ” صحفہ نے مسکرا کر پوچھا

لیکن تھریسا اس سوال پر خاموش ہی ہو گئی تھی۔ حکورٹی دیر بعد صحفہ نے پوچھا۔ لیکن وہ پچھلی بات متعلق کیے ہو گیا تھا۔ وہ روشنی کیسی تھی ؟ ”

” وہ روشنی ابھی بخوبی دوڑیں ہے لیکن ایکٹن ہم اسی کے فریو چاپنے تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ عمران محض اس حصائی وہبہ سے متعلق ہوا تھا کہ اسی اسی پر نہیں بلکہ براہ راست عصا پر اڑا کھاف ہوئی تھی چونکہ اس نے اسے پکڑ لکھا اسی لیے وہ بھی اوپر اٹھتا چلا گیا تھا۔ ”

"لیکن معلق کبھی بوجیا تھا، اگر اس روشن دار سے کوئی قوت کشش زمین کی قوت کشش پر
خالب آگئی تھی تو مران کو بھی اسی سے جا چینا تھا۔ اگر دعما اس کو اس حد تک اور پہلا
سکتا تھا کہ اس کے پیروں میں چھٹو دن تو دریا بھی بھی بھی۔ لیکن وہ جتنے کی کیا وجہ ہو سکتی تھی؟"
"شاپید قمر پر جھول سمجھے ہو کر ایک عصا پر سے باقی میں بھی اتفاق اس سے نکلے والی برق
رہ مران کو بھی بھی رہی تھی۔ پھر وہ معلق کیوں نہ ہو جاتا مفہوم سے نہ ترازنا تھا۔ اگر
پھر عصا سے برتی رہ جائی تو اس کا عالم سے اور پہلی لیے چلا جانا۔"
"تمہارا عاصا بھی کیوں نہیں ہو چکا تھا؟"

"اگر داعس سے کوئی میں ہوتا تو بقیٰ طور پر اس کا بھی بھی حشر ہوتا۔ یہ عصا
ذپب و بیج پر سدا افسوس دلانے کی بھی خیر سکی ایجاد نہاری دنیا کی سب سے زیادہ فخر کن ایجاد
پھر بخاری ہے ایک غیر ای احتی بیشتری اس سے ہزاڑ طرح کے کام سے سکتی ہے اور اس
حروف دہی روشنی.... اور مگر میں مخفیہ یہ سب کیوں بیمار ہیں۔"

"نہ بتاؤ۔ لیکن میں ان ادھور علی کے متعلق ضرور پوچھوں گا جو صرف خود قوں
کا گوشت کھاتے ہیں؟"

"او رقم لوگ ان ادھور علی سے بھی زیادہ بھیانک ہر جوان بیکاریوں کو ان کی
بھینٹ چڑھاتے کے لیے ساختہ ہو۔ وہ ادھور نہیں ہیں الی خلنانگ بھات میں عورتیں
حصہ نہیں لیتیں اسی لیے یہ تفسیر کی گئی ہے۔ آخر سنتی کے لیے سورتوں کی بھی تو فروخت ہے
اکثر لوگ یہاں آئے اور ان آدمخورد میں ہماری ایکم کے طابن انہیں اگئے نہیں بڑھتے
ویا اور فہ والپس چلے جائے۔ پھر دوبارہ اُسے اور کسی نہ کسی طرح چند عورتیں بھی ساختہ لائے
اور اب تو سریار اسی ساختہ دوچار عورتیں ضرور ہوتی ہیں تاکہ انہیں ادھور علی کے حوالے
کو کہ دینیوں کے صحیح مقامات حلوم کیے جائیں لیکن وہ ادھور اسیں دھڑکتے ہوئے ٹھیک
اسی جگہ پچاہیتی ہیں جاں سے قم لوگوں نے یہاں کے یہ سفر شروع کیا تھا اگر یہ بتاؤ کرم حملی

نے ادھر کارخ کیوں کیا تھا؟

وفقاً عمران نے ہمکاری مکان صدر امیر سے پیٹ میں وہ رہو رہے اس لیے
ماڑتھا اگر بجانا چاہتا ہوں۔ ان سے کہو کم اذکم میرا یک ہاتھ تو آزاد ہی کر دیں۔
مونیکا بھپٹ کراس کے پاس آپنی اور دلوں ہاتھا کر جینے لگی "کھولو!
اس سے کھول دو! سنگدل عورت!"

"ہٹو... ہٹ جاؤ... اس کے قریب سے۔ ختر سیا غرائی۔ چھراں نے
چیلچھوں سے کچھ کہا اور وہ اس سے گھستیتے ہوئے پیچے ہے گئے۔

"یہ کون ہے اور چھو سیست سے عمران ہی کے کو دیکھیں ناپیشی رہتی ہے پتہ نہیں،
سمیونی بچھے محسوس ہوتا ہے کہ میں اس سے پیچے بھی کہوں دیکھ جکی ہوں۔" ختر سیا
نے صدر سے کہا "مسرور جو لیا نافرط، والٹر تو نہیں ہو سکتی۔"

"میں نہیں جانتا کون ہے۔" صدر کا خفتر سا جواب تھا اس شاندار کو یاد کرنا
کہ عمران اس سے خاموشی ہی دیکھنا چاہتا ہے۔

"اس سے سمجھاؤ کہ اس سے دور ہی رہے ورنہ" ختر سیا نے جملہ پورا نہیں کیا
مونیکا اب بھی چیخ جا رہی تھی۔

"بیویات میری سمجھے میں نہیں آتی کہ ہم خفتہ لوگ تمہارا کیا بگاڑ لیں گے
جو اس طرح یجاۓ جا رہے ہیں۔" صدر نے کہا۔

"جونتھے لوگ کچھ نہ بگاڑ سیں گے وہ اپنے پریوں ہی سے چل رہے ہیں مان آں
کسی حد تک یہ بھی مکن ہے کہ تم آزاد کر دیئے جاؤ۔ لیکن وہ قطعی ناممکن ہے۔"

"ختر سیا کیا نہیں شکریاں کی نہیں مار دیں۔ کیا ہم نے نہیں اپنا فیڈی بنا یا تھا؟"
چھے آجھکا افسوس ہے اپنی حماقت پر کہ میں نے عمران کو قتل کیوں نہیں کر دیا تھا
"میں سن دیا ہوں۔" عمران نے ہمکاری مکانی اس کا اس طرح بھی قریب ہی تھا۔ اب

قتل کر دو۔ وہی سے جا کر کیا کرو گی؟

”ہس سے کس خاموش رہے۔“ تحریکیا نے غصیل آوازیں کہا

”اچھا۔ ایک بات بتاؤ۔ صندوق خدا ہستہ سے پوچھا۔ کیا تم مسے مرتبہ دیکھ سکتی ہیں؟“

”خاموش رہو۔“ تحریکیا نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

دوسرا کو ایک جگہ انہوں نے قیام کیا تحریکیا کی زنگار کرسی اکٹ اور پی جگہ رکھ دی گئی تھی۔ نام اور اس کے صاحبین کو چاقوں اور خشک نھیں دی گئیں۔

کھانے کی تیاری میں تقریباً پہنچنے صرف ہوا۔ صندوق اور مکران اب بھی اس طرح کھوڑ کر ہیں جو کچھ پڑ سے تھے۔ کھانے کے بیٹھی انہیں اٹھنے کی اجازت نہ ملی۔ تحریکیا تو حکم تھا کہ کوئی انہیں اسی طرح لیٹھی ہی لیٹھے کھلانے۔ مونیکا اور نیزی اٹھنے تھیں۔ نیزی مختصر کے پاس رک گئی۔

مونیکا مکران پر چکتی ہوئی بولی تھی۔ ” بتاؤ۔ میں کیا کروں تھا۔ لیے جبکہ اس کی پرواہ نہیں ہے کہ میرا جسم نیزوں سے چھک کر رہ جائے گا۔ مگر اس کے بعد کیا ہو گا۔۔۔۔۔ تحریر لوگ کیا چاہتے ہیں؟“

”تم انہیں کیا سمجھتی ہو؟“

”سمجھ سی خسی آتا۔“

”یہ بوغا ہی کی طاقت ہے۔“

”نہیں!“ مونیکا کی انکھیں حیرت سے چھیل گئیں۔

”یقین کرو میں نے بھی اس کے عتلے غلط اندازہ لگایا تھا۔

”کیا تم اس عورت کو پہلے سے جانتے تھے؟“

”بوغا کے بہترے ملکتی میرے جانے پہنچنے ہیں۔“

”مگر مجھے تو ایسا تحسیں ہوتا ہے جیسے یہ عورت تمہارے ساتھ کسی قسم کی لگ رکھتی ہو۔“

"میں تو نہیں سونگھو سکا۔ تمہاری ناک تیز مسلم ہوتا ہے اور سے قبیلہ کوں بھر کھلا دیتا ہے اسی آخری وقت چاول اور چیلی ہی نصیب ہونا تھا۔"
و فتنہ خفر لیسا جھلاتے ہوئے لجھتے ہیں جیسی۔ لے کر گورنمنٹ... تم بڑا۔ کسی کو ہدایت
کھلدا ہے گا اسے ।

"کیوں؟" مونیکا پلٹک کے غریبانی۔

"پکوں ملت کرو۔ یہ حکم ہے۔"

"ہٹ جاؤ موئیکا۔ ورنہ وہ مہیر خال کاڈھیر ناٹے سگ۔" ملان نے ٹھنڈی ہاتھی مٹھی۔
"خفر یہ بھجے خود ہیت سے تمہارے قریب کیوں نہیں جائے ہیتی۔ سچھتا دکھنا کیا ہے انتہیجہ۔
اُسی سے پر چپ۔ میں تو پھر بھی نہیں خاتا۔"

"تم نہیں رہیں الجی ।" خفر لیسا نے چہرے سے لکھا۔

صرف کیا جھلاتے ہیں جڑی اور تربی ہی سے ایک پتھر اٹھا کر اس پر کھینچ کر خفر لیسا
جو خانہ بھاٹی خیلی جی اس سے بڑی پھر تی سے لپا لھا، لپا لھا۔ پتھر اٹھے ہی ماستے
پلٹک اور فریکھا کے سر پر ڈا۔ اور وہ جیخنے اور کرانگی اور میں ایسا ہی حکوم ہوا جیسے اسے خفر لیسا
لکھی طور پر اس کا کام تمام کر دیا ہو۔

کسی صافی بہت سختی کر دوں میکے قریب جانا۔ مونیکا اٹھی۔ لیکن کھڑا ہو جو مل کھوں
کے بل کیٹھی ہتھی چھو لئی ہو۔ پیشائی سے یہے ہوئے خون سندھ پورا چھو اسخ ہو گیا تھا
۔ میں مہین اس دیوانگی کی سزا اڑزو رو دوں گا۔ و فتنہ اصفہان نے مران کی غریبی ایسی تھی۔
مگر یہ احمد مران کی خشنیوں سے بھر بڑھ آواز نہیں تھی یہ تو اسی خوفناک روح کی آواز تھی۔

اسی کے جہے سے لپچی سوی رسمی کئی بیل تشاہی لوٹے اور وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا
کئی جگہ نہیزے تکن کرائیں لی ہفت پچھڑے لیکن ان کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی ملان نے

اسڑپریکا ایک پیشگوئی لھتی۔ وہ بھلا اسی پیشگوئی کے خاطر میں لانتے کیونکہ ان کے باختر میں تو نیز سے تھے انہوں نے اس پر بھروسہ چلا گئیں لکھائی تھیں۔ گران کی جگہ اور کوئی ہوتا تو بیک وقت نہیں سے اسے چھپر کو رکھ دیتے۔ لیکن دونزے تو زمین پر پیش سے تھے اور ایک اٹھا ہی ہو کیا تھا۔ وہ اس لیے اٹھا رہ گیا تھا کہ اسے استھان کرنے والے کی کھوڑپی لا ادا رہیں گی لہتی اور وہ غالباً سوچ رہا تھا کہ اسے گرے یا پیچھے!

وہ دلوں دوبارہ سمجھ لے اور چاروں طرف سے گران پر پیغام ہو گئیں۔ وہ اس سے پہلے ہی آنا پڑے تھے کیونکہ کراس کے ساتھی اسی پیغام سے متاثر ہو سکیں۔ چوڑھنے لئے بڑی پھر تا دکھنے لئے اگر وہ صفحہ کا اسٹرپریپر دوسری طرف نہ گھبیٹے جاتا تو وہ تو ہوئی خروج کیا گیا ہوتا۔

گران ٹھکلیوں میں گھرا ہوا بلند کے ساتھ رکھ رکھا کیا جمالِ کجسم پر وہ اسی نوشان بھی ائی ہو۔ سارے نیزے اسٹرپری کی پیشگوئی سے مکراتے تھے وہ مٹ کے اندر ہی اندر گئی ذخیری بھی ہوئے۔ جس کے سفر پر ہی پڑ جاتی دوبارہ نہ اٹھ پاتا۔ خڑکیاں پوکھلا رہتیں کرسی پر کھڑی ہوئی تھے سے شاید اس کا بھی حاضر نہیں رہ گیا تھا کہ گران کے دوسروں ساتھی چہارزادہ کی وفات یعنی اس پر پیغام کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ اسکے بعد کی آزادی کی تحریر ہو سکی۔ جو زن نے چھپ چاپ اسے کھول دیا تھا۔

صفدر پیغمبر ہی نئی قریبی کی جماڑیوں میں روک گیا وہ اس چنان کے تھے پیش:

کی کو اس شفقت کہ رہا تھا جس پر خوف سیا کی کرسی رکھی ہوئی تھی۔

لہم اور اس کے ساتھیوں سے اس کی توقع مصروف ہتھی کہ وہ کسی مقام کی درود کیں گے۔ کیونکہ انہیں تو لقین ہو چکا تھا کہ وہ کسی مشیطانی قوت کے نیزہ اُٹھ گئیق

اس وقت بھی ہام اپنے بال نوچ نوچ کر کہہ رہا تھا۔
یہ کیا کیا... اس پاگل ادمی نے۔ کیا ان نے مونیکا کو زخمی ہوتے ہیں۔ لیکن اتنا
کیا وہ کسی ادمی کی قوت تھی جس نے چیکے ہوئے سپتار کا درخ موڑ دیا تھا۔ یہ سود کا پچھے
سب کی تباہی کا باشہ بننے لگا۔
مونیکا ایک طرف بہوش پڑی تھی۔

جزٹ جہاں تھا وہی کھڑا رہا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ خالی استر پچھر پڑھیا
کی نظر پڑنے پائے اس نے تو کوئی شکنی کرنا صورت کے ملا تھیں میں نے کوئی صدر کی جگہ
بیٹ جائے۔ لیکن سجوں نے کلکھنے کتری کی طرح دانت لکھاں کے گالیاں دی تھیں
کوئی ہادی وقہ ہوتا تو جزٹ ان کے سر زد پیشے کی کوئی شکنی کرتا۔ لیکن اسی وقت وہ اپنا وہانے
ٹھنڈا ہی رکھنا چاہتا تھا۔

عمران کے ہاتھ الہی تک سست نہیں ہوئے تھے دفتار جزٹ نے تھریسیا کی چیخ
سنی اور قلاچیں بھرتا ہوا اس کی جانب دوڑا۔ عصا اس کے ہاتھ سے گر گیا تھا اور وہ
صدر سے گھنی ہوئی تھی جزو نے عصا پر قبضہ کرنے میں پڑھی پھر تی وکھا۔
اب جھگلی عمران کو چھوڑ کر صدر کی طرف چھپتے اور عمران نے ہیچ کہہ جو کہا۔ جزو
دستے میں لگا ہوا سرخ بیٹن دباو۔

جزٹ کے ہواں بحال ہی تھے اس لیے اس سے کسی فتنہ کی بولکھا ہے۔ سر زدہ ہوئی
اور پھر وہ تو جنگ جدل کا موقع تھا ایسے مواقع ہی پر وہ پوری طرح بیدار نظر آتا تھا۔
سرخ بیٹن پیٹتے ہی تو کمی پر بجھیوں سے چکاریوں کی اچھاد شروع ہو گئی۔ جھگلی ٹھنڈے اور
پھر خوفزدہ انداز میں چھپتے ہٹتے لگے اتنی دیر میں عمران ان سے کترتا ہوا جزو نے کریب پہنچ
چکا تھا۔ اس نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے عصا لیا اور پھر جھگلیوں کی طرف روڑ پڑا۔ عصا سے
چکاریاں اپنی چھوٹ رہی تھیں جنگلیوں سے پاؤں اکھڑ گئے شاید وہ عصا بھی ان کا دم

نمکان لیں کے لیے کافی تھا۔ وہ بے تھا اسٹر ایک جاپ بجا گئے چلے جا رہے تھے جب نظر میں اوجھل بوگئے تھوڑے خفریسا کی طرف بڑھا جواب کسی صدر سے الجھی ہوئی تھی۔
”اب اُنگ ہٹھن ہو یا میں تم پر بھی پھٹکاریاں بر حادث“ عمران نے کہا۔ تم بھی اسے چھوڑ دو صدر!

صدر نے اسے چھوڑ دیا لیکن خفریسا پر تو شاید زیور ایک کامورہ پڑ گیا تھا۔
وہ اس سے بھری طرح فوج کسوٹ رہی تھی۔

آخر صدر نے بھلا کر اسے دھکھا دیا اور وہ چنان کے نیچے لاٹک گئی۔
”خبروار!“ عمران نے لکھا رہا۔ ”اب پتھر چلانا نامت شروع کر دینا وہ نکارا
بھی وہی خشن ہو گا۔“

لیکن وہ بھی شاید جھگٹیوں کا طرح کسی جانب بھاگ نکلنے کی لگبڑی میں تھی عمران تاؤ گیا
اور دوسرا ہی لمحے میں اس نے چنان کے نیچے چلا مگ لکھا دی۔

”بہت مشکل سے مفتریسا۔ اب تم مشکل ہی سے فتحے دھو کافی سکو گی۔“ اس نے کہا
”بہتری اسی میں ہے کہ مجھے پوناٹک پہنچا دو۔“

خفریسا خاہوش کھڑی رہی۔ اتنے میں صدر بھی نیچے چمچ گیا۔

”اس کے دونوں ہاتھ بست پر باندھ دو۔“ عمران نے اس سے کہا۔

”یہ نہیں ہو سکتا۔ سرگز نہیں۔“ خفریسا اپنا نقاب اللہ ہوئی بھالی۔

”ہا۔“ عمران نے اچھاڑ انداز میں ڈھنڈی سانسی لی اور بولا۔ ”اب تروافقی
نہیں ہے مگر صرف نجھ سے۔ بہتر یہ ہی ہے کہ چب چاپ ہاتھ بندھوں۔“

”اور تم نے یہ سب کچھ اس عورت کے لیے کیا ہے کہیں؟“ ”خفریسا!“ نہیں نکال کر بولی
عمران کچھ نہ بولا۔ صدر اگئے بڑھ کر خفریسا کے ہاتھ باندھنے لگا تھا۔

”اچھا بات ہے“ خفریسا دانت پیس کر بولی۔ میں دیکھوں گی کہ تم کہ صحر جاتے ہو۔ مجھ سے

وقع نہ کوک کیں بونا بھک تھاری رہنمائی کروں گی۔

”جہنم میں گیا پوغا۔“ عربان نے گردن جھٹک کر کہا۔ اب تم لگتی ہو۔ یہاں سید نہ سوتزر لیند چلپیں گے وہاں ایک پھر ما سا بھکر بناؤ کہ میں انڑے ویا کمرول کا اور قم کا کردا۔“

”بڑے نظام ہو۔“ تھریسیا کی بہنسی میں بے بی شامی بھی۔

”نکرست کرو۔ مہین اسی شان سے سچے جلسنگے۔“ اسی کرنے پر بیٹھو۔ چار سے آٹھی مہین اٹھائیں گے۔ یکین بھا بیک بانپی دھم میں دکامن گاتا اور جگہ بھیجے سے جلد نہ کر سکیں۔“

”ادہ بھڑو اتم زخم تو بھی ہوئے۔“ تھریسیا نے پوچھا۔ ان کے نیزے بڑے

”دہریے ہوتے ہیں۔“

”مرنے دو۔ مہین کیوں نکرے۔ جلدی کرو۔۔۔ چلو۔“

”تھریسیا بھنسنے لگی۔ دل کھول کر قرقے لکارہی لکھ۔ پھر اس منہجتے ہی جوئے کہ“

”ذائق سمجھے ہو۔ مجھ پر اس طرح کا تقداری دیتا ہنہی کھل بھیں ہے۔ یہ نہ بھجو۔ کہ دہ بھاگ گئے ہوں گے۔ جھاڑیں یہی پھر پھر پھر کر نیزے سے پھیل بھیوں گے اور قم میں

”اسے ایک بھی زندہ نہ پہچے گا۔“

”تب پھر دوسرا تدبیر بھی جو عائد ہے۔“

”میں بھی تو سخوں۔“ تھریسیا نے دہر خند کے ساتھ کہا۔

”ڈیزی تھا رے کپڑے پہننے گی اور قم ڈیزی کے۔۔۔ میں اور صدر پھر اسٹریچ پر لیٹ جائیں گے۔ انھوں نے تھاری شکل بھی نہ دیکھی ہوگی اس بے ظاہر ہے، کہ تھاری طرف توجہ تک نہ دیں گے۔ ڈیزی کے چھوٹے پر نقاہب ہو گا اور ناقہ ہی نہ ہے۔“

”یہ نہیں ہو سکتا۔“ تھریسیا پھر جیخ مردی۔

”یہی ہو گا۔ اور تھا رے ہلکن میں کپڑا ہوئیں کرو۔ پر سے پیا باندھ دی جائے گی تاکہ تم انہیں ان کی زبان میں مخاطب کر کے کچھ کہہ نہ سکو۔“

”اپھی بات ہے دیکھتا کیا خشن ہوتا ہے تمہارا۔“

”وہ جہاڑی سے چھپ کر دیکھیں گے اور اسے بھی مقدوس پچارن کا پُر اسرار
تو توں کا کر ختم کجھیں گے۔ اور پھر ہر سکھا ہے کہ غرے لگاتے ہوئے باہر آئیں اور
جلوس ہیں شرکیں ہو جائیں... کیا خالی ہے؟“
حضریسیا سر جھکائے کھڑی اپنا نعلہ ہونٹ پھیاق رہی۔

مونیکا نے ڈیزی کے کپڑے قریسیا کو پہنائے تھے اور ڈیزی مقدوس پچارن بن گئی
تھی لیکن وہ تقریسیا کے ہنڑے میں اپڑا تھوڑی کو ہونٹوں پر پیٹی نہ باندھ سکی۔

حضریسیا نے بلند آواز میں شتم کھائی تھی کہ وہ مونیکا کو زندہ نہ چھوڑتے گی۔ وہ
عمران کو بھی برا جھلا کر قی رہی تھی اور عمران نے صدر سے کہا تھا ”ذردا دیکھنا میرے
کام پر جس نہ نہیں۔ جیگد رہی۔“

صدر پہے ہو گئی نظر آرہا تھا۔ اس نے کہا ”یہ طرف کار مناسب نہیں معلوم
ہوتا۔ تقریسیا ہمیں کس اندھے کھوبی ہی میں جاگرائے تھی۔“

”وہ زگرائے قب بھی اندر کوں وال تو سر قدم پر موجود ہے۔“

”کیوں نہ سرم ہمیں ٹھہریں؟“
”اور من ڈیڈی کی آمد کے منتظر ہیں۔“ عمران نے ٹھہری سانس لی اور صدر
پر اسمنہ بنائے ہوئے درسی طرف مرڑ گیا۔

مونیکا حضریسیا سے بہت بڑی طرح پیشی آئی لیکن عمران نے اسے سخت تر تھیں کی

ستھی۔ دوسری طرف وہ یہ بھی جاننا تھا کہ تھریسیا کو نو قسم میں گیا تو نیچا خاک ہی میں مل جائے گی۔ اس نے اسے تم کھاتے سنا تھا۔ ہام کے ساتھی شاید اس نہ نگار کر سی میں مالا بھی نہ لکھاتے میکن وہ عمران سے بھی مختلف تھے خود ہام کا یہ عالم تھا کہ اب وہ اس سے آئندہ ملا کر گفتگو کرنے کی بہت ہمیں کر سکتا تھا۔

بہرحال چار آدمیوں نے مقدس پیارے کی نیزی کا نصوحی پر اٹھائی اور جلوس حرکت میں آگیا۔ لیکن عمران کی اسکیم کے مطابق نہ تو تھریسیا کا منہ بند کیا جا سکتا تھا اور زندگی اس پر تیار ہوا تھا کہ انہیں دوبارہ اس طریقے میں پہنچا دیا جائے۔

تھریسیا کے ہاتھ پیشت پر نہستے تھے میکن وہ اس طرح چل رہی تھی جیسے انہی خوشی سے مانند ہوئے ہوں۔ پیشانی پر شکن تک انہیں طھی۔ اور چھرے پر نظر آنے والی تاریخی کا کیا پوچھنا۔ بس ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے الجھی الجھی کسی مسرود و نشا و اہم محل سے الٹھی ہو راستے کے پارے میں عمران نے بھی ذرہ برا رشتو میشیانی نظار کی تھی۔ بھی ناک کی میدھ ہی میں چل پڑا تھا صدر ایک بار پھر الجھن میں پڑ گیا تھا لیکن اس نے عمران سے پوچھا ہیں کہ اس اندر ہادھن سفر کا انعام کیا ہوا گا۔ ضروری ہمیں تھا کہ تھریسیا کی نزول بھی اسی جانب ہوتی جدھر اپنے کے قوم اکھڑ رہے تھے۔

جذب تھریسیا کے تھے چل رہا تھا اس کے ہاتھی میں نیزہ تھا کچھ ہی دیر پچھے اس نے عمران سے کہا تھا کہ وہ تھریسیا کی طرف سے ملنے ہے اگر اس نے جھکیوں کو دیکھ کر ان سے کچھ کشش کی تھی تو اس طرح اسی کی پیشت پر نیزہ مارے گا کہ اسی دوسری طرف تک جائے رکی۔ کبھی کبھی وہ بڑھ لئے لکھا۔ تھریسیا کو برا بھلا کھانا کراس لیے ہیں کہ وہ انہیں جنمیں لیجا رہی تھی بلکہ اس کی وجہ تھریسیا کا دو حکم تھا جسیں کے تحت اس کی حدود میں نشراب نہیں داخل ہو سکتے پاٹی تھی وہ کہ رہا تھا میں تو پچھے ہی کچھ گیا تھا کہ تم اسی دنیا کی خلوت ہو ورنہ چل بھی اتنی داریات نہیں ہتھیں کہ نشراب نہ پہنچے دیں اگر پھر اسی صبح شنبہ کی نعل جاتی تو میں تو قبری ہیں پہنچ جائیں۔

ظلمات کا دیوتا

مفتریسا نے بڑے دلاؤ زانداز میں مکار اڑھوسن ظاہر کیا تھا اور کہا تھا کہ وہ فخریہ مقصود پر ہنچ کر اس کے لیے اعلیٰ قدر کی شراب ہتھیا کر سمجھی جو زندہ موجود میں آگیا اور تھریسا اس سے ٹوپیکارے متعلق پوچھنے لئے سوال کچھ اسی انداز کا تھا کہ جو اب اس کا اوڑھان کا تلقین ظاہر کر دے۔ اور یہ وہ "ا جزو فرنچہ براسامنہ یا ناکہ کہا" وہ بھی انہیں عمر توں میں سمجھے جائے پاگل باس پر عاشق ہو کر اپنی حالت نیا کر لیتی ہیں۔

"وہ خود اس میں ول چسپی نہیں لیتا؟" تھریسا نے پوچھا

"باس... اور کسی بورت میں ول چسپی لے گا۔ ہا یا... میں نے مٹا ہے وہ لپٹے پاپ سے محض اسی لیے خناہ رہتا ہے کہ اس نے اس کی ماں سے شادی کیوں کی تھی خود اپنے ہی پیٹ سے اسے کیوں نہیں پیدا کیا تھا۔"

"تم اس کے طازم ہو؟"

"وہ میرا باپ ہے۔ میں بھی اکثر سوچتا ہوں کہ کاش اسی کے پیڑ سے پیدا ہوا ہوتا۔" دوسری طرف عمران جو جوب سے تکھے چل رہا تھا صدر سے بولا جو زفڑا چھا جا رہا ہے۔

"اے! میرا خیال ہے کہ اسے شپیلاں مل گئی ہے۔"

"نہیں! یہ بات نہیں۔ جانتے ہو۔ میں نے رستی کیسے توڑاں لی تھی؟"

"رستی تڑاٹا محاورہ ہے عمران صاحب!

"نیز خیر وہی سہی، الجھی وقت نہیں آیا کہ تم اس خاور سے کوئی پاچاہر پہنچاؤ۔ اسی ترودہ کبھی کبھی میرے اس طریقے سے ملا تھا بھی چلنے لگتا تھا اس کے قدم اڑا کھڑا اور وہ اس طریقے کو پڑھ پڑھتا رکھ دیتا۔ اس کی انقلابیں ایک ریو بلڈنگ و بابوں تھاں پس وہ اسی طرح رستی کو کھو دے کرتا گیا اور جب مجھے ضرورت محسوس ہوئی میں نے خود کو آزاد کر لایا ورنہ کیا تم مجھے ہر کوئی میں کا پھٹا کر چکتے ہو۔ یہ رستی تو راستی سلسلہ کے ابا جان سے بھی نہ تو شتا۔"

"تب تو واقعی اچھا جا رہا ہے۔ ادھو! میں اس واقعے کو کیوں بھول گیا اس نے

تو پیری بھلی مزگی لئی جو شر قبیل ایسا تھا کہ تھری سیاہی دنیا و افیہا سے بے جریدگی لئیں سکیں جو اس میرا و دسی بخوبی رہتا تھا اس سے یہ حافظت بھی سرزد ہو سکی لئی کنو و بھی اڑ پیر کی وجہ سے پہلی بخش کو بھر جاتا۔ اما تھری سیاہی اپنے پہنچیں تباہ کر اسی بیچارے کا کیا اس سر سووا جو تم اپ کو عادیں خالی تھے۔

”وہ ان دونوں یہ سے ایک کلی گولی کا نٹ نہ بن گیا تھا جنہیں می خارہی میں قدر کرایا ہوں۔ واقعی اگر وہ نہ فنا تو فنا بر می خارہی پیسے ملکہ اتارہ جانا۔ غزوہ حصہ احاطہ لئے اور ہر بیان پیچ ملکنا۔ یعنی ابھی اس صدی کی حیرت انگریز ایجاد ہے۔ وہ گلبائیں یا وہیں ناٹھیں جو تھکنیکیں پڑھائے ہوئیں اس کا باعث وہی حصہ تھا جہاں نہیں میں تھپپے ہوئے سعید غلام آدمی نے اس کا رخ اسی درخت کی طرف کر کھا تھا لہذا اکویاں تھکنیکیں انکے لئے پہنچے ہی درخت کی طرفہ مرڑ جاتی تھیں۔ اس اصل سکھی کام پر جائزت ہی۔ ہر سکنا ہے اس میں کہیں کوئی چھوڑا ساٹا نہیں بھی فٹ ہو۔ کیونکہ تھری سیاہی نے بٹسے دلوتی سے کھانا کو بوڑا کو بھری روکات کی اطلاع ہو گئی ہوئی لگران دنوں لئے مجھے تو انہیں سر کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا جنہیں میں نامہ میں قید کرایا ہوئی۔“

”اگر بونا کو اطلاع ہو گئی تو پھر اپ کے اس اطمینان کو کیا کہا جائے۔“ صحنہ نے کہا

”پاگل بن کے علاوہ اور پوچھیں کہا ہا سکنا۔“ مگر ان سر پلا کر بولاد۔

”تو کوئی بات تم سب خود کشی کرنے والے ہیں۔“

”مگر ان کچھ نہ بولا۔ تھا فطرہ چلتی رہ۔“

مونیکا سب سے اگرے ڈینی کی کاروں کے سماقہ چل دیتی تھیں اسی کے سماقہ چل دیتی تھیں تھے۔ میکے بیک قریب ہی سے جگلائیں کے غربے کی اواز اُڑی اور ہام کے ساتھیوں کے قدم پڑھٹتے تھے۔ مگر ان سے انہیں نکالا رہا۔ اور پھر وہ جھپٹ کر تھری سیاہی کے پاس چاہپھا۔

”تم مظلومی رہو۔“ تھری سیاہی نے ملکہ اُڑ کیا۔ میں اپنے زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکالوں گی۔

حکایت کا دنیا

”تم اکثر بھی میجھ کو دیتے ہوئے۔“
”یہ نہ بھجو کر اسیں کہا تو کوئی پاس بھی نہ تھا۔ مخفیتی نے ملکی ملکی خاتم کی کامانہ
اٹھتی تھی کبھی خالص کیا کہ اس کا اکٹھا ہے۔ تو محبوب عیناً تھاتھے ہی میں ختم کر دیتی۔
”اگر خود کا حق نہیں باٹھا سکتی تو... کسی دوسرا سے شہادت کی ادوار۔“

”دفعہ اس سوچ کا پہنچ۔ لے ... ہم تو اس عورت کے ساتھ پہنچیتے ہیں۔“

”خدا کی خشم۔ اسی آنکھیاں کو سبز کرنے کے لئے دفعہ دچھڑا دیں۔ لیکن اس طبقہ میں اتنا دلچسپی داشت ہیں کہ اس کے سے جانتے ہوئے ہیں۔“

”سی تراپ میں ہمیں پانچا۔“ عمران نے مدد میں آ جاؤ یہی کہا۔ ”مگر یہ میرے پابند
دراد اسکے کو جان بیٹھیتے۔“

”دیکھوں گی جس اسے... اور کافی کھول کر من لو۔“ اگر قوت اب استھان پر کیا
تو پہنچے جن میں بھی بچھے برائی بھجندا۔

”اسے باپہ دے۔“ کوئہ کھٹکے بھی آہی پچھکے۔
”جیکھیوں کا عنزل کیجیے بیک رانچھے الگا لفڑا۔“ قاتلے کو رکھا پڑا پیاروں کی کوئی کلے
بی قتی انہوں نے نیزیدہ ہلاہلا کر خوبی کی گلکھے اندکے سی کے گرد تاہمچکے۔

”یہ شیک بہ۔“ عمران بڑے پڑا۔
”اگر میں اسیں بالی میں بھی بحق انشاد کر ملع نہ قوم لوگوں کی ٹھیں ہمکے کا پتہ نہ چلتے۔
”یہ دیکھ کر تو کہ اسٹریچ کی پڑا بھی میرے لامھے ہی میں ہے۔“ عمران نے لاپرواں سے کہا
”میں تھا اس کاں تی بھی سحرخون ہوں۔ کماشی تھم ہمارے ساتھ بہتے۔“

”عمران نیز و دیباخت ہوتے ہے۔“

”بھلا جنت میں شیطان کا گذر کہاں؟“
اپ جیکھیوں نے قاتلے کے سماقتو رو رو یہ چنانچہ فرع کر دیا تھا۔ عمران نے ہمیں کہا

ڈیکھا میں نہ کہنا تھا کہ وہ اسے تھا را مجرم ہی سمجھیں گے۔ مگر انھیں کم از کم مجھ سے تو الجھنا ہی چاہے تھا۔

جب پجادن ہی شے عادت کرو دیا ہے تو وہ کیا کر سکیں گے۔ تخریبیا مسکرائی۔
لے۔ تم نہیں سکتے وہاں سے۔ مونیکا نے پھر بانک لگای۔

ٹھہر دکھیا۔ ایکھا بتاتا ہوں تمہیں؟ تخریبیا آہستہ سے بڑھتا۔

میران نے کہا "مونیکا کیا لمبی خطرے کا احساس نہیں ہے۔ خاموشی سے چلو"۔
جسے اس کے علاوہ اور کسی خطرے کا احساس نہیں ہے کہ وہ تمہیں زندہ دفن کر دینے
کی فکر میں ہے۔ مونیکا نے جواب دیا،

"میں کہتا ہوں۔ خاموش، ہو۔ میران غرما یا۔

"میں اسے برداشت نہیں کر سکتی۔ تم نے کبھی ایسے لیے ہے میں مجھ سے گفتگو نہیں کی۔"

"ابد کریگا۔ تخریبیا سہنس پڑی" کیونکہ میری ہی تلاش میں بیہاں آیا ہے ہم بہت
وقت سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں"۔

"کیوں؟ کیا یہ یقین ہے؟ مونیکا میران کی طرف دوڑ پڑی۔

تخریبیا رک گئی۔ اس کے باطن آزاد نہیں تھے لیکن نیور سے یہی ظاہر ہوا تھا کہ اس
حال میں بھی لڑکی جائے گی تا انکے لذت تارہ۔ مونیکا دوسروں کے دریاں سے نادیناں ہوئی
چھپھا جلی آرہی تھی۔ تخریبیا کیسا تھا میران کو بھی رک جانا پڑا تھا جب
کی تباہی وہ بھاگنے
کی تکوئیں ہیں۔ اس لیے ان میں سے کچھ نیزے تانے ہوئے ان کی طرف بڑھنے لگے جو زرن
نے ان سے کچھ کہا لیکن وہ بلاستور بٹھتھتے ہی رہے۔ یہ ایک اوپری سماں چنان بخوبی
جیا پر یہ لگ دکے تھے۔ جیسے ہی مونیکا قرب آئی تخریبیا نے تری سے جگکر کام کے
سینہ پر لکھا رہی۔ یہ لفظ غیر موقوع طور پر بوا تھا کہ میران بھی بٹھا خلت رکر سکا۔ مونیکا بھی شاید
اس کے لیے تیار نہیں تھی وہ را کھڑا تی ہوئی چنان کہ رہے تک چلی گئی۔

”اوہ۔“ عران چینے پڑا۔ چان کے سرے پر مونیکا قدم جانے میں ناکام رہی تھی
پھر انہم کیا ہوتا؟
بڑی ولدوں چینے تھی۔ بچکی بھی سرے کی جانب چھپتے تھے۔ مونیکا سیکڑوں فٹ کی
گمراہی میں نظر آئیں لیکن ایسا معلوم ہوا تھا جیسے وہ دوبارہ اٹھنے کی کوشش کر رہی ہو۔
عران اس کی پروادہ کیے بغیر کہ خود اس کا کیا حشر ہو گا تشبیہ میں دوڑنے لگا۔
اس کے علاوہ شاید ہی کوئی اس کی جائستا کر سکتا۔

”مونیکا.... مونیکا....“ وہ چینے رہا تھا۔

”اس سے... ہوشیار... خواہاً فظ۔“ یہ اخاطر نہیں بلکہ چینی تھیں
مونیکا کی آخری چینیں.... دس پھر اس پاہجسم حاکت ہو گیا تھا۔

ڈیزی بھی طرح بڑا سہوگی تھی اگر صدر نے حافظہ مانعی سے کام دیا ہوتا تو
بچہ اپنی بھیل جاتی۔ نشاپرڈ بڑی بچہ عصرا پھیک کر جنتی ہوئی کی طرف بھاگ لے لیتی۔
وسری طرف کام دانت پیتا ہوا تھری پائی طوف بڑھا تھا شاید لاادہ یعنی تھا کہ
اس کا گناہ گھوٹ کر دے۔ لیکن جزو نیزہ اٹھا کر بولا ”دہیں ٹھہرو۔ باس کے حکم کے خلاف
تم ایکے قدم بھی نہ اٹھا سکو گے۔“

”تو کیا وہ اسے صاف کر دے گا۔“ کام دھارا۔

”میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کرے گا۔ تم دوہی دہو۔“

ختر سیا خاموش کھوڑی تھی لیکن اس سکھ چھپ سے پر نہ تو پیشمانی کے اٹار تھا اور نہ
سر اسکی کے سایہ معلوم ہو رہا تھا جیسے اسی سے کئی بھر جھول و رکت مرد ہی نہ ہوئی ہو
گزرنے کھوڑی دیر چور کچھ جگلیوں کے قریب نہیں دیکھا۔ اسی کا چہروں سا ہوا تھا
یکھ جیکے وہ تغیری جیسا ہے بولا ”تباہ را اخافم جزا بھی انکے ہو گا۔“

”اس تغیرت کے لیے“ ختر سیا اٹھ گیئی نکاح کو غراہی۔

”انہی انجیسے ہی مزاروں فی زورج اتنا ان کے لیے جنہیں تھارے تھوڑے تھوڑے“
تبہ کی تضییب ہو گئی۔

ختر سیا نہ لایہ وائی سے شانہ کی جھنسی میں اور دوسرا یا طرف جگہ۔

”جگہ اس کی ناشی پونتی پچھی لئے گئی ہے“ جگہ نہ جگہ جوں ادازیں کہا۔

”بیان اس کے علاوہ اندکا کیا ہے سکتا ہے“ میں اسکے اینکے کردار ہیں چھوڑ کیا
ہوں۔ مگر ان سے کہا اور تیری سے قدم بڑھا تاہواؤزی کے قریب پہنچ گیا۔

”ڈرامت“ اس نے اہستہ سے کہا۔ تھاری حنا قفت کی جاگئی۔ میں مانو

ہی پل رہا ہوں۔

شام ہوتے ہوئے قافلہ وہاں جا پہنچا جہاں جگلیوں کے آگے بڑھنے کی حد تھی موتی لفی
بہ وہی پہاڑ تھا جس کی چوٹی درد سے کمی گرچہ کا پھیلا ہوا کا د معلوم ہوتی تھی۔ جگلیوں نے
خمرے لگائے اور پھر نیماں کی کئی سکے گرد ناچھتے لے۔

ختر سیا مگر ان کے قریب ہی کھڑی سکراتا تھی اس نے کہا ”اب بتاؤ۔ بیان
سے جگلی تو تھاری رہنا تھی“ کر سکیں گے۔

”رہنمائی کی ضرورت نہیں۔ میں دیدہ دو انتہ موت کے نزد میں آکر دا ہوں۔“

”اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔۔۔ ذری و لینڈ لمبیں خوش ام دیدہ کھر سکتا ہے۔“

”میں بھی دیس سے یہی سوچ رہا ہوں!“

"مگر مکاری نہیں چلے گی۔"

"ہاں اب تو واقعی نہیں چلے گی اس سلسلے میں خاموشی ہی اختیار کر دو بنتے ہے"

"جسے برو قوت نہیں بنائے گے۔"

"پھر تمہیں کس طرح مطمئن کیا جاسکتا ہے۔"

"سیرے ہو جاؤ۔ صرف سیرے۔" دو اس کے قریب کسکتی ہر ہی جذباتی انداز میں بدل

"اور سے باپ رے۔" گرمان خوفزدہ انداز میں پچھے ہٹ گیا۔

"میں تمہیں مار دا لوں گی۔ جیسے اسے مار دا لا ہے۔"

"زبتاونا کہ کوئی کسی کا کیسے ہو جاتا ہے۔ یہ سائنس سیری کم جھی میں کبھی نہیں آئی۔"

"سیرے اس فحکر مت اڑاؤ۔" بخوبی نے کھیانے انداز میں کہا پھر غصیل اداز میں بولی

"اس سے کہو کہ کوئی سے نیچے اڑا کے کوئی بھی بھیس رہے گی اور یہ جنکلی ہیں سیرے

والپی کے بھی منتظر ہیں گے۔"

یک بیک ہامہ تھے بڑھ کر پو لا ہم کہیں بھی نہ جائیں گے۔ تم پاکی ہو گئے تو۔

"آہا تو کیا وغیرہ حاصل کیے بغیر سی واپس چلے جاؤ گے۔" گرمان نے تنگ لمحے میں کہا

"میں کچھ نہیں جانتا۔ جسے بھائی سے کوئی تمہیں لے جا سکتا۔"

"کوئی بھی نہیں جائے گا۔ کوئی بھی نہیں جائے گا۔ ہام کے دوسرا ساتھی بھی

چینچنگے۔"

"یہ پاکی نہ ہے کہ ہم کسی قیدی کے قدری نہیں۔ ہام نے کہا۔"

"اوہ اتو تم مجھے قیدی سمجھتے ہو۔ حالانکہ اس وقت بھی میں آنے والوں میں تم

سبھوں کا خاتمہ کر سکتی ہوں۔"

"ہام عقل کے ناخن ہو۔" صفر در بولا۔ اس کے علاوہ اور کوئی جاڑہ نہیں وہ سیری

صوت میں ایسا یاں رکھ رکھ کر من زار پر دے گا۔ تم نہیں جانتے یا ان لوگوں نے اسی

طرح مذہب دنیا کے لوگوں کی سنتیاں بنائی ہیں جو اس پر آمادہ نہیں ہوتے وہ اسی
آدمی کی طرح بخششے پھرتے ہیں جسے ساحلِ رومون کے صاحبوں نے مارڈا لاخھا۔
ہام خاصوش ہو گیا۔ صدر نے یہ سب کچھ تبتداً و اذ میں کہا تھا تاکہ دوسرے بھی من
سکیں۔ پھر وہ آپس ہی میں سرگوشیاں کرتے ہے۔ صدر یا عمران کو خدا طب
کر کے کسی نے کچھ نہیں کہا۔

ڈینی گمراں کی براحت پر کسی سے اترائی تھی۔ مقرر سیلے کہا۔ اب ہمیں کچھ دو
پہاڑ پر چڑھا ہو گا۔ میں نہیں سمجھتی کہ یہ لٹک اور پر جاسکے۔
”پھر کیا خیال ہے؟“ گمراں نے پوچھا

” یہ ڈھونگ اب غشم کر دو۔ میں نہیں چاہتی کہ فوراً ہی تم پر کوئی محیبت نازل ہو جائے۔
کیا ان عجیبلیوں کی موجودگی ہی میں؟“ گمراں نے حیرت ظاہر کی۔
” نہیں اور پھر کہ۔ تم بوغائی قوت سے نہیں لکھا سکتے۔ پھر خواہ مخواہ مرستے
من میں کو درپندت سے کیا ناکہ۔“

کچھ دیر بعد وہ سب پڑھائی پر نظر آئے جنگلی نجیب ہی زہ کئے تھے ان میں سے
کسی نے بھی اگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

” ہمارا فراڈ پھیلا یا ہے تم لوگوں نے۔“ گمراں بولا۔

” ہم ساری دنیا میں حسب ضرورت مختلف درائع استغفار کرتے ہیں۔“

جودت جو شیلیمی کی پتیاں چیا چیا کر چوں رہا تھا اس نے منز چلاتے ہوئے کہا
” مگر میں نے دنیا کے کسی حصے میں کوئی ایسا نظام نہیں دیکھا جہاں شرب پر تم پابندی
ہو لیکن تاثری حللاں سمجھی جائے۔ کیا اس میں نشہ نہیں ہوتا؟“

” اوه! تم نے درختیں پر لامڑیاں لکھی دیکھا ہوں گی۔ مگر وہ پیسے کے لیے نہیں
ہوتی۔ وہ تراس میں چاول ابا لئے ہیں۔“

"تاثری کے چاول۔" جو زون ہوتہ چاٹھنے لگا۔ صدر روزنیک کے بیٹے میرزا ہوا۔ وہ اسے کبھی اپنی سینی بھی تھی اس کے خلاف وہ ملوٹا شد پر میرزا ہست اور نظرت میں مبتلا رہتا تھا لیکن اس کی اچانک موت اسے گراں گز ری ملنی اگر وہ عمران کی جگہ ہوتا تو یقینی طور پر تحریسیا کی گردان مرد کر رکھ دیتا لیکن عمران مظلوم نہیں کہا سوچ رہا تھا۔ اس نے اس دشت تو اس کے چہرے پر گھر سے تاسف کے اشارہ لیکر تھنچے جب دہ مون سکاں لاش کسی گڑھے میں رکھ کر اوپر والپی آیا تھا مگر اب یہ کہنا دشوار تھا۔ کہاں کے ذہن کے کسی گوشے میں روزنیکاں و ھندل سی پر چھائیں بھی باقی ہو۔ وہ اس کی قاتلانے سے ہنسنے کو گھستنگو کر رہا تھا۔

کچھ بلندی پر پہنچ کر وہ ایک ایسی چیز کی اوٹ میں آگئے جس کا سلسہ دوزنک پھیلا رہا تھا اور یہاں نیچے سے دیکھ دیے جانے کا بھی امکان نہیں تھا اس لیے تحریسیا رکنی ہوئی بولی "بس اب یہی تھے اپنے لباس میں آجائنا چاہتا ہے۔"

صدر کو عمران کی انگوں میں منقاد کیفیتیں نظر آئیں۔ جیسے وہ خود کو حالات کے دھار پر پہنچ دینا بھی چاہتا رہا۔ اور دوسرا طرف یہ تھی چاہتا رہ کہ حالات کے خلاف اس کی جدوجہد جاری رہے۔ غالباً اس مرحلے پر اس کی قوتِ فیصلہ ہی جواب دیتی جا رہی تھی۔ تحریسیا کے ہاتھ کھول دئے گئے۔

تحریسیا نے عصا کے لیے ڈریزی کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن عمران نے اس سے پہلے ہی اس پر یقینہ کرتے ہوئے کہا "لیں نہیں! میں اسے قابلِ استعمال نہیں رہنے دوں گا۔"

اس نے اس کے ٹپکے سرے کو گھانا شروع کیا۔ جلدی وہ کسی پیچہ اور دھکنی کی طرح آگ ہو گیا۔ پھر صدر نے دیکھا کہ اس نے اس کے اندر سے شیشے کی ایک نیکی لگائیں میں سبز رنگ کا سیال بھرا ہوا تھا۔

"اے۔ اے۔" تحریسیا نے اس کی طرف بڑھنے کی بڑی کوشش کی تھی لیکن جو ز

جسپت کر بیچ میں آگیا اور دانت نکال کر بولا "نہیں ا میڈیم ... باس کی بالفی
میں داخل دیشے سے بد ہنسی ہو جاتی ہے ۔"

مگر ان اس نکلی کو بہت احتیاط سے جیب میں رکھ چکا تھا پھر اس نے عصا اسی طرف بڑھا دیا۔ ختریسا ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑھا تھا اسی کی انکھوں میں
المجن کے آثار بھی تھے۔ اور پیشانی پر مٹوں میں بھی، بھرا تھیں۔
یک بیک پشت سے کسی کے پیشے کی آواز آئی۔ اور وہ چونکہ کمرٹ سے تھیں
ہما فاصلے پر ایک پستہ قد جبلی کھڑا ہنس رہا تھا۔

ختریسا نے دارکار اس سے کچھ کہا لیکن جنگلی نے انگریزی میں جواب دیا "مادام
ختریسا۔ خفا ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں تو صرف یہ دیکھنے کے لیے جیا اہمیات خاکا کا ب
عشق حکس منزل میں ہے ।"

ختریسا نے متjurانہ انداز میں پلکیں جھپکا دیں۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم نے اس عورت کو کیوں مار دالا؟" جنگلی نے پوچھا
"خاموش رہو । ختریسا غرائی ۔"

"پہنے ہاتھ گرفتاری کے لیے پیش کر دختریسا۔ جنگلی نے سر در بھیں کا تم نے
ذیر و لمبید سے غداری کی ہے۔ ذات پر خاش کی بنا پر تم نے ایک ایسی عورت کو مار دالا
جو لیکنی طور پر ذیر و لمبید کے کام آتی ۔"

"آتا۔" مگر ان احتراماً جھکتا ہوا بولا۔ میں نے پہچان لیا بھائی پاہکلوٹ معلوم کرو۔

"یہ قو دعا معلوم ہوتا ہے۔" صدر اہم سے ابولا جزو اس کے قریب ہی کھڑا تھا اس
نے جزو سے انکھیں لھاڑ دیں اور پھر بولا۔ ہال شاہد مگر یہ سر سے پریکر سیاہ فام کیسے ہو گیا۔
"میک اپ ।"

یک بیک جزو نے جنگلی پر چلا گئے لگائیں وہ اچھل کر سمجھ پڑ گیا سانحہ اس نے

پھر سے بھرے سے بیا رنگ کا ایک سپتوں بھی نکال دیا تھا۔ تریجہ وستہ ہی سپتوں سے پانی کی ہائیکسی دھاڑنکل کر جو زن کی پیشانی پر پڑی اور وہ سر کیڈ کے بیٹھ گیا اس کی حالت سخن تو خود سروں نے بھی اندازہ لے گایا کہ جیسے اس کے سر پر پوٹا مالٹھ رہی کہ دیا گیا ہے۔

”میں... میں... اب جذب اسی طرح سر کیڈ کے چھوٹا بڑا بولا۔“ قہر... قہر... یہ تو نشہ سا ہدم ہے... ہمے پیارے... نہ دیپ خانہ پھر تو کرنا؟“

اور پھر وہ اسی ہڑپ میوڑا ہوا ڈھیر سو گی۔

”سماں فری بنسیں تھے، بونکنے اس کی طرف دھیان دیئے بغیر عران سے کہا۔ مجھے اہلاع مل گئی عتنی کہ اکٹھا اسکپر غلط نہ تھیں ہیں پہنچ گیا ہے اس سے مجھے خود ہی سماں لات کو دیکھنا پڑتا۔ صدر تمہاری رو دار سے تحریکی کے تاثر پھر بازدھ دو۔ حرف دہی قیدیوں کی طرح پچھے گی۔“

”وہاں بھیں میں اور تحریکیا خراںی تینیں تھیں کہتر نہیں ہیں۔ مجھے اپنا ماحصلت نہ چھوڑ میں تھماری دیکھ بھال کے بھے پھوٹ بھی گئی تھی۔“

”سریکی کسی لغوش پر قم بھی باز پر سار کر سکتی ہوئی۔“ بونکنے لاپرواں سے کہا

”تم اپنی موت کو دلتھے ہے ہو۔“

”اوہ، صدھار کیا تم نے نہیں۔ میں نہیں حکم دیتا ہوں۔“

”ہم تو زخمی کیوں نہیں دیتے کوئی حکم جہاں پناہ عران گو کردا ہے؟“ میں تو زیر و ردد

”اوہ... نہیں کا سب سے پرانا خارم ہوئی۔“

”تم دونوں ساختی قتل کے جاؤ گے۔ تمہارا قتل پیری بندگی کا سب سے بڑا مشکل ہے۔“

”لگھ جھکلیوں ہی کی طرح قتل فرنا دیے پہنچے بھی بتیرے لوگ مجھے قتل کر لے گے ہیں۔“

”میکن کسی جگہ تے ہاتھوں قتل ہونے کا مرتفع آج تک نہیں ملا۔“

”لگو اسی بندگر۔ اس حقیقی کو اٹھواؤ اور سامنے والے غاریں اور جلوپر تحریکیا۔“

تم ہمیں میرے پاس ہٹھروگی۔ ”

خترسیا نے عمران کی طرف ہٹکر بائیں انکھوں باٹی۔ صدر اس کا مطلب نہ سمجھ سکا لیکن عمران کے چہرے سے اندازو کرنا دشوار تھا کہ وہ اس اشتاریت کا مطلب سمجھ لے ہے یا نہیں۔ ” اس پیتوں سے ابھی لہر پی جوی خاصیج ہو سکتی ہیں جو اسی جگہ تم صب کا خاتمہ ہی کر دیں۔ ” بونا نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

” یہ بات غلط نہیں ہے۔ ” خترسیا عمران سے بول۔

” بڑی مصیبت ہے۔ ” عمران نے برا سامنہ بنا کر کہا۔ غلطی ہوئی جوہ سے کہ اس جادو کے ڈنڈے کا مال سالا ہیں نے پہلے ہی نکال لیا تھا درد نہ تم اس وقت اچھی طرح بونا کی خبرے سکتیں۔ ”

” خترسیا! اسکپڑہ میری ہلفت پھیک دو۔ ” بونا نے کہا۔

خترسیا نے اس طرح شانوں کو ہٹبٹی وی جیسے اسے اس کی فروہ برا بوجھی پرداہ نہیں۔ اسکپڑہ برستوں اس کے ہاتھ ہی میں رہا۔

” اوہ آدمی مذاق سمجھی ہو۔ بونا عزا یا۔ ” نیچے دیکھو۔ ” کیا سنتہ؟ ”

اوہ خترسیا کی پلیں جھکلیں اور ادھر بونا کے پیتوں سے پھر دھی باریکے سی دھار مکمل لیکن خترسیا حقیقتاً غافل نہیں تھی اس لیے دھار اس کے بائیں شانے پر سے گزرتی ہوئی ہام کے ایک سا تھی کے چہرے پر پڑی اور وہ چکرا کر جیٹھے گئی۔

خترسیا نے اسکپڑہ بونا پر کھینچ مارا۔ جو پڑتا تو سر ہی پر پڑتا۔ میکن وہ بھی احتجق نہیں تھا۔ بڑی صفائی سے خود کو بجا گیا۔

” پہت خوب، اب تم اپنی سزا نے موت میں اذ جوں کا بھی اضافہ کرتے

چاہی ہو خترسیا! کیا تم سک سک کر منا پسند کر دیں؟ ”

” نہیں کو دھمکیاں دینا مردانگی نہیں ہے یونا۔ ” صدر نے کہا۔

طلبات کا دیوتا

”نستھے“ بونغانے جیرت سے کہا۔ پھر قہقہہ لگا کہ بولا عمران سے کوکہ اب وہ
کھٹ کیں نکالے جس سے بے اواز فائرنگ ہوتی ہے۔

عمران نے ہرٹ سکوڑ کر دیدے نچلے اور اپنی جیسیں ٹولنے لگا پھر صدر نے
اس کے جھرے پر مایوسی کے آثار دیکھے۔ بونغانے رہا تھا بالکل اسی طرح جیسے کسی
نکھل سے تجھے کامنہ کہہ اڑا رہا ہے۔

”تمہیں نہادی انسانیت لے ڈولی۔ عمران دونوں کو قید کرنے کی وجائے مارڈل تھرڑ
شاید اس وقت حالات و درجے ہوتے بونغانے سمجھی گئی سے کہا مجھے انہیں سے معلوم ہوا تھا کہ
تمہارے پاس کوئی ایسی خدا کا پیروز ہے جس سے تم نے میرے ایک ہر کارے کی کھوپڑی میں ہو راغ
کرد پا تھا پھر حلا میں اسکے تمثیل سے پاس کیوں ہے دیتا۔ وہ کھلوٹا دیکھ پڑے۔

”مگر اب میں کس سے دل بھلا دیں گا۔“ عمران پھر اپنی آواز میں بولا۔

”دیکھ پ ہے! مگر وس لئے زیادہ نہیں۔“ بونغانے اپنے پستوں کی طرف اشارہ
کیا۔ یہ دیکھو!

پھر چنان کی طرف اس کارخانے کے روکوڑ کھینچیا۔ نال سے چمکدار لہر جیسے نکل کر چنان
کے ایک حصے سے ٹکرائے۔ اس اتفاق بھی کاسا کرنا تھا ہوا۔ اور پتھر کا ایک بڑا نکٹا توٹ
کر نشیب میں لٹا ہکتا چلا گیا۔

”یہ پتھر تھا۔“ بونغا سکرا کیا۔ تمہارے جسموں کے چھپتے تو فضامیں اڑتے پھر یہ گئے
”زیر و بینڈ زندہ باد۔“ عمران نے اتفاق اٹھا کر ہاتھ لگائی۔ پر تعمیر لفڑ کا جھی
والو صاحب قبلہ معلوم ہوتا ہے۔ یعنی عاشق کے ٹکڑے ہزار ہوئے کوئی بیان گرا
کھلی وہاں گرا۔

”زیر و بینڈ کے نام کا نزدہ مت لگا۔“ تم سے یہاں مکار آج یہاں میری نظر وہ سمجھنیں
گذا۔ میں اس فریب میں نہیں آسکوں گا کہ تم زیر و بینڈ کے وفادار بھی بن سکتے ہو۔ متنیں

زندہ مکھنا کسی سانپ کو بخشن دینے کے متراود ہو گا۔

"اسے قبایل ہیں کب تک کھڑے رہیں گے۔ ارے۔ اے۔ یہ تھریسا کو کیا
غم ان نے کہا اور تھریسا کی طرف بھیضا جو کھڑے تھے یک بیک گر گئی تھی۔

وہ زمین پر پڑی اڑیاں رگڑ رہی تھی اور ان کے منہ سے خون بہر رہا تھا۔

"یہ تم نے کیا کیا؟" عمران دو قدم باہر پھیلا کر چکا۔

"میں نے... تو کچھ بھی... نہیں کیا۔ بوناکی آواز کا نپ دہی تھی۔ اور
اکھوں میں حیرت کے آثار تھے۔ وہ بھی دو چار قدم آگے پڑھا آیا۔

بھنگ میں بھی تھریسا۔ عمران کے بیچے نوسی یہی کافی تھا کہ ایک پل کے لیے بوناکی وجہ
لپٹھ پستول کی طرف سے بہت لگی اعلیٰ اس نے اس انداز سے اس پر چھلانگ لٹکائی کہ راجنا
باہر نو پستول پر پڑا اور بایاں اس کی گفتگو پر۔

پستول کچھ دور جا گردی اور بوناکی عمران سے بپٹ پڑا۔

حال نکلے صدر نے پستول ایک بہنچنے کے لیے بڑی بھرت دکھائی تھی لیکن تھریسا پر
سبقت نہ لیجا سکا۔ وہ بیٹھے ہی بیٹھے اچھلی بھتی اور پستول پر جا پڑھی بھتی۔

"بیٹھے ہو تو! تھریسا! نہیں ہوئی بولی" میں نے اس وقت اپنے خون کا مزہ
بچکھا لیا۔ پاگل ہو رہی ہوں۔

صدر کو سچھ اس کی آنکھوں میں دیوانگی کی جھلک دکھائی دی بھتی وہ چپ چاہا۔
بیٹھے کھکتا چلا گیا۔

غم ان اور بوناکا دخون کا درندول کی طرح ایک درمرے سے گتھے ہوئے تھے
تھریسا ان کی طرف پستول اٹھائے ہوئے اگے بڑھی اور عمران کی جیب سے
وہ نکلی نکال ل جو اس نے الکٹرو اسپکٹر سے نکال تھی۔

"تو تم میری مدد نہیں کرو گی۔" بوناکا نہ پہنچا ہوا دیڑا۔

• ایسے کتوں کو میں نے کبھی مفات نہیں کیا۔ ”تھریسا کا بھر بجید سرو تھا۔ اسی تھے الکڑا و اسپکٹر ہی اٹھایا تھا اور اس میں دوبارہ نلکی رکھ رہی تھی بھراں نے اسے نشست کرنے کیلئے ایک بیٹھن دیا۔ پر بخوبیوں سے چیکاریوں کی بھواریں نکلنے لگیں عمران کو بوناکے خلاف اپنی پوری قوت صرف کروئی تھی۔ ابتدا سے طاقتور ادمیوں سے اس کا سابقہ پہنچی پڑا تھا لیکن یہ بونا تو نکویا فولادی چیان تھا عمران اسے گرا لیئے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

دو لوں سبی بڑی طرح ہانپہ ہے تھے۔ تھریسا صرف ایک تماشائی کی طرح کھڑی رہی۔ لیکن وہ دوسروں کی طرف سے بھی غافل نہیں معلوم ہوتی تھی صدر نے عمران کی درد کے لیے آنکھ بڑھانا چاہا۔

• غزوہ اس تھریسا اسپکٹر اٹھاتی ہوئی جوئی۔ وہیں بھڑو۔ میں زیر ولیعہ کے ایک بھا فظ کو پورا پورا موقع دیں گی۔

کیک بیک عمران کے ہاتھ پر ڈھیلے پڑ گئے۔ نہ صرف اس نے بونا کو جھوڑ دیا تھا بلکہ دوسروں کی لمحے میں گرتا ہوا بھی دکھائی دیا۔

بونا تھغیرہ لگتا ہوا جھکا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے اس کا گلا گھونٹنے جا رہا ہو۔ گلہ پھر ایک لمبی کراہ کے ساتھ دوسروی طرف المٹ گیا۔ عمران کی بھر پوری لات اس کے منہ پر پڑی تھی۔

پھر عمران نے اسے دوبارہ اٹھنے کا مو قعہ نہ دیا۔ تھریسا ہنس رہی تھی۔ کہ رہی تھی یہ تو کچھ نہ ہوا۔ تم نے میری کا نقل آناری ہے۔

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ بڑی بدیر دی سے بونا کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ کچھ دی بعد بونا کا جسم سر پڑ گیا۔

شاپید وہ ایسا اقدام نہ کرتا لیکن خود زندہ رہنے کے لیے مزدوری تھا کہ وہ کم از کم ایک

و شمن سے تو پچھا چھڑا ہی لینتا۔ ابھی تھریسیا باتی تھی اور کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ
دہ کسی ملکر میں ہوگی۔

جیسے ہی وہ بونا کو چھوڑ کر اٹھا۔ تھریسیا بولی

"اب تمہارا کیا حشر ہونا چاہئے؟"

"جیسے اس اسمگلکر کی تلاش تھی جس نے میرے ملک کو اقتضادی طور پر بڑا فقمان پہنچایا
تھا۔ میں نے اسے مار ڈالا۔ اب جسے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ میرا کیا حشر ہو گا۔ تم شوق
سے میرے ٹکڑے ٹکڑے اسکتی ہو۔ تم... مگر... اف فوہ... دل کو دل سے رودھ ہوتی ہے
تمہارے منہ سے خون بتا دیجئے کہ میں کیا بے چین ہوا تھا۔"

"بکھرت! تم مجھے اسی حال میں چھوڑ کر بونا سے جا بجھے تھے!"

"میں نے سوچا کہ پیپے مار ڈالوں پھرا طینان سے تمہاری لاش پر آنسو بھاؤں گا
مگر انسوں میرا ہا بہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ ہمارے۔ کیسا بھی چاہتا ہے کہ کوئی مر جائے
اور میں سینہ پیٹ پیٹ کر روؤں۔ اس کی باد میں زندگی چھڑا نہیں کھاؤ۔ کیک
پیشہ کی بجائے شدتِ غم میں گھومن کھاؤ۔ خون جگر کی بجائے مشی کا نیل پویں۔
"بھراں بند کرو۔ تھریسیا جھلک کر تھی" تھیں ابھی اور اسی وقت یہاں
سے واپس جاتا ہو گا۔ چلو اٹھاؤ اس۔ سیروش جبشی کو۔"

چھروہ خون مختوکتے لگی۔

"یہ کیا ہوا تھا؟" میران نے پوچھا

"میرے منہ میں کئی رخم ہی۔ بڑی پیدا دری سے میں نے اپنا ہی گوثرت
چیا باتھا۔ میں کھنی ہوں... چلو... تھیں ابھی واپس جانا پڑے گا!"

وہ ایک طویل نگار نما نزدگ سے گزرتے ہوئے پہاڑ کی دوسری جانب لکھنے میلان
میں نکلی آئئے تھے۔ خفرسیا ان کے پیچے چلی رہی تھی۔ عمران نے کئی بار کوششیں کی
تھیں کہ کسی طرح بوناکے پتوں اور الکٹردا سپکٹر پر قبضہ کرے لیکن ممکن نہ ہوا۔
خفرسیا ہوستھیا رکھتی۔

”اب ہمیں کہاں چلنا ہو گا؟“ صدر نے پوچھا

”اس کشتنی پر جو تمہیں پورٹ سعید تکے جائے گی۔“

”مگر میں تو یہیں رہنا چاہتا ہوں۔“ عمران بولا۔ ”کہنے دونوں سے مجھے تمہاری
تلash تھی۔“

”خاموش رہو۔ مجھے عذر نہ دلاؤ۔“ خفرسیا جملائی۔

”خدا کے لیے خاموش رہتے۔“ ڈینی عمران کے قریب ہوتی ہوئی آہستہ سے
بولی۔ ”آپ اسے کیوں چھپڑتے ہیں؟“

شے لڑائی ! اگر ہٹو ॥ مقرریات اسے لکھا را کیا تھیں، اس عورت کا انعام یاد نہیں۔

”کیا ہم وہ بستی دیکھو جی نہ سکیں گے جہاں ہو لوگ بسائے جاتے۔ صحنِ نہنے پوچھا۔ ” نہیں ! دوبارہ اُکر دیکھنا۔ ظاہر ہر چہ کہ اب ان جزویوں پر بین الاقوامی بیان پر روشنی کیا جائے گا۔ سیکن آتنا یاد رکھو کہ اس جو یہے کو ویباں کرنے میں ایک دن سے زیادہ نہیں صرف ہو گا۔ زیرِ ولینڈ کی کھلاؤ چیز تھارے ہاتھ نہیں تھیں بلکہ گئی۔ ہمارے سوال لاحودہ ہیں۔ نہیں ان عمارتوں کے کھنڈوں دیکھ دینا جو ہم نے بیان بنائی تھیں۔

”کیا تم ان تمام آدمیوں کو ملا کر دھنی جو بیانِ تمکے یہے کام کرتے ہیں۔ ” ” نہیں ! وہ کسی دوسرے یوں میں پہنچا دیئے جائیں گے اور یہ سب کچھ تمکے پورٹ مسجد پنجھنے سے پہلے ہی ہو جائے گا۔ ”

بوزفت جواب ہوئی میں آگیا تھا بڑا بڑا یا۔ مگر وہ غریب کہاں ہے جس کا دعوہ تم نے مجھ سے کیا تھا۔ اگر وہ نہیں تو پھر ایک فائزہ ہی کرو دمجھ پر ! کتنا تیرزشہ ہوتا ہے.... ہائے ہائے.... ”

”غراپ کشتی ہی میں مل جائے گی۔ ” مقرریا بولی۔

” اسے تو کیس سرچ کچھ واپس جا رہے ہیں ہا۔ ” مگر ان نے ٹانک لگائی۔ ” دکھنے کی کوشش کر کے دیکھو۔ تھا یہے تارے اچھے تھے کرو ناچھے سے الجھ گیا۔ اب تم کچھ کر گزارنے کا ارمائی رکھتے ہو تو وہ بھی کر کے دیکھ لو۔ میں اسی حصہ کی تھیں چھوٹ دے سکتی ہوں جس حد تک زیرِ ولینڈ کا مقابلہ خڑے میں نہیں پہنچتا۔ اور تھا رہی دنی میں ایک مقصد بھی یا سخیر ہے۔ ” ” وہ کیا ؟ ”

خلات کا دریتا

۔ سہم چاہتے ہیں کہ وقت فرقتا زیر و بند کا خلفہ اختاہی رہے۔

” جملہ اس میں کیا مصلحت ہے؟ ”

” پہلے ہی سے ہماری سیست طاری رہے تھماری دنیا پر ... چھر جب ہم اٹھیں تو کا نیچتے ہوتے ہمالیے قدمیں پڑا گرد جاؤ۔ تھامیے یہ آنساہی اطیان کافی ہے کہ تم نے بوغا کو مار دیا۔ زیو لیڈ کے مقابلے میں تم کیا ... تھماری پودی دنیا ایک حیر چینی ٹھے زیادہ وقت انہیں رکھتی۔ جس دن ہم اٹھیں گے رہی تیامت کا دن کھلائے گا۔ ”

” چھوٹکم بنانے والے کارخانوں پر رحم کرنا اس دن ... درد میں تو ... بے ہوت مر جاؤں گا۔ ”

” بکومت! میں تھیں ہتھیں دلانا چاہتی ہوں کہ تھماری کھلی بھی حرکت تھیں موت کے منہ میں پہنچا سکتی ہے۔ اس سے مناطر رہ کشتنی خود کارہے۔ رہیں یا نی اور میں کھڑوں کی جاتی ہے۔ تم میں سے کسی کو صرف اسٹریکر ناپڑے گا۔ لیکن اگر تم نے کچھ دو رہنچ کرائے چھر جزیرے کی طرف موڑنے کی کوشش کی تو وہ ایک زبردست دھلک کے ساتھ تباہ ہو جائے گی۔ ”

” لیکن پورٹ سعید سپنچ پر اس کی واپسی کیسے ہوگی؟ ” صدر نے پوچھا۔ ” جب تھارا آخری آدمی اس پر سے اتر چکے گا تو ... وہ تباہ ہو جائے گی داپسی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اترتے ہی اس سے دو بھاگنے کی کوشش کرنا۔ ”

” مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے یہاں چنے بھولنے آئے تھے۔ عمران بڑھا یا خرسیا ایک جگہ رکتی ہوئی بولی ” سھر جاد! ”

وہ سب رک کر اس کی طرف مڑتے۔ عمران کا گئے بڑھا آیا۔ خرسیا کے

عجب نظر دن سے دیکھ رہی تھی۔
آخر ٹھنڈی سانس لے کر بولی

جاؤ! تم سے زیادہ سندھل اُدمی آجھ نگ مریخی نظر دن سے
ہنسیں گذرا..... لیکن اسے ہمیشہ یاد رکھنا کر کھلی دوسری عورت
تمہاری مہر کر ایک دن بھی زندہ نہ رہ سکے گا میں تمہارے متعلق
ہر وقت باخبر رہتی ہوں۔

اہ! تھریں ڈار نگ! میں قریب اکر آہستہ سے کچھ کہنا چاہتا
ہوں عمران نے اس سے بھی زیادہ زور سے ٹھنڈی سانس لی تھی
اور آگے بڑھا تھا۔

”یتھے ہو!“ تھریسیانے لکھا را اور ساتھ ہی اسپکر سے چنگاریوں کی
پھوار بھی تکلی۔

عمران نے مشکل خود کو چنگاریوں کی زد سے بچایا اور بھر خاصی سے ویچے
ہستے ہی بن پڑھی تھی۔

بھروس جگہ آجے ہاں سے والی کام سفر شروع ہوتا تھا۔ غالباً یہ دری
ندی تھی جس کا دہانہ انہوں نے عمران کے دریافت کردہ ساحل پر دیکھا تھا
وہاں کئی کشتیاں نظر ایں۔ لیکن گھاٹ پر منفس بھی نہ دکھائی دیا۔ قریب ہی
ایک پھر ٹھیسی عمارت تھی جس پر واڑیں کے دو پول استادہ تھے۔

تھریسیانے انہیں بتایا کہ کشتی وہیں سے کنٹرول کی جائے گی۔

"بیں ایک بات اور معلوم کرنا چاہیں گا۔" صدر نے حضریسا سے کہا۔
کیا ادھر سے کبھی دوسرے ٹالک کے طیارے نہیں گزرتے۔
"اکثر گزرتے ہیں۔"

"پھر تمہاری یہ بستی ابھی تک دوسروں کی نظر سے کیسے پوشیدہ رہی۔"
اوپر سے پورا جزیرہ کھر میں ڈھکا ہوا نظر آتا ہے۔ تم نے بیان سر وقت
مکملی سعادت حسوس کی ہوگی۔ سو فٹ کی بلندی سے بھی نہیں بیان کی کوئی
چیز نہ دکھائی دے گی۔ یہ کہر مصنوعی ہے۔
وہ کشتی میں جائیجیے!

عمران کے چہرے اندازہ کرنا مشکل تھا کہ اس پر کیا گزر رہی ہے۔
حضریسا دوڑتی ہوئی عمارت کی طرف چلی گئی۔

"اب موقع ہے باس اب ہوزفت بڑھتا یا۔"

"یہ بہت بڑا کارناخ ہو گا۔ اگر میں اس بے بیش کو بیان سے صحیح دستاں
نکال لے جاؤں۔" عمران نے ڈینیزی کی طرف اشارہ کیا۔ "کیونکہ یہ بیان خزانوں
کی تلاش میں نہیں آئی تھی۔"

پھر اس نے صدر سے کہا "تم اسٹرینگ سن جاؤ۔ اس کی ضرورت بھی
اسی وقت تک رہے گی جب تک کہم ھلکے سمندر میں نہ پہنچ جائیں۔ اس کے
بعد تو اس کا رخ ادھر ہو گا جہاں ہمیں پہنچنا ہے۔"

"کہیں جہنم ہی میں نہ پہنچ جائیں۔" صدر انتہا ہوا بولا۔

"حضریسا کو مجھ سے زیادہ اور کوئی نہیں جاتا۔" عمران بولا۔

یک بیک مائیکروفون سے آواز آئی "اسٹرینگ سن جاؤ۔ ... ہوشیار
... درہ چیانوں سے ٹکرا جاؤ گے!"

آواز تھریسیا ہی کی تھی۔

صادر تنزی سے اسٹرینگ تک پہنچا۔
کشتو حرکت بیس آگئی۔

اور پھر ماٹیکروں سے آواز آئی۔

” جاؤ ! ... عمران ... جاؤ ... تم جانور ہو ... کاش ! کبھی
آدمی بن سکو ... کاش ! ... کبھی ایسا ہو سکے ... خدا حافظ ! ”
تھریسیا کی آواز ورنماک تھی۔

” ابے او ! ” عمران نے جوزف سے کہا ” ذرا دیکھنا ! میریِ دم تو
نہیں ہل رہی ؟ ”
” نہیں باس ! ” جوزف بوکھلانے ہوئے انداز میں مڑا۔ پھر سنپھل کر
بے دھمکی پن سے بہنے لگا !

(ختم شد)

بیہکی سے پیشہ دری ایسا ہے کہ سیر بر بھ
ہائی سکول میں ملکہ گھر لزہاری سکول ہے ت